شانِ نبوی ﷺ پر 12 ایمان افر

علمی مقالات

محقق العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

جلد سوم

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

نام کتاب	علمی مقالات
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
کمپوزنگ	اسلامک کمپوزنگ سنٹر
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
جلد سوم صفحات	432
اشاعت اول	اپریل 2011ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048

مقالات کے نام

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

خدارا! دھاندلی نہ کرو

نور سے ذات مصطفی ﷺ مراد لینا

اہلسنت کا موقف ہے نہ کہ اہل بدعت کا

تحریر: مفتی محمد خان قادری

حکومت سعودیہ کی طرف سے اردو خواں حجاج کو قرآن کریم کا جو مترجم نسخہ دیا جاتا ہے اس کے مترجم محمد جوناگڑھی اور اس کے محشی حافظ صلاح الدین یوسف ہیں۔ کاش حکومت سعودیہ امت میں اختلاف ونزاع پیدا کرنے والا لٹریچر حجاج میں تقسیم کرنے کی بجائے امت کے مسلم علماء کے کتب کے درست اور معیاری تراجم کی اشاعت کا فریضہ نبھاتی کیونکہ وہ تمام عالم اسلام کا مرکز ہے مثلاً اگر امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی تفسیر جلالین کا ترجمہ شائع کیا جائے تو حصول مقاصد کے ساتھ ساتھ امت میں موجود اختلاف ونزاع بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس حکومتی تحفہ میں نزاع واختلاف کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ جس کا ہم علمی جائزہ لے رہے ہیں۔

ارشاد الٰہی..... قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتب مبین..... کے تحت موصوف محشی نے یہ تفسیری حاشیہ لکھا ہے۔

نورٌ اور کتابٌ مُبِیْنٌ دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان واؤ، مغایرت مصداق نہیں مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی اگلی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے۔ یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ" کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے" اگر نور اور کتاب یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ یَھْدِیْ بِھِمَا اللّٰہُ ہوتے" یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔" قرآن کی اس نص سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے۔ یہ نہیں کہ نور سے آنحضرت ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں۔ جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ کا عقیدہ، گھڑ

رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ حالانکہ یہ حدیث، حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔ "اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ" یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ محدث البانی لکھتے ہیں (فَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ بِلَا رَيْبٍ، وَهُوَ مِنَ الْأَدِلَّةِ الظَّاهِرَةِ عَلٰى بُطْلَانِ الْحَدِيْثِ الْمَشْهُوْرِ) (اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرُ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ)

(التعلیقات المشکوٰۃ جلد 1 ص 34)

"مشہور حدیث جابر کہ اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، باطل ہے۔

(ترجمۃ القرآن الکریم، 291، 292)

اس عبارت میں انھوں نے درج ذیل باتیں کیں ہیں۔

1- نور اور کتاب دونوں سے ایک ہی چیز (قرآن کریم) مراد ہے۔
2- نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد نہیں۔
3- بلکہ نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لینا اہل بدعت کا طریقہ ہے۔
4- اوّل ماخلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت نہیں۔
5- یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینی چاہیے۔
6- اور محدث البانی کے قول کو حجت مانا جائے۔
7- نور ماننے والے بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی

محترم حافظ صاحب نے جتنی باتیں کی ہیں وہ سب حقائق کے خلاف ہیں جو کسی عالم کے شایان شان ہی نہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ موصوف نے خلاف واقع لکھتے ہوئے کس قدر دھاندلی سے کام لیا، یہ دھاندلی پڑھ کر نہایت ہی دکھ و تعجب ہوا کہ تمام اہل سنت مفسرین کی تصریحات کی موجودگی میں اس مسئلہ پر یہ لکھا جا رہا ہے تو باقی مسائل کا کیا حال ہو گا؟ یہاں اہل سنت کے موقف کو اہل بدعت اور اہل بدعت (معتزلہ) کے موقف کو اہل سنت کا موقف قرار دے دیا گیا ہے۔

ہم اس مقالہ میں کچھ حقائق سامنے لانا چاہتے ہیں اگر ہم نے کسی جگہ بددیانتی یا وھاندلی سے کام لیا ہو تو کوئی بھی اس کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ یاد رہے جس طرح آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح حضور ﷺ کو مطلقاً کسی طرح بھی نور نہ ماننا بھی کفر ہے۔ یعنی نور معنوی ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔

اہل سنت کا موقف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین. (المائدہ ۱۵)	یقیناً تمھارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

معتزلہ (اہل بدعت) کے علاوہ مفسرین کی اکثریت نے نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد لیا ہے بلکہ اسی قول کو مختار و قوی بھی قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرے قول کو ضعیف اور غیر مختار کہا ہے۔

نور سے مراد ذات محمدی ﷺ

آیئے ہم چودہ صدیوں میں لکھی جانے والی تفاسیر سے ترتیب وار کچھ حوالہ جات بعینہٖ نقل کیے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ آشکار ہو جائے کہ ائمہ اہل سنت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟

حضرت ابن عباس (ت ۶۸،)

سب سے پہلے ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ملاحظہ کیجئے۔

قد جاء کم من اللہ نور رسول یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم و کتاب مبین بالحلال والحرام (یھدی بہ) بمحمد والقرآن (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ۱۱۹)	(یقیناً تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور آیا) رسول مراد محمد ہیں (اور کتاب مبین) جو حلال و حرام واضح کرتی ہے (ہدایت دیتا ہے اس کے ساتھ) یعنی محمد اور قرآن کے ساتھ۔

۲۔ امام طبری (ت ۳۱۰)

امام محمد بن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يقول جل ثناؤه لهؤلاء الذين خاطبهم من اهل الكتاب قد جاء كم يا اهل التوراة والانجيل من الله نور يعنى بالنور محمدا صلى الله عليه وسلم الذى انار الله به الحق واظهر به الاسلام و محق به الشرك فهو نور لمن استسنا به يبين الحق ومن انارته الحق تبيينه لليهود كثيرا مما كانوا يخفون من الكتاب وقوله (و كتاب مبين) يقول جل ثناؤه قد جاء كم من الله تعالى النور الذى انار اكم به معالم الحق (و كتاب مبين) يعنى كتابا فيه بيان ما اختلفوا فيه بينهم من توحيد الله و حلاله و حرامه و شرائع دينه وهو القرآن الذى انزله على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم يبين للناس جميع مابهم الحاجة اليه من امر دينهم ويوضحه لهم حتى يعرفوا حقه من باطله.

(جامع البیان عن تاویل ای القرآن، جز ۶، ۲۲۰)

اللہ جل شانہٗ اھل کتاب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے اصحاب تورات وانجیل تحقیق تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ چکا ہے۔ نور سے مراد ذات محمدی ہے ان کی وجہ سے اللہ حق کو روشن کرے گا اور اسلام کو غالب فرمائے گا اور شرک مٹائے گا تو وہ اس کے لیے نور ہیں۔ جو ان سے نور حاصل کرے گا وہ حق کی وضاحت کریں گے اور ان کے حق کو روشن و واضح کرنے کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں نے یہودیوں کے سامنے کتاب کی متعدد باتیں کھول دیں جن کو وہ چھپایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (و کتاب مبین) اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ تحقیق تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نور آ چکا ہے جس کی وجہ سے اس نے تمھارے لیے حق جاننے کے مقامات روشن کر دیے ہیں اور کتاب مبین یعنی کتاب جس میں ان کے مابین اختلافی مسائل کا بیان ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا توحید، حلال وحرام اور دینی مسائل اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ محمد ﷺ لوگوں کے لیے ان کے تمام دینی مسائل کی وضاحت فرماتے ہیں جن کے وہ محتاج ہیں تا کہ وہ حق و باطل کی معرفت حاصل کر سکیں۔

۳۔ امام ابو اللیث سمرقندی (ت، ۳۹۳) کی رائے

امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی اسی ارشاد گرامی کے تحت رقمطراز ہیں۔

یعنی ضیاء من الضلالة وهو محمد ﷺ والقرآن والنور هو الذی یبین الاشیاء ویری الابصار حقیقها فیسمی القرآن نوراً لانه یقع فی القلوب مثل النور لانه اذا وقع فی قلبه یبصر به ثم قال (وکتاب مبین) یعنی القرآن یبین لکم الحق من الباطل.

(بحر العلوم، ۱، ۴۰۲)

یعنی گمراہی سے بچانے کے لیے روشنی اور وہ محمد ﷺ اور قرآن ہیں اور نور وہ شی ہوتا ہے جو اشیاء کی وضاحت کرتا ہے اور آنکھوں کو اشیاء کی حقیقت دکھاتا ہے۔ قرآن کو نور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دلوں میں نور کی طرح وقوع پذیر ہوتا ہے اس لیے کہ جب وہ دل میں وقوع پذیر ہوتا ہے تو دل کو اس کی وجہ سے بصیرت ملتی ہے۔ پھر فرمایا (وکتاب مبین) یعنی قرآن مجید جو تمھارے لیے حق و باطل کی وضاحت کرتا ہے۔

۴۔ امام ابو الحسن ماوردی (ت ۴۵۰) کی رائے

امام ابو الحسن علی بن ماوردی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فی النور تاویلان احدهما محمد ﷺ وهو قول الزجاج الثانی القرآن وهو قول بعض المتاخرین.

(النکت والعیون، ۲، ۲۲)

نور کے متعلق دو تاویلیں ہیں (۱) محمد ﷺ اور یہ امام زجاج کا قول ہے۔ (۲) قرآن اور یہ بعض متاخرین کا قول ہے۔

اہم نوٹ، یہاں ان کے الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں کہ نور سے قرآن مراد لینا بعض متاخرین کا قول ہے۔

۵۔ امام واحدی (ت، ۴۶۸) کی تفسیر

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی کے الفاظ میں۔

(قد جاء کم من الله نور) یعنی النبی ﷺ (وکتاب مبین) القرآن فیه بیان لکل ما تختلفون فیه (یهدی به الله) یعنی بالکتاب المبین. (الوجیز، ۱، ۳۱۳)

(قد جاء کم من الله نور) یعنی نبی ﷺ (وکتاب مبین) قرآن، قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس میں تم اختلاف کرتے ہو (الله تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبین کے ذریعے۔

دوسری تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

ضیاء من الضلالة وهدی یعنی الاسلام وقال قتادہ یعنی النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو اختیار الزجاج قال النور محمد صلی اللہ علیه وسلم (وکتاب مبین) یعنی القرآن فيه بيان ما يختلفون فيه (يهدی به اللہ) ای بالکتاب المبین.

(الوسیط، ۲، ۱۶۸)

یعنی گمراہی سے بچانے کے لیے روشنی اور ہدایت یعنی اسلام اور حضرت قتادہ نے کہا۔ نبی ﷺ اور یہ امام زجاج کا مختار قول ہے۔ انھوں نے کہا کہ نور سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ (کتاب مبین) یعنی قرآن اس میں ان اشیاء کا بیان ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبین کے ذریعے۔

۶۔امام ابو اسحاق ثعلبی (ت، ۴۲۷)

امام ابو اسحاق احمد ثعلبی نے تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔

(قد جاء کم من اللہ نور) یعنی محمدا صلی اللہ علیه وسلم (وکتاب مبین) بین وقیل مبین وهو القرآن. (الکشف والبیان، ۲، ۳۹)

(قد جاء کم من اللہ نور) سے مراد محمد ﷺ (اور کتاب مبین) واضح کتاب اور بعض نے کہا وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن ہے۔

۷۔امام ابو محمد بغوی (ت، ۵۱۶)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیے ہوئے لکھا۔

یعنی محمدا ﷺ وقیل الاسلام (وکتاب مبین)

ای بین وقیل مبین وهو القرآن.

(معالم التنزیل، ۲، ۲۲)

: نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا اسلام (وکتاب مبین) واضح بعض نے کہا وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن ہے۔

۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی (ت، ۵۴۲)

امام ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی نور اور کتاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یحتمل ان یرید محمدا ﷺ والقرآن وھذا ھو ظاھر الالفاظ.

اس بات کا احتمال ہے کہ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مراد محمد ﷺ اور قرآن ہوں الفاظ کا ظاہر اس احتمال کا مؤید ہے۔

(المحرر الوجیز، ۲، ۱۷۱)

۹۔ امام ابن جوزی (ت، ۵۹۷)

امام جمال الدین عبدالرحمٰن بن جوزی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

قال قتادہ یعنی بالنور محمدا ﷺ وقال غیرہ ھو الاسلام فاما الکتاب المبین فھو القرآن.

قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی نور سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے اور ان کے علاوہ کچھ لوگ اسلام مراد لیتے ہیں۔ رہی کتاب مبین تو اس سے مراد قرآن ہے۔

(زاد السیر، ۲، ۱۸۷)

۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی (ت، ۶۰۶) کی تفسیر

امام المفسرین حضرت فخرالدین رازی کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فیہ اقوال الاول المراد بالنور محمد ﷺ و بالکتاب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن الثالث النور والکتاب ھو القرآن وھذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرۃ بین المعطوف والمعطوف علیہ وتسمیۃ محمد ﷺ والاسلام والقرآن بالنور ظاھرۃ لان النور

اس میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) نور سے مراد محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن۔ (۲) نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن۔ (۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف، معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت کا تقاضا کرتا ہے اور محمد ﷺ، اسلام اور قرآن کو نور کہنا واضح ہے۔ اس لیے کہ نور ظاہری وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے آنکھ ظاہری اشیاء کے ادراک پر

الظاهر هو الذی یتقوی به البصر علی ادراک الاشیاء الظاهرة والنور الباطن ایضا هو الذی یتقوی به البصیرة علی ادراک الحقائق والمعقولات (یهدی به الله) ای بالکتاب المبین.

قوت حاصل کرتی ہے اور نور باطن بھی وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بصیرت حقائق و معقولات کے ادراک پر قوت حاصل کرتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبین کے ذریعے۔

(مفاتیح الغیب، جز ۱۱، ج ۳۲۷)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

سمی الرسول نوراً قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین.

اللہ تعالیٰ نے رسول کو نور کہا جیسا کہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین میں ہے۔

(ایضاً ۲، ۲۶۳)

امام کی گفتگو سے چند چیزیں نہایت ہی آشکار ہیں۔

1- نور اور کتاب سے الگ الگ اشیاء مراد ہونی چاہئیں کیونکہ عطف ان میں تغائر کا تقاضا کرتا ہے یعنی الفاظ آیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے مراد الگ الگ ہو۔

2- ان دونوں سے قرآن مراد لینا مختار قول نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

3- مختار قول یہی ہے کہ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد ہے۔

امام سلمی شافعی (ت، ۶۶۰)

سلطان العلماء امام عزالدین عبدالعزیز سلمی شافعی نے امام الوردی کی تفسیر النکت والعیون کا اختصار کیا ہے۔ اس میں رقمطراز ہیں۔

(نور) محمد ﷺ او القرآن العزیز.

(نور) محمد ﷺ یا قرآن عزیز۔

(تفسیر القرآن، ۱۲۶۰)

امام قرطبی (ت، ۶۷۱) کی رائے

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

ای ضیاء، قیل الاسلام وقیل محمد علیه السلام عن الزجاج (وکتب مبین) ای القرآن فانه یبین الاحکام. (الجامع لاحکام القرآن، جز ٦، ١١٥)

یعنی روشنی بعض نے کہا اسلام اور بعض نے کہا محمد ﷺ زجاج سے یہی منقول ہے (وکتاب مبین) یعنی قرآن اس لیے کہ وہ احکام کی وضاحت کرتی ہے۔

۱۳۔ امام بیضاوی (ت ۶۸۵) کی رائے

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن محمد بیضاوی رقمطراز ہیں۔

یعنی القرآن فانه الکاشف لظلمات الشک والضلال والکتاب الواضح الاعجاز وقیل یرید بالنور محمد ﷺ۔ (انوار التنزیل ۲، ۳۰۷)

یعنی قرآن اس لیے کہ وہ شک وگمراہی کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور کتاب مبین سے مراد معجزہ اور بعض نے کہا حضرت محمد ﷺ کی ذات۔

۱۴۔ امام نسفی (ت ۷۱۰)

امام عبداللہ بن احمد نسفی نے تقریباً یہی بات تحریر کی ہے۔

یرید القرآن لکشفه ظلمات الشرک والشک ولا بانته ماکان خافیا علی الناس من الحق او لانه ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ لانه یهتدی به کما سمی سراجا (یهدی به الله) ای بالقرآن.

اس سے مراد قرآن ہے۔ اس لیے کہ وہ شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔ اور اس لیے کہ یہ لوگوں پر مخفی حق کو روشن کرتا ہے یا اس لیے کہ یہ ظاہر معجزہ ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اس لیے کہ ان سے ہدایت ملتی ہے جیسا کہ ان کو سراج کہا گیا۔ (اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی قرآن کے ذریعے۔

(مدارک التنزیل، ٦، ٢٧٨)

۱۵۔ امام خازن (ت ۷۲۵)

امام علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی الخازن کی سنیے۔ نور سے مراد واضح کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں۔

يعني محمدا ﷺ انما سماه الله نورا لانه يهدى به كما يهدى بالنور في الظلام وقيل النور هو الاسلام (و كتاب مبين) يعني القرآن (يهدى به الله) يعني يهدى الله بالكتاب المبين.

(لباب التاويل، ۱، ۴۷۷)

مراد محمد ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام نور رکھا اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح تاریکی میں نور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور بعض نے کہا نور سے مراد اسلام ہے (و کتاب مبین) یعنی قرآن (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کتاب مبین کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔

۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

قيل النور هو محمد ﷺ وقيل هو الاسلام. (مجموعة الفتاوى، ۷، ۹)

بعض نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ اور بعض نے کہا اسلام۔

۱۷۔ امام نظام الدین نیشاپوری (ت، ۷۲۸)

امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

محمد ﷺ او الاسلام (و كتاب مبين) هو القرآن لا بانه ما كان خافيا على الناس من الحق و يحتمل ان يكون النور و الكتاب هو القرآن والمغائرة اللفظية كافية بين المعطوفين.

(غرائب القرآن، ۲، ۶۱۵)

مراد محمد ﷺ ہیں یا اسلام (اور کتاب مبین) یہ قرآن ہے اس لیے کہ قرآن لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور اور کتاب سے مراد قرآن ہو اور مغائرت لفظی، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کافی ہوتی ہے۔

۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی (ت ۷۵۴)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی نے ان الفاظ سے تفسیر کی ہے۔

قیل هو القرآن سماه نور الکشف ظلمات الشرک والشک اولانه ظاهر الاعجاز وقیل النور الرسول وقیل الاسلام.

(البحر المحیط ۳، ۴۴۸)

بعض نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اللہ نے ان کا نام نور رکھا اس لیے کہ وہ شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کرتے ہیں۔ یا اس لیے کہ آپ ظاہر معجزہ ہیں۔ بعض نے کہا نور سے مراد رسول اور بعض نے کہا اسلام۔

۱۹۔ شہاب الدین خفاجی (ت ۱۰۶۹)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، امام بیضاوی کے الفاظ تفسیر کی وضاحت میں رقمطراز ہیں۔

(یعنی القرآن) فعلی هذا النور والکتاب واحد و تسمیة نورا لکشفه واظهاره طرق الهدی والیقین..... وعلی تفسیر النور بالنبی صلی اللہ علیه وسلم لظهوره بالمعجزات واظهاره للحق لان المراد بهما واحد علی التفسیر الاول للنور و کونهما کالو احد لاتحاد ما بیناه علی التفسیر الثانی.

(عنایة القاضی علی بیضاوی، ۳، ۲۲۳)

(یعنی قرآن) اس تفسیر کی بنیاد پر نور اور کتاب سے مراد ایک شی ہوگی اور قرآن کو نور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہدایت و یقین کے راستوں کو ظاہر کرتا ہے اور اگر نور کی تفسیر ذات بھی ہو تو آپ سے بھی معجزات اور حق کا ظہور ہوا۔ نور کی پہلی تفسیر یہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور دونوں کا ایک ہونا اس اتحاد کی وجہ سے ہے جو ہم نے تفسیر ثانی میں ذکر کیا۔

۲۰۔ علامہ حقی (ت ۱۱۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے بھی نور سے دونوں چیزیں مراد لی ہیں۔

المراد بالنور والكتاب هوالقرآن..... وقيل المراد بالاول هوالرسول ﷺ وبالثاني القرآن (يهدى به الله) وحد الضميرلان المراد بهما واحد بالذات اولانهما في حكم الواحد فان المقصود منهما دعوة الخلق الى الحق احدهما رسول الهى والاخر معجزته. (روح البیان، ۲، ۳۴۷)

نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا اول سے مراد رسول اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر واحد کی لائی گئی اس لیے کہ دونوں سے مراد بالذات ایک شی ہے یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کا مقصود خلق کو حق کی دعوت دینا ہے۔ ان میں سے ایک رسول الٰہی جبکہ دوسرا اس کا معجزہ ہے۔

۲۱۔ شیخ مہدی (ت ۱۲۲۴)

علامہ ابوالعباس احمد بن مہدی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

عطف تفسير فالنور هو الكتاب المبين او النور محمد عليه الصلاة والسلام.

یہ عطف تفسیری ہے نور سے مراد بھی کتاب مبین ہی ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے۔

(البحر المدید، ۲، ۱۰۷)

۲۲۔ امام ثعلبی مالکی (ت ۸۷۵)

امام عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی مالکی کے الفاظ ہیں۔

(قد جاء كم من الله نور) هو محمد ﷺ (وكتاب مبين) هو القرآن و يحتمل ان يريد موسى عليه السلام والتوراة والاول هو ظاهر الاية وهو اظهر.

(قد جاء کم من اللہ نور) نور سے مراد محمد ﷺ ہیں (وکتاب مبین) اس سے مراد قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ آیت کے ظاہری کا تقاضا پہلا احتمال ہے اور

(جواهر الحسان في تفسير القرآن، ۲، ۳۶۵) یہی اظہر و مختار ہے۔

۲۳۔ قاضی پانی پتی (ت ۱۲۲۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

(نور) یعنی محمدا ﷺ او الاسلام (وکتاب مبین) الاحکام اوبین الاعجاز وھو القرآن و جاز ان یکون العطف تفسیر یا وسمی محمد ﷺ والقرآن نورٌ الکونھما کا شفین لظلمات الکفر (یھدی به الله) وحد الضمیر لان المراد بھما اما و احد او کواحدفی الحکم.

(نور) مراد محمد ﷺ یا اسلام (وکتاب مبین) احکام کی وضاحت کرنے والی یا ظاہر معجزہ اور وہ قرآن ہے اور عطف تفسیری بھی جائز ہے۔ محمد ﷺ اور قرآن کو نور کہا گیا اس لیے کہ دونوں کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) واحد کی ضمیر لائی گئی اس لیے کہ دونوں سے مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح ہیں۔

(المظھری، ۳، ۶۷)

۲۴۔ امام صاوی (ت، ۱۲۴۱)

امام احمد بن محمد صاوی مالکی، امام سیوطی کے الفاظ ھو نور النبی ﷺ (نور سے نور نبی مراد ہے) کے تحت لکھتے ہیں۔

ای وسمی نورا لانه ینور البصائر ویھدیھا للرشاد ولانه اصل کل نور حسی و معنوی.

یعنی ان کو نور کہا گیا اس لیے کہ وہ بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور ان کو راہ راست کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور (اس لیے کہ وہ ہر نور حسی اور معنوی کی اصل ہیں۔

(الصاوی ۲، ۱۰۵)

نوٹ: ان کا جملہ بار بار پڑھیے کہ آپ ﷺ ہر نور حسی و معنوی کی اصل ہیں۔

۲۵۔ قاضی شوکانی (ت، ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل الاسلام (وكتاب مبين) القرآن فانه المبين والضمير فى قوله (يهدى به) راجع الى الكتاب او اليه والى النور لكونهما كاشئى الواحد.

(فتح القدير، ۲، ۲۳)

زجاج نے کہا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور بعض نے کہا اسلام ہے (وکتاب مبین) یعنی قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (یهدی به) میں ضمیر کتاب کی طرف لوٹ رہی ہے یا کتاب اور نور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

۲۶۔ علامہ آلوسی (ت ۱۲۷۰)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی نہایت ہی تفصیل کے ساتھ رقمطراز ہیں۔

(نور) عظیم وهو نور الانوار والنبى المختار ﷺ والى ماذهب قتاده واختاره الزجاج.

(روح المعانی، ۶، ۳۶۷)

(نور) عظیم اور اس سے مراد یہ تمام نوروں کا نور ہے۔ نبی مختار ﷺ کی ذات ہے اور یہی حضرت قتادہ تابعی اور زجاج کا مختار مذہب ہے۔

۲۷۔ علامہ قاسمی (ت ۱۳۳۲)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔

يريد القرآن لكشفه ظلمات الشرك والشك ولا بانه ماكان خافيا على الناس من الحق اولانه ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ لان يهتدى به كما سمى سراجا.

(محاسن التاویل ۳، ۸۴)

اس سے مراد قرآن ہے اس لیے کہ وہ شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور اس لیے کہ یہ لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرتا ہے یا اس لیے کہ یہ ظاہر معجزہ ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ ان کو سراج کہا گیا۔

۲۸۔ علامہ بھوپالی (ت ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابوالطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تفسیر بھی ملاحظہ کریجیے۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل الاسلام (وكتاب مبين) القرآن فانه مبين. (فتح البيان، ۳، ۲۳۳)

زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا اسلام ہے اور (کتاب مبین) قرآن کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔

نوٹ: حافظ موصوف اسے اچھی طرح دیکھ لیں ان کے امام کیا لکھ رہے ہیں کیا یہ اہل بدعت کی بات لکھ رہے ہیں۔

۲۹۔ علامہ عثمانی (ت:)

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔

(تفسیر عثمانی ۱۹۳)

۳۰۔ شیخ حوی (ت:)

شیخ سعید حوی کی عبارت یہ ہے۔

النور هنا محمد ﷺ لانه يهتدى به و يقتدى وفى مكان آخر سماه الله سراجا فقال (وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا) ويمكن ان يراد به القرآن. (اساس فى التفسير ۳، ۱۳۴۹)

یہاں نور سے محمد ﷺ مراد ہیں اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ان کی اقتداء کی جاتی ہے اور ایک دوسرے مقام پر ان کو اللہ تعالیٰ نے سراج کا نام دیا۔ (وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً) اور ممکن ہے کہ اس سے مراد قرآن ہو۔

۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی (ت:)

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی لکھتے ہیں۔

''اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو نور اور قرآن کو کتاب مبین بیان فرما کر یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریفات واقع ہو گئیں تھیں سب کی اصلاح کر دی۔ (فتح المنان، ۳، ۲۰)

۳۲۔ شیخ صدیقی کاندھلوی (ت:)

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا۔

اگرچہ کچھ شارحین نے قرآن سے نور اور کتاب مبین میں عطف تفسیری مان کر دونوں سے قرآن مراد لیا، مگر ہمارے خیال میں حضرت قتادہ اور زجاج کی بات از روئے بلاغت زیادہ وزنی ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات گرامی اور کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے چونکہ آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل قرآن کی ہدایات کا پرتو اور عکس تھا اس لیے یقیناً آپ کی زندگی پوری انسانیت کے لیے روشنی کا سامان ہے۔ قرآن اگر آفتاب ہے تو حضور انور کی ساری زندگی اس آفتاب کی روشنی ہے۔ (معالم القرآن ۶، ۲۰۶)

۳۳۔ علامہ رشید رضا (ت: 1935)

علامہ رشید رضا مصری نے تین اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

فی المراد هنا ثلاثة اقوال احدها انه النبی ﷺ وثانيها انه الاسلام ثالثها القرآن. (المنار، ۶، ۲۵۳)

اس جگہ نور سے متعلق تین اقوال ہیں (۱) نبی ﷺ (۲) اسلام (۳) قرآن۔

۳۴۔ شیخ مراغی

علامہ مصطفی مراغی مصری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

النور هو النبی ﷺ ويسمى بذلك لانه للبصيرة كالنور ...... فكما انه لولا النور ماادرک البصر شيئا من المبصرات و كذلک لولا ما جاء به النبی ﷺ من القرآن والاسلام لما ادرک ذو البصيره من اهل الكتاب ولا من غيرهم حقيقة الدين الحق ولا ماطرا على التوراة والانجيل من ضياع بعضهما او

نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور ان کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ وہ بصیرت کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے دیکھنے والے کے لیے نور جس طرح اگر نور نہ ہو تو آنکھ مبصرات میں سے کسی شی کا ادراک نہیں کرسکتی اور اسی طرح اگر نبی ﷺ قرآن واسلام نہ لاتے تو صاحب بصیرت اہل کتاب وغیرہ دین حق کی حقیقت کا ادراک نہ کرسکتے اور نہ ہی تورات وانجیل کے بعض حصص کے ضیاع ونسیان پادریوں کا ایک دوسرے کے

سيانه و عبث الرؤساء بالبعض الآخر فاخفاء شئي منه او تحريفه ولظلوا في ظلمات الجهل والكفر لا يبصرون و كتاب مبين هو القرآن الكريم وهو بين في نفسه مبين لما يحتاج اليه الناس لهدايتهم.
(المراغی، ۳، ۸۰)

ساتھ خلط ملط کر کے مخفی کر دینا معلوم نہ ہوتا اور وہ جہالت وکفر کی تاریکیوں میں ہی اللہ اور دیکھ ہی نہ پاتے۔ کتاب مبین قرآن کریم ہے جو از نور روشن اور لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے جس کے محتاج ہیں۔

۳۵۔ شیخ ابن شیبۃ الحمد

شیخ عبدالقادر بن شیبۃ الحمد آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

تاكيد و بيان لعموم رسالته ﷺ وشمولها لجميع اهل الارض عربهم وعجمهم من اميين و كتابيين وان رسالته ﷺ ليست منحصرة في بيان ما كان يخفيه اهل الكتاب من الحق بل هو نور منير و سراج وهاج يغشى السبيل للسالكين.

یہ آیت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کی عموم رسالت میں تاکید و بیان اور تمام اہل زمین کو شامل ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم امی ہوں یا اہل کتاب تو آپ ﷺ کی رسالت صرف اس کے بیان واظہار تک ہی محدود نہیں جو اہل کتاب نے چھپایا تھا بلکہ آپ نور منیر اور چمکدار چراغ ہیں جو سالکین کے لیے راستہ روشن کرتا ہے۔

(تهذيب التفسير في تجريد التاويل، ۳، ۱۲۶)

۳۶۔ امام اجزی کلبی (ت:)

امام محمد بن احمد جزی کلبی نور اور کتاب کی مراد واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

(نور و كتاب مبين) محمد ﷺ والقرآن. نور سے مراد محمد اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔ (کتاب التسہیل لعلوم التنزیل، ۲، ۱۷)

۳۷۔ شیخ ہروی شافعی

شیخ محمد امین بن عبداللہ علوی ہروی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

(قد جاء كم) ايها الناس (من) عند (الله) سبحانه و تعالى (نور) اى رسول وهو محمد صلى الله عليه وسلم (و كتاب مبين) اى مظهر

لوگو تمہارے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نور آ گیا یعنی رسول ﷺ اور

للحق من الباطل وهو القرآن. (حدائق الروح والريحان في روابي علوم القرآن، ۷، ۱۷۷)

اس سے مراد ذات محمد ہے اور کتاب مبین جو حق کو باطل سے ظاہر کرتی ہے اور یہ قرآن ہے۔

۳۸۔ امام ابوعمر بن عادو دمشقی

اور نور سے محمد ﷺ کی ذات ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور سے مراد سلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

۳۹۔ امام برھان الدین بقاعی

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنھوں نے شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرنے والی۔

۴۰۔ امام ابوالسعود عمادی

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور لوگوں پر مخفی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات کے منزلہ میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ از روئے ذات اتحاد مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد مذکور بعدی ہوگا۔

۴۱۔ امام سیوطی

(نور) یہ نبی ﷺ کا نور (وکتاب) قرآن (مبین) واضح ظاہر (یهدی به) الی بالکتاب.

۴۲۔ امام ثعلبی مالکی

(قد جاء کم من اللہ نور) یہ محمد ﷺ ہیں۔ (وکتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔

۳۸۔امام ابوعمر بن عادل دمشقی (ت۔۸۸۰)

امام ابو حفص محمد بن عادل دمشقی 'فصل فی معنی الآیة' کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں۔

والمراد بالنور محمد علیه الصلاة والسلام وبالکتاب القران وقیل المراد بالنور الاسلام و بالکتاب القرآن وقیل النور الکتاب والقرآن وهذا ضعیف لان العطف یوجب التغایر.

(اللباب فی علوم الکتاب، ۷:۲۵۹)

اور نور سے محمد ﷺ کی ذات اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف مغایرت کا متقضی ہوتا ہے۔

۳۹۔امام برھان الدین بقاعی (ت، ۸۸۵)

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی کے الفاظ ہیں۔

(نور) ای واضح النورانیة وهو محمد صلی الله علیه وسلم الذی کشف ظلمات الشک والشرک و دل علی جمعه مع فرقه لقوله (و کتب) ای جامع (مبین) ای بین فی نفسه مبین لما کان خافیا علی الناس من الحق. (نظم الدرر.....۲:۴۱۹)

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنھوں نے شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرنے والی۔

۴۰۔امام ابوالسعود عمادی (ت ۹۵۱)

امام ابوالسعود محمد بن محمد العمادی (وکتاب مبین) کے تحت لکھتے ہیں۔

القرآن لمافیه من کشف ظلمات الشرک والشک وابانة ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتنزیل المغایرة بالعنوان منزلة المغایرة بالذات وقیل المراد بالاول هو الرسول

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور لوگوں پر مخفی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات کی منزل میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے

صلی اللہ علیه وسلم وبالثانی القرآن (یهدی به الله) توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات او لکونهما فی حکم الواحد او ارید یهدی بما ذکر.

کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ از روئے ذات اتحاد مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد بمعنی مذکور ہوگا۔

(ارشاد العقل السلیم، ۳: ۱۸)

۲۱۔ امام سیوطی (ت، ۹۱۱)

امام جلال الدین سیوطی نے نور اور کتاب کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔

(نور) هو نور النبی صلی اللہ علیه وسلم (و کتاب) قرآن (مبین) مبین ظاهر (یهدی به) ای بالکتاب.

(نور) یہ نبی ﷺ کا نور (وکتاب) قرآن (مبین) واضح ظاہر (یھدی بہ) بذریعہ کتاب۔

۲۲۔ امام ثعلبی مالکی (ت ۸۷۵)

امام عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی مالکی کے الفاظ ہیں۔

(قد جاء کم من الله نور) هو محمد صلی الله علیه وسلم (و کتاب مبین) هو القرآن و یحتمل ان یرید موسی علیه السلام والتوراة. والاول هو ظاهر الایة وهو اظهر.

(قد جاء کم من اللہ نور) یہ محمد ﷺ ہیں۔ (وکتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔

(جواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ۲: ۳۶۵)

اپنے اکابرین کی بھی سن لیجیے

یہاں ہم کچھ حافظ صاحب کے اکابرین کی تفاسیر کا حوالہ بھی ذکر کیے دیتے ہیں کہ انھوں نے بھی نور سے سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس مراد لیا ہے۔

۱۔ قاضی شوکانی (ت، ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقیل الاسلام (و کتاب مبین) القران فانه

امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا اسلام ہے (وکتاب مبین)

المبين والضمير في قوله (يهدي به) الى الكتاب او اليه والى النور لكونهما كالشئي الواحد.

قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا ہے ارشاد الٰہی (یھدی بہ) میں ضمیر کتاب کی طرف ہے یا کتاب اور نور دونوں کی طرف ہے اس لیے کہ وہ دونوں ایک ہی شی کی طرح ہیں۔ (فتح القدیر، ۲، ۲۳)

۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابوالطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

قال الزجاج النور محمد وقيل الاسلام (و كتاب مبين) فانه مبين.

امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ بعض نے کہا اسلام مراد ہے اور کتاب مبین قرآن ہے کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔ (فتح القدیر، ۲۔ ۲۳۳)

۳۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

قيل النور محمد وقيل هو الاسلام.

بعض نے کہا نور سے مراد محمد ہیں جبکہ بعض نے کہا اسلام مراد ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی، ۷، ۹)

۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری

انھوں نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا۔

اس آیت میں وجود باجود نبی اکرم کو نور بتلایا گیا۔ (شرح اسماالحسنی ص ۱۵۱)

۵۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اللہ تعالی نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا۔ (ایضا، ۱۵۳)

اپنی سیرت پر کتاب رحمۃ للعالمین میں رقمطراز ہیں۔

انہی کا مبارک نام سورۃ المائدہ میں نور بتلایا گیا۔ قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ کی ذات بتایا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

۶۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری

یہ اپنی تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ تمہارے پاس اللہ کا نور محمد اور روشن کتاب (تفسیر ثنائی، سورۃ المائدہ ۱۱۰۰) قرآن شریف آئی۔

۷۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی (ت، ۱۳۳۸)

آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھ کر حاشیہ میں نور سے مراد یوں واضح کرتے ہیں۔

محمد یا...... دین اسلام۔

(بتویب القرآن، ۱۳۹)

۸۔ حافظ محمد لکھوی

یہ لکھتے ہیں نور سے محمد یا اسلام جو دین ربانی ہے۔ (تفسیر محمدی، ۲۳)

معتزلہ (اہل بدعت) کی رائے

اوپر جن ائمہ اور اہل علم کی تفاسیر گزریں وہ تمام کے تمام اہل سنت یا اہل حدیث ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ دونوں سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ حافظ صاحب کہہ رہے ہیں ہاں معتزلہ کی رائے موصوف سے ملتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

زمخشری کی تفسیر

شیخ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (ت، ۵۲۸) آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین) القرآن لکشفه ظلمات الشرک والشک والا بانة ماکان خافیا عن الناس من الحق اولانه ظاهر الاعجاز. (الکشاف، ۱، ۶۱۷)

(قد جاکم من اللہ نور و کتاب مبین) دونوں سے قرآن مراد ہے اس لیے کہ وہ شرک و شک کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور اس کے لیے کہ وہ لوگوں پر مخفی حق کو ظاہر کرتا ہے اور اس لیے کہ وہ ایک ظاہری معجزہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی اہل سنت کے موقف کے بعد شیخ ابوعلی جبائی معتزلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے نور سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔

واقتصر علی ذلک الزمخشری. زمخشری نے تو قرآن ہی مراد لیا ہے۔

(روح المعانی ۶:۳۶۷)

ایک اور معتزلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قال ابو علی الجبائی عنی بالنور القرآن — کہ ابو علی جبائی نے نور سے مراد قرآن لیا ہے۔ (ایضاً)

یہ موقف ضعیف ہے

امام فخر الدین رازی اس موقف کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

الثالث: نور والکتاب هو القرآن. — نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وهذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیه. (مفاتیح الغیب، ب ۶، ۳۲۷) — اور یہ ضعیف ہے اس لیے کہ عطف معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت کا متقضی ہوتا ہے۔

ملاحظہ کیا اہل سنت کے لوگ کیا لکھ رہے ہیں اور ہمارے یہ دانشور حضرات کیا کہہ رہے ہیں اوپر آپ نے پڑھا کہ نور و کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لینا اہل بدعت کا موقف ہے اور یہ ضعیف ہے۔ پھر اسی کو قرار دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟

ضمیر کا معاملہ

ان لوگوں نے اپنے موقف پر "یھدی به" کی ضمیر سے تائید ذکر کی ہے کہ یہ بتا رہی ہے کہ ان دونوں سے قرآن ہی مراد ہے کیونکہ یہ واحد ہے اگر دو چیزیں مراد ہوتیں تو بھما ہوتا اس سلسلہ میں گزارشات درج ذیل ہیں۔

1- حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟

اگر واو تفسیری بناتے ہوئے دونوں سے ایک ہی چیز مراد لی جائے تو کہاں ضروری ہے کہ وہ قرآن ہی ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد کیوں نہیں لی جا سکتی۔

ہم کہتے ہیں کہ نور و کتاب دونوں سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اس پر ائمہ امت کی تصریحات موجود ہیں۔

1- حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۴) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کچھ لوگ اسے واو تفسیری بنا کر اس پر کیوں مصر ہیں کہ دونوں سے قرآن ہی مراد ہے، ان سے

ہم کہتے ہیں۔

وای مانع من ان یجعل النعتان للرسول صلی اللہ علیہ وسلم فانہ نور عظیم لکمال ظہورہ بین الانوار و کتاب مبین حیث انہ جامع لجمیع الاسرار ومظہر الاحکام والاحوال والاخبار.

اور دونوں صفات رسول ﷺ کے لیے ثابت کرنے میں کیا مانع ہے؟ اس لیے کہ وہ عظیم نور ہیں اس لیے کہ انوار کے مابین ان کا ظہور کامل ہے اور ان کو کتاب مبین کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ تمام بھیدوں کے جامع اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح الشفاء، ۱:۴۲)

2- علامہ محمود آلوسی نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

ولا بعد عندی ان یراد بالنور والکتاب المبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعطف علیہ کا لعطف علی ماقالہ الجبائی ولاشک فی صحۃ اطلاق کل علیہ علیہ الصلاۃ والسلام. (روح المعانی، ۶، ۳۶۷)

اور میرے نزدیک اس بات میں کوئی بُعد نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین سے نبی ﷺ کی ذات مراد لی جائے اور عطف تفسیری ہو۔ جیسے جبائی نے کہا اور دونوں صفات کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر اطلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

دونوں کا وصف ایک ہے

دوسری بات ضمیر کے حوالہ سے اہل علم نے یہ کہی ہے کہ جب دونوں چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو ان کی طرف واحد ضمیر لوٹائی جا سکتی ہے وہاں تثنیہ ضمیر کا لانا ضروری نہیں ہوتا۔ چونکہ قرآن اور حضور ﷺ کی ذات وصف ہدایت میں مشترک ہیں دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف ہادی ہیں لہذا ضمیر واحد ہی لائی گئی۔ اس پر بھی تمام مفسرین نے تصریح کی ہے۔ ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- علامہ محمود آلوسی "یہدی بہ اللہ" کے تحت رقمطراز ہیں۔

توحید الضمیر لاتحاد المرجع بالذات اولکونہما فی حکم الواحد اولکون المراد یہدی بما ذکر.

ضمیر کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ بالذات مرجع ایک ہے یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جس کا ماقبل میں ذکر ہوا یعنی دونوں ہدایت دیتے ہیں۔ (روح المعانی، ۶: ۳۶۷)

2- شیخ صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی جواب دیتے ہوئے لکھا۔

والضمیر فی یهدی به الله راجع الی الکتاب او الیه والی النور لکونهما کالشئی الواحد.

اور یهدی به الله میں ضمیر کتاب کی طرف یا کتاب اور نور دونوں کی طرف لوٹ رہی ہے اس لیے کہ دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

(فتح البیان ۲:۲۳۳)

3- یہ انھوں نے شیخ محمد علی شوکانی کے الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ (فتح القدیر، ۲:۲۳)

4- قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

وحد الضمیر لان المراد بهما اما واحد او کو احد فی الحکم.

ضمیر اس لیے واحد لائی گئی کیونکہ دونوں سے مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح ہے۔ (المظہری ۳:۶۷)

5- علامہ ابوالسعود محمد عمادی (ت، ۹۵۱) نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات اولکونهما فی حکم الواحد او ارید بهدی بما ذکر.

ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ بالذات مرجع متحد ہے یا دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جو ماقبل میں مذکور ہے۔ (ارشاد العقل السلیم، ۳:۱۸)

اب تک سات میں سے تین چیزوں پر گفتگو ہو چکی ہے چوتھی بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ...... اول ماخلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ یہی بات شیخ احسان الہٰی ظہیر نے لکھی تھی اس کا نہایت ہی کافی وشافی جواب ہمارے استاد گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ نے لکھا ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا۔

یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا:

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث،

احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔

اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مجموعہ رسائل "نور وسایہ" ص ۸۔۷)

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی "دلائل النبوۃ" میں بنحوہ روایت کی..... اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی "مواہب لدنیہ" اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی "مطالع المسرات" اور علامہ زرقانی "شرح مواہب" اور علامہ دیار بکری "خمیس" اور شیخ محقق دہلوی "مدارج النبوۃ" وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظۂ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ "کما بیناہ فی منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" لا جرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں۔

وقد خلق کل شیء من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح۔

بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔

(مجموعہ رسائل "نور وسایہ" ص ۹۔۸)

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کیے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے پرورکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ (البریلویہ ص ۱۰۳)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ کھلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ احسان الٰہی نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

1- امام بخاری ومسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب ج 1، ص 56، تاریخ الخمیس، ج 1، ص 20)

3- نظام الدین حسن نیشاپوری (م 728ھ) کی تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ "وانا اول المسلمین" کی تفسیر میں لکھا: "کما قال اول ما خلق اللّٰہ نوری" جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ غرائب القرآن (مصطفی البابی، مصر، ج 8، ص 66)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکریم جیلی (م 805ھ) اپنی کتاب..... الناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح کو پیدا فرمایا۔

(جواہر البحار، عربی (مصطفی البابی، مصر، ج 4، ص 220)

5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

یاجابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ. اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج 1، ص 55)

6- امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م 1044ھ/1635ء) سیرت حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفیہ انہ اصل لکل موجود واللہ تعالی اعلم. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

("سیرت حلبیہ" مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج 1، ص 31)

7- علامہ اسمٰعیل بن محمد عجلونی (م 1162ھ) "کشف الخفاء" میں یہ حدیث ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

("کشف الخفاء ومزیل الالباس، مکتبہ غزالی، بیروت ج 1، ص 265)

8- (عمر بن احمد الخرپوتی (م 1299ھ/1882ء) نے شرح قصیدہ بردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی۔ ("عصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ" نور محمد، کراچی، ص 73)

9- (امام عبدالغنی نابلسی (م 1143ھ/1730-31ء) کی 'الحدیقۃ الندیہ' میں ہے: حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمعیۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

(مکتبہ نوریہ، فیصل آباد، ج 2، ص 375)

10- علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (م 966ھ) نے تاریخ خمیس میں یہ روایت معنیً نقل کی ہے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، موسسۃ شعبان، بیروت، ج 1 ص 19)

11- امام علامہ شرف الدین بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م 1204ھ) صاحب تفسیر الجمل ''الفتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ'' ص 6، ادارہ محمد عبداللطیف حجازی، قاہرہ)

-12 امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں۔

فقیہ خطیب ابوالربیع کی کتاب ''شفاء الصدور'' میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس نور عرش، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، نور قلم، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، لوح محفوظ کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس و قمر اور آنکھوں کا نور، نور مصطفےٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصا) (دارالکتاب العربی، بیروت، ج 2، ص 34)

-13 علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(''الانوار فی مولد النبی محمد'' نجف اشرف، ص 5)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کے پیدا کیے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

-14 علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(روح المعانی، طبع بیروت، ج 17، ص 105)

ایک جگہ حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج 8، ص 71)

-15 علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م 1320ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ "النعمۃ الکبری علی العالم" کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(جواہر البحار (مصطفےٰ البابی، مصر) ج 3، ص 354)

-16 علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیء" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے ان کا سبب ہیں۔ ("مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعۃ التازیہ ص 221)

-17 علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (السراج المنیر وبیسرۃ الصغیر (طبع دمشق ص 14-13)

-18 محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے "المورد الروی" میں "مصنف عبدالرزاق" کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(م 1014ھ) المورد الروی فی المولد النبوی تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن 1400ھ/1980ء، ص 40)

-19 مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لیے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ "المورد الروی" ص 40)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- ابن حجر مکی (م 974ھ) کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"وانما الذی رواہ عبدالرزاق انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ."

عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ، مصطفیٰ البابی، مصر، ص 247)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی "آثار المرفوعہ" میں امام عبدالرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اول ہونا اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(آثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ص 34-33)

22- یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: حجۃ اللہ علی العالمین (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص 28)

23- (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، (م 1052ھ) مدارج النبوۃ میں ہے:

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ "اول ما خلق اللہ نوری"

(مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ج 2، ص 2)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

بدا اللہ سبحانہ الخلق بالنور المحمدی ثم بالما ثم خلق العرش علی المائم

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا،

خلق الروح ثم خلق النون والقلم واللوح ثم خلق العقل فالنور المحمدی مادة اولیة ...... السموات والارض. پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادۂ اوّلیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں 12 ق ن)

(ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص 56)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(نشر الطیب (تاج کمپنی، لاہور) ص 6)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانچہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" برآں دلالت می دارد جیسے کہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ (طبع ملتان) ص 11)

27- رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک...... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اول ما خلق اللہ نوری" کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی) ص 157)

اس سے پہلے مدارج النبوۃ کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے...... فیا للعجب۔ (عقائد و نظریات ۲۶۵ تا ۲۷۴)

حدیث نور کی بازیافت

یہ تمام گفتگو علمی اور تحقیقی ہے، اہل علم کی نقل ہمارے لیے حجت ہے۔ بحمداللہ اب تو مصنف عبدالرزاق کا وہ گم شدہ حصہ جزء المفقود کے نام سے طبع ہو کر آگیا ہے اور اس میں صحیح

سند کے ساتھ حدیث موجود ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر، عن جابر، قال: سالت رسول الله ﷺ، عن اول شیء خلقه الله تعالیٰ؟ فقال: هو بنور نبیک یاجابر.

پانچویں بات کا رد

موصوف نے پانچویں بات یہ کہی کہ "یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اس لیے اسے مسترد کر دینا چاہیے، یہ بات بھی نہایت ہی غلط ہے اس روایت کو تمام محدثین نے قبول کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا کیونکہ وہ اس کی سند سے آگاہ تھے مثلاً اوپر آیا۔

1۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) لکھتے ہیں۔

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق الله نوری.

حدیث صحیح میں آیا کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

(مدارج النبوۃ ۲:۲)

2۔ امام عبدالغنی نابلسی (ت، ۱۱۴۳) کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وهو صاحب الجمیعة الکبری وکیف وقد خلق کل شئی من نوره صلی الله علیه وسلم کما ورد به الحدیث الصحیح.

حضور ﷺ صاحب جمعیت کبریٰ ہیں ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہر شی آپ ﷺ کے نور سے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ اس بارے میں صحیح حدیث وارد ہے۔

(الحدیقۃ الندویۃ، ص ۳۷۵)

اب تو اعتراض ختم ہو گیا۔

اب تو روایت صحیح سند کے ساتھ سامنے آ چکی ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر رضی الله عنه قال سالت رسول الله ﷺ عن اول شئی خلقه الله تعالیٰ فقال هو نور نبیک یا جابر. (جزء المفقود من المصنف)

جب صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے اور اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں تو اب یہ اعتراض ختم ہو گیا۔

چھٹی بات کا رد

اس سے موصوف کی چھٹی بات کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ شیخ ناصر الدین البانی کی تحقیق کو مانا جائے کیونکہ البانی نے اس روایت کی صحت تسلیم نہیں کی لیکن موصوف اس پر غور فرمائیں کہ دنیا میں صرف البانی ہی محدث پیدا ہوا ہے چودہ صدیوں میں امت میں کوئی ان سے بڑا محدث نہیں آیا۔ ہم ان محدثین اور اہل علم کی بات کیوں نہیں تسلیم نہیں کر رہے۔ جن سے استفادہ کر کے البانی جیسے لوگ محدث بنے ہیں۔

حافظ صاحب محدث البانی کی تحقیق تو قوم کو بتاتے ہیں مگر وہ امت کے مسلمہ محدثین، اہل سیر اور صوفیاء کی تطبیق قوم کے سامنے لانے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ اہل علم کی دیانت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ پوری بات لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ وہ صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں کیونکہ ان کی رسائی اصل ماخذ ومصادر تک نہیں ہوتی وہ اہل علم کی تحقیق پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اگر وہ ڈنڈی مارنا شروع کر دیں تو پھر دین کا کیا بنے گا؟

محدثین اور احادیث میں موافقت

ہمیشہ سے اہل علم نے اس روایت کو نہ صرف صحیح مانا بلکہ دیگر روایات جن میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ سب سے پہلے عقل پیدا کی، سب سے پہلے پانی پیدا کیا، ان تمام میں موافقت وتطبیق دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ نور محمدی ﷺ کی تخلیق حقیقی طور پر سب سے پہلے ہے اور دیگر کی تخلیق اسی نور کے فیض سے ہے۔

ہم یہاں کچھ اہل کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ آشکار ہو جائے کہ امت مسلمہ کی ائمہ دین یہی مانتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا۔

1- امت کے عظیم محدث امام بدرالدین عینی (ت، ۸۵۵) شرح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ روایات مختلف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نور وظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی کو پیدا فرمایا اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان الاولیة نسبی و کل شئی قیل فیه انه اول فهو بالنسبة الی مابعدها.

کہ اولیت اضافی امر ہے اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اول ہے وہ اس کے

(عمدۃ القاری ۱۵۔۱۰۹) ماجد کے لحاظ سے ہے۔

2۔ عقائد کے امام سید شریف علی بن محمد جرجانی (ت، ۸۱۶) المواقف کے اس جملہ اول ما خلق اللہ العقل کا وورد فی نصا لحدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس روایت اور دیگر روایات کے درمیان تطبیق یوں دی ہے۔

اول ما خلق الله القلم و اول ما خلق الله نوری. اس اعتبار سے کہ وہ مجرد ب ..... اس کو ذات و مبدا سمجھا جاتا ہے اسے عقل کیا جائے گا اس لحاظ سے کہ دیگر موودات اور نفوس علوم صادر ہوتے ہیں اس کا نام قلم ہے اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے فیضان کا واسطہ ہے وہ سید الانبیاء کا نور ہے۔ (شرح المواقف، ۲۵۴)

3۔ شیخ الاولیاء حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی (ت، ۵۶۱) اپنی کتاب سر الاسرار میں ابتدا خلق کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال نور سے روح محمدی ﷺ کو پیدا کیا جس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے کہ اول ما خلق الله روحی اول ما خلق الله نوری اور یہاں دیگر روایات بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں موافقت یوں ہے۔

فالمراد منها شئی واحد وهو الحقيقة المحمدية لكن سمی نوراً لكونه صافيا عن الظلمات الجلالية كما قال الله تعالىٰ قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين.

ان سے مراد ایک ہی شی ہے اور وہ حقیقت محمدیہ ہے لیکن تاریکیوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس کا نام نور ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔ بلاشبہ تمہارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب، اس کا نام

وعقلا لكونه مدركاً للكليات وقلما لكونه سبباً بنقل العلم كمارن القلم سبب له فی عالم الحروفات فالروح المحمدية خلاصة الاكوان واول الكائنات واصلها كما قال عليه الصلاة والسلام انا من الله والمومون

عقل ہے ..... کلیات کا ادراک کرتی ہے اس کا نام قلم اس لیے ہے کہ یہ نقل علم کا سبب ہے جیسے قلم عالم حروفات میں نقل کا سبب ہے تو روح محمدی تمام جہانوں کا خلاصہ اور تمام کائنات سے پہلے اور اس کی اصل ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

منى وخلق الله الارواح كلها منه في عالم الرحوت.

(سر الاسرار فيما يحتاج اليه الابرار ۸)

ہے میں اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ پیدا ہوا اور تمام اہل ایمان مجھ سے پیدا ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے عالم لاہوت میں تمام ارواح کو آپ کے فیض سے پیدا کیا گیا۔

4- امام نجم الدین رازی اپنی روایات میں موافقت یوں بیان کرتے ہیں۔

الاحاديث الثلاثة مقبولة و مصداقها واحد و قدتحير كثير من الناس في قوله صلى الله عيه وسلم اول ماخلق الله القلم وكيف هو؟ (مرصاد العباد)

یہ تینوں احادیث مبارکہ مقبول اور ان مصداق ایک ہی شی ہے بہت سارے لوگ ارشاد نبوی سب سے پہلے راںگاہ سے قلم پیدا کیا کے حوالے سے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن اس سے مراد روح محمدی ہی ہے۔

5- امام عبدالوہاب شعرانی (ت،۹۷۳) نے سوال و جواب کی صورت میں لکھا۔

قد ورد في الحديث اول ماخلق الله نوري و في رواية اول ماخلق الله العقل فما الجمع بينهما؟

حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور کو پیدا کیا دوسری روایت میں ہے کہ سب سے پہلے اس نے عقل کو پیدا کیا تو ان میں موافقت اس طرح ہو گی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

ان منا هما واحد لان حقيقة محمد صلى الله تارة بعير عنها بالعقل الاول وتارة بالنور.

(اليواقيت والجواهر ۲، ۲۰)

ان دونوں کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ حقیقت محمدی ﷺ کو کبھی عقل کہا جاتا اور کبھی اسے نور کا نام دیا جاتا ہے۔

6- شیخ عبدالکریم جیلی (ت،۸۰۵) فرماتے ہیں یہ تینوں معانی اور اشیاء ایک ہی ہیں ہاں ان کی تعبیر مختلف الفاظ سے ہوتی ہے ان کے الفاظ ہیں۔

فعلم بذلك اتحاد هذه الثلاثة المعاني واختلافها انما هو من صحة التعبير فكان صلى الله عليه وسلم اول موجود خلقه الله تعالى بلا

اس سے معلوم ہو گیا کہ تینوں معانی (عقل، قلم، روح محمدی) ایک ہی ہیں۔ ان میں بظاہر اختلاف تعبیر کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے پہلے بلاواسطہ پیدا کیا

واسطة وهذه الروح المحمدية المسماة بالعقل الاول ...... مظهر الذات فى الوجود فافهم.	یہ روح محمدی جسے عقل اول کہا جاتا ہے وجود میں اس ذات اقدس کا مظہر ہے۔

(جواهر البحار، ۴، ۲۲۰)

-7 امام حسین بن محمد دیار بکری (ت، ۹۶۶) نے تطبیق دیتے ہوئے لکھا کہ اول حقیقی نور محمدی ہے اور عقل وقلم کی اولیت اضافی ہے۔

وجه الجمع بين الاحاديث المختلفة المذكورة على تقدير صحة الكل ان يقال اول الحقيقى نور نبينا صلى الله عليه وسلم واولية العقل والقلم اضافيه يعنى اول مخلوق من المجردات العقل ومن الاجسام القلم.	ان تمام مذکورہ بظاہر مختلف احادیث موافقت یوں ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تعبیر درست ہے تو اول حقیقی ہمارے نبی ﷺ کا نور ہوئے اور قلم وعقل کا اول ہونا اضافی ہے یعنی مجردات ہی سب کے لیے عقل اور اجسام میں سب سے پہلے قلم ہے

آگے محققین کی رائے یوں ذکر کرتے ہیں۔

واهل التحقيق على ان المراد من هذه الاحاديث شئى واحد لكن باعتبار نسبه و حثياته تعددت العبارات. (تاريخ الخميس، ١، ٢٠)	اھل تحقیق کے ہاں ان احادیث مبارکہ سے مراد ایک ہی تھی۔ البتہ نسبت اور حیثیت کی وجہ سے تعبیر میں اختلاف ہے۔

-8 حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے متعدد مقامات پر اسی تطبیق اور موافقت کا تذکرہ کیا ہے۔

-1 المورد الروی میں لکھتے ہیں۔

ان اول الاشياء على الاطلاق النور المحمدى ثم الماء ثم العرش ثم القلم فذكر الاولية فى غير نوره صلى الله عليه وسلم اضافى.	مطلقاً ہر شئی سے پہلے نور محمدی ہے اس کے بعد پانی ہر عاشق پر قلم کو پیدا کیا گیا ہے تو سرور عالم ﷺ کے نور اقدس کے علاوہ کی اولیت اضافی ہے۔

(المورد الروى، ۴۴)

-2 مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ میں المواہب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الاول هو النور المحمدی علی ماہینته فی المورد. (مرقاۃ، ۱: ۱۶۶)

سب سے پہلے نور محمدی ہے جس کا ذکر میں نے المواہب میں کیا ہے

-9 حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے اول مخلوق ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اختلفوا فی اول المخلوقات بعد النور المحمدی.

ہاں نور محمدی کے بعد اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون پیدا ہوا؟

اس کے بعد متعدد روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

فعلم ان اول الاشیاء علی الاطلاق النور المحمدی ثم الماء ثم العرش

(اشرف الوسائل، ۳۷،۳۲)

سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی پھر پانی اور اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔

-10 امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ت،) شیخ حسن دہلوی کے نام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا کیا ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے باقی کو فیض ملتا ہے ان کے الفاظ ہیں۔

وهو اصل الحقائق قال صلی الله علیه وسلم اول ماخلق الله نوری وقال خلقت من نور الله والمومنون من نوری فلا جرم هو واسطة بین سائر الحقائق و بین الله ......

(مکتوبات ربانی، دفتر سوم)

آپ ﷺ تمام حقیقتوں کی اصل ہیں آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالی نے میرے نور کو پیدا کیا اور فرمایا اللہ کے نور سے اور اہل ایمان کو میرے نور سے پیدا کیا تو بلاشبہ ویقیناً آپ اللہ تعالی اور تمام مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

ہمیں خوب غور کرنا چاہیے، کیا پہلے ساری امت قرآن وسنت سے ناواقف تھی یا وہ ہماری نسبت اس سے زیادہ ان سے آگاہ تھی۔

جو انھوں نے احادیث میں تطبیق دی وہ ہمیں کیوں قبول نہیں، صرف اس لیے کہ وہ ہمارے نے نکتہ نظر کے مخالف ہے۔

اگر ہم ان تمام اہل علم کی تطبیق و موافقت کو مانتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق اول اور نور محمدی کو تسلیم نہیں کرتے تو شیخ البانی کو کون مانے گا؟ جس کی تحقیق و ثقاہت چیلنج ہو چکی ہے اور اس کے ہزار ہا علمی تضادات سامنے آ چکے ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم دل و جان کے ساتھ ان تمام محدثین، مفسرین اور صوفیاء کی تحقیق تسلیم کر کے اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کریں نہ کہ اس کو رد کر کے ایک نئے راستے پر چل پڑیں جسے اسلام اہل بدعت کی راہ قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ ارشاد الٰہی قد جاء کم من اللہ نور میں نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینے والے اہل سنت اور اس کا انکار کرنے اہل بدعت ہیں۔

۱۱۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (ت ۱۳۰۴) نے رسالت مآب ﷺ کے نور کی تخلیق کا بیان کرتے ہوئے یہ اہم نوٹ دیا ہے۔

قدثبت من روایة عبدالرزاق اولیة النور المحمدی خلقاً و سبقت علی المخلوت سبقاً. (الاثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة : ۴۳)

امام عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کی اولیت از روئے تخلیق اور تمام مخلوقات پر سبقت ثابت ہے۔

۱۲۔ امام ابوالحسن بن عبداللہ البکری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں۔

اول ماخلق نور حبیبه ﷺ قبل ان یخلق الماء والعرش والکرسی واللوح والقلم. (الانوار فی مولد النبی محمد ۵۷)

جس شئی کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق کیا وہ اس کے حبیب ﷺ کا نور ہے جسے اس نے آسمان، عرش، کرسی، لوح اور قلم سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔

۱۳۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری (۹۶۶) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تو فرمایا، اے جابر:

هو نور نبیک خلقه ثم خلق منه کل

وہ تیرے نبی ﷺ کا نور ہے جسے اس نے

شئی و خلق بعده کل شئی.

پیدا کیا پھر اس سے اس کے بعد ہر شئی تخلیق کی۔

(تاریخ الخمیس فی احوال نفس نفیس، ۱۹/۱)

۱۴۔ امام محمد بن مہدی فاسی (ت، 1052) حدیث نور اور دیگر روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

هذه احادیث دالة علی اولیته ﷺ وتقدمه علی غیره من جمیع المخلوقات وانه سببها.

یہ احادیث نبی ﷺ کی باقی تمام مخلوقات پر اولیت و تقدم پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ مخلوق کا سبب تخلیق ہیں۔

(مطالع المسرات، ۲۲۱)

۱۵۔ امام ابن الحاج مالکی (ت، ۷۳۷) امام ابوالربیع کی شفاء الصدور کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔

ان اول ماخلق الله تعالی نور محمد ﷺ الی اربعة اجزاء تخلق من الجزء الاول العرش ومن الثانی القلم ومن الثلث اللوح.

بلاشک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق فرمائی وہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ پھر اسے چار اجزاء میں تقسیم کیا۔ جزء اول سے عرش جزء ثانی سے قلم اور جزء ثالث سے لوح کو تخلیق کیا۔

(المدخل، ۲۲/۳)

۱۶۔ شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک پیدا کیا) ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وقد اختلف هل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی.

نور محمدی کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ کیا سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا ہے؟

(المواهب اللدنیه، ۹۲/۱)

یعنی سرور عالم ﷺ کے سب سے پہلے ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں اگر اختلاف ہے تو دیگر اشیاء میں ہے اور اگر کوئی اولیت قلم کی حدیث سامنے لائے تو ہم یوں موافقت کر لیں گے

٭ مصنف کتب کثیرہ، مترجم، مصلح اور خطیب (شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور۔ امیر، کاروانِ اسلام)

فتجمع بینه و بین ماقبله بان اولیة القلم الی ماعدا النور المحمدی والماء.

کہ اس میں اور دیگر روایات کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ قلم، نور محمدی، پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے ہے۔

(ایضاً ۹۴)

۱۷۔ امام محقق جلالی (ت) لکھتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جوہر ایسد نورانی کو پیدا فرمایا۔

بعرف حکما انرا عقل اول خوانه و دربعضے اخبار تعبیر ازاں بقلم اعلی رفته و اکابر ائمه کشف و تحقیق انرا حقیقت محمدیه خوانند.

بعض حکماء اس کو عقل اول کہتے ہیں اور بعض احادیث میں اس کو قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا اور اکابر ائمہ کشف وتحقیق اس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔

(اخلاق جلالی، ۲۵۹)

۱۸۔ مناطقہ کے سربراہ امام سید زاہد ہروی (ت) رقمطراز ہیں کہ علم تفصیلی کے چار مراتب ہیں۔

احدهما مایعبر عنه بالقلم والنور والعقل فی الشریعة وبالعقل الکل عند الصوفیة وبالعقول عند الحکماء
(حاشیة علی حواشی ملا جلال ۹۲۰)

مرتبہ اولیٰ وہ ہے جسے شریعت میں قلم اور نور اور عقل کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور صوفیاء کے نزدیک عقل کل سے تعبیر کیا جاتا اور حکماء کے نزدیک عقول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۹۔ اہل حدیث فاضل نواب وحید الزماں حیدرآبادی (ت) نے لکھا۔

بدا الله سبحانه الخلق بالنور المحمدی ثم خلق العرش علی الماء ثم خلق الریح ثم خلق النون (ای الدواة) والقلم واللوح ثم خلق العقل، فالنور المحمدی مادة اولیة لخلق السموات والارض وما فیها.

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی کے اوپر عرش کو پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پس نور محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لیے مادہ اولیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وما ورد فی الحدیث اول ماخلق الله القلم واول ماخلق الله العقل فالمراد به الاولیة الاضافیة.

حدیث پاک میں جو وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور عقل کو پیدا کیا اس میں قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے۔ (هدية المهدی ٥٦)

یعنی ان کی اولیت اضافی ہے اور نور محمدی اول حقیقی ہے۔

ہم انیس مسئلہ اہل علم کی تطبیق و موافقت بیان کی جن میں ام محدثین، مفسرین اور صوفیاء میں ان کی تطبیق کی...... کر کے شیخ البانی کی تطبیق کو تسلیم کرنا کہاں کا انصاف ہے، اگر حافظ موصوف کی بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ البانی سے پہلے ساری امت جاہل تھی حالانکہ ...... کرنا اور سننا خود جہالت و بدعت ہے۔ یہاں ہر طرح وتحقیق کی روشنی پر کہہ سکتے ہیں کہ البانی نے اہل بدعت کی...... کا اختیار کیا۔ اگر وہ اہل سنت کے راستہ پر گامزن ہوئے تو وہ ایسی بات ہر گز نہ آئے لہذا حافظ صاحب کو الگ...... اختیار کرنے کے بجائے امت کے...... دینا چاہیے۔

رفعتِ ذکرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

مفتی محمد خان قادری



رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکرِ اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوتی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ رب العزت نے جو صفات حضور علیہ السلام کو عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں اگرچہ حقیقتاً وہ صفاتِ اضافیہ ہوتی ہیں مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسے زید کا گھر خالد کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب ہے یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر زید کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالد کے گھر کے کم ہے۔

سورۃ النجم میں بارگاہِ ربّ العزت میں حضور علیہ السلام کے مقامِ قرب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

"پھر وہ قریب ہوا پس وہ (بھی) قریب ہوا اس میں اور محبوب میں دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم"۔

مذکورہ آیت میں قابَ قوسین کے الفاظ مقامِ قرب بیان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جو جلوۂ حسنِ مطلق کا قرب حاصل ہوا تو اس قرب کی کیفیت یہ تھی کہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔

ان الفاظ نے بھی قرب کا بیان کیا مگر مطلق نہیں بلکہ محدود، لیکن اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا اَوْ اَدْنٰى (بلکہ اس سے بھی کم) ان الفاظ نے اس قرب کو قربِ مطلق قرار دے دیا کہ حضور علیہ السلام نے بارگاہِ صمدیت میں جو قرب پایا وہ ان دو کمانوں سے بھی زیادہ قریب تر تھا۔ کتنا قرب تھا؟ اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسے

مطلق رکھا تاکہ قرب متعین نہ ہو جائے۔ قاب قوسین سے بیان کردہ قرب اضافی تھا اور یہ قرب مطلق اور غیر اضافی ہے۔ وہ قرب متصور اور مفہوم تھا مگر یہ قرب غیر متصور، مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قرب کا وہ مقام عطا ہوا جس کا انسانی عقل تصور بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسے الفاظ میں بیان کر سکے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔ (میں فقط تقسیم کنندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے)

یہاں قاسم اور یعطی کا مفعول ذکر نہ کیا تاکہ عطا اور تقسیم محدود نہ ہو جائے۔ کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا شاید اس کے علاوہ عطا اور تقسیم مراد نہیں اور جب کسی ایک شے کا ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے یہ عموم پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کا تقسیم کنندہ ہوں۔ یعنی عطا اور تقسیم دونوں مطلق ہیں۔

یہی بات ورفعنا لک ذکرک میں ہے (ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا)، رفعت فی نفسہ اضافی امر ہے۔ اس میں مدمقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں۔ ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے یا رسلِ عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اس آیتِ مبارکہ میں مدمقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدمِ ذکر واضح طور پہ دال ہے کہ یہاں رفعت سے مراد رفعتِ مطلقہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحبِ رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقامِ رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لک (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعتِ ذکر اس طور پہ ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و سہیم نہ ہو تاکہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

لفظِ لک کی افادیت:

رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کے بیان سے پہلے لفظ لک کی افادیت کا بیان ضروری ہے کہ اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا گیا کیونکہ اگر اس لفظ کا اضافہ نہ کیا جاتا اور بات یوں کہہ دی جاتی: ورفعنا ذکرک

(ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لک کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مفہوم میں مزید محبت، وابستگی اور رضا جوئی کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے"۔ "تیری خاطر" کے الفاظ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا تاکہ تو خوش ہو جائے کیونکہ تیری خوشی ہمیں ہر شئے سے مقدم اور عزیز ہے۔

امام فخر الدین رازی الم نشرح لك صدرك کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

السوال الثانی لم قال اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ولم یقل اَلَمْ نَشْرَحْ صَدْرَكَ.

یہاں سوال یہ ہے کہ الم نشرح صدرك کیوں نہ فرمایا لك کے اضافے میں کیا حکمت ہے؟

امام رازی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:۔

الجواب من وجہین احدھما کانہ تعالٰی یقول لام فائدۃ انما تفعل جمیع الطاعات لاجلی کما قال اِنَّنِیْ یَعْبُدُوْنَنِیْ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لذکری فانا ایضاً جمیع ما افعلہ لاجلك وثانیھا ان فیھا تنبیھا علی ان منافع الرسالۃ عائدۃ الیہ علیہ السلام کانہ تعالٰی قال انما شرحنا صدرك لاجلك لا لاجلی.

(تفسیر کبیر جز ۳۲ ص ۳)

اس کی دو حکمتیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور مقامات پر لام کا ذکر کیا ہے مثلاً اقم الصلٰوۃ لذکری (اے محبوب تو میری یاد کی خاطر نماز قائم کر) یہاں اللہ تعالیٰ نے لام کو اس لام کے عوض ذکر کرکے اشارہ فرمایا کہ اے محبوب جب تیری جمیع عبادات میری خاطر ہیں تو میں بھی جو کچھ کرتا ہوں وہ تیری رضا اور خوشی کیلئے ہے۔ اور دوسری یہ کہ یہ شرح صدر، وضع وزر اور رفعت ذکر کا فائدہ آپ کو ہی پہنچے گا کیونکہ میں تو ان چیزوں کا محتاج نہیں ہوں یہ فقط آپ ہی کی خاطر ہیں۔

اللہ پاک کا سب کچھ اپنے محبوب کی خوشی و رضا کے لیے کرنا اس کی محتاجی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے مگر وہ بتقاضائے محبت ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسانوں کو اس مبارک ہستی کی قدر و منزلت کا

احساس ہو یعنی جب وہ رب ہو کر اس ہستی کی رضا جوئی اور خوشی کا سامان فراہم کرتا ہے تو ہمیں بھی ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کے محبوب کی خوشی نصیب ہو۔ علامہ روح المعانی بھی لفظ لک کے اضافے اور اس کی تقدیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

زیادة الجار والمجرور مع توسیطه بین الفعل ومفعوله للاذعان من اول الامر بان الشرح من منافعه علیه الصلوٰة والسلام ومصالحه مسارعة الی ادخال المسرة فی قلبه الشریف صلی اللہ علیه وسلم۔

(روح المعانی ۳۰: ۱۶۳)

جار مجرور (لک) کا اضافہ فعل (نشرح) اور مفعول (صدر) کے درمیان اسی لیے ذکر کیا تاکہ کلام کو سنتے ہی اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ شرح صدر آپ کی خاطر ہے اور اس کا آپ ہی کو فائدہ ہے اور وجہ یہ کہ آپ کے دل اقدس میں خوشی و مسرت کے جذبات فی الفور پیدا کرنا مقصود ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ میرا محبوب رنجیدہ خاطر ہے بلکہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دل ہر وقت خوش اور راضی رہے۔

مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی وجہ تقدیم اس طرح ذکر کرتے ہیں:-

وتقدیمه علی المفعول الصریح مع ان حقه التأخر للتعجیل المسرة۔ (تفسیر حقانی ۸: ۱۵۵)

لفظ لک مفعول صریح (صدر) سے مؤخر ہونا چاہیے تھا مگر محبوب کریم کے دل میں جذبات مسرت کو فی الفور پیدا کرنے کیلئے اس کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

امام خفاجی لکھتے ہیں:-

وزیادة لک مع عدم الحاجة لها قیل للاشارة الی ان اللہ غنی عن العالمین فاللام تعلیل ای فعلنا ذالک لاجلک لا لاجلنا لعدم احتیاجنا شیٔ من المخلوقات۔

(لک) کا اضافہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود اس لیے کر دیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی ہے یہ سارا کچھ اس نے اپنے محبوب کے لیے کیا ہے کیونکہ وہ تو ان چیزوں سے بالاتر ہے۔

آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں:

بعض مفسرین نے لفظ لک کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے

بیان کیا ہے کہ رفعت، رُتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رُتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی و رفعنا لک ذکرک کے تحت لکھتے ہیں :-

"لک اس لیے بڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رُتبہ آپ کی مِلک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جاتے اور جس کو حضور علیہ السلام دھتکار دیں اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے" (شانِ حبیب الرحمٰن من آیات القرآن : ۲۸۰)

رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے :

دُنیا میں لوگ رفعت کے متلاشی رہتے ہیں لیکن انہیں عزت و رفعت کا نام تک نصیب نہیں ہوتا اور اگر کہیں کسی کو عزت نظر آئے بھی تو وہ چند دن کی اور عارضی عزت ہوتی ہے، جو زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی۔ بعض اوقات عزت ملتی ہے لیکن اس شخصیت کا ادب و احترام دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً اس دُنیا میں ہم اکثر صاحب علم شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کے علم کے گیت گاتے ہیں مگر ان کا دل ان کے ادب و احترام سے خالی ہوتا ہے بلکہ اگر کسی محفل میں آئیں تو اُٹھ کر استقبال کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بخلاف ان لوگوں کے جو حضور علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت و عشق کے جذبات رکھتے ہیں۔ کبھی وہ حُسنِ یار کی بات کرتے ہیں کبھی زلفوں کی سیاہی کو یاد کرتے ہیں، کبھی آپ کے جسمِ اقدس کی تابانی کا ذکر کرتے، سُنتے رات بسر کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سرائی کرنا اور سُننا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ پھر ان کے ساتھ لوگوں کے دلی جذبات وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا اتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے کہ ان کے جوتے کو تک لینا ہی نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر مسلمان اپنا قائد تسلیم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا حضور علیہ السلام سے عشق کا تعلق تھا اور وہ آپ کے ذکر میں وارفتہ رہتے تھے۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رفعت عطا

فرمائی کہ ہر کوئی رشک کرتا ہے۔ کاش یہ بات ہماری سمجھ میں بھی آجائے کہ رفعت فقط حضور علیہ السلام کے ذکر سے مل سکتی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس پر شاہد ہے کیونکہ اس میں ذکرِ مصطفےٰ اور رفعت کو جمع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ذکرِ مصطفےٰ کو بلند کرتا ہے اور جو ذاکرِ مصطفےٰ ہوگا وہ لازماً بلند ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ذکر بلند ہو اور ذاکر بلند نہ ہو۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:-

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمد

(میں اپنے ذکر والفاظ سے حضور کی مدح کو دوبالا اور بلند نہیں کر رہا بلکہ آپ کے ذکر و مدح سے اپنے کلام اور الفاظ کو بلندی بخش رہا ہوں)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے آپ کا ذکر کرنے والا کبھی بھول کر بھی یہ گمان نہ کرے کہ میں آپ کا ذکر بلند کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ اسے مخلوق کی حاجت نہیں رہی۔ ہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعے میں اپنے آپکو بلند کر رہا ہوں۔

رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرما دیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کا تذکرہ کریں گے

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوگا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اتانی جبریل فقال ان ربی وربک یقول کیف رفعت ذکرک قال اللہ اعلم قال

میرے پاس جبریل امین آئے اور آ کر کہا کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور مجھے یہ کہا ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا

الا ذکرت ذکرت معی۔

(ابن کثیر، ۳: ۵۲۳)

ہے ؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رفعتِ ذکر یہ ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ کا بھی ہوگا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :-

لا اذکر الا ذکرت معی۔

(ابن کثیر، ۳: ۵۲۳)

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا :

حضرت ابو العباس احمد بن محمد ابن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رفعتِ ذکر آپ کو عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے :

جعلت تمام الایمان بذکری معك۔ (الشفاء، ۱: ۲۳)

میرا ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔

یعنی اگر کوئی ساری زندگی اللہ اللہ کرتا ہے مگر وہ اس کے محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا یصح ولا یعتد به شرعاً ما لم یتلفظ بکلمتیه اقرار حقیقة وحدانیته تعالیٰ وحقیة رسالته صلی اللہ علیه وسلم۔

کہ واقعتاً جب تک کوئی آدمی دونوں باتوں توحیدِ باری اور رسالتِ محمدی کو نہ مانے اس کے ایمان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ (شرح الشفاء، ۱: ۳۶)

اذان اور ذکرِ رسول :

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف بلانے کے لیے جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان دینا ہے۔ اذان اسلام کے شعائر میں سے ہے اگر کسی شہر و قریہ یا بستی میں سے

اذان کی آواز سنائی نہ دے تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگا دیں تو اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے خلاف ایکشن لے، پانچ وقتہ نماز اور جمعہ کے لیے اذان دینا لازم ہے۔ اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان رسالت پر بھی مشتمل ہے مؤذن اگر اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہنے کا پابند بھی ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر اگر اذان صرف اعلان توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی شامل کرو تاکہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو۔

کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا:

یاد رہے پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ فضا اللہ کے اعلان توحید اور حضور کے اعلان رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کرۂ ارض پر ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا کے بزرگ و برتر اور حضور کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں لیفٹیننٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

دُنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرۂ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیبلز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک

ہے۔ تقریباً ۲۰ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوعِ سحر سیلبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوعِ سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں موذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جکارتہ میں موذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں اذانوں کا ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے اس عرصے میں اذانیں حجازِ مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی

طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشائ کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاءاللہ العزیز یہ سلسلہ تاقیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعر دربارِ رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقامِ عالی کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے:۔

وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ   اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ   فذو العرش محمود وھذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرما دیا ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور اس کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد ہیں)

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں :

حضرت ابن عطا ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے اور وہ یہ ہے :-

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك ذكرني . (الشفاء ، ١ : ٢٤)	میں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا ۔

حضرت ملا علی قاری رفعتِ ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يبعد ان يقال المراد برفع ذكره انه جعل ذكره ذكره كما جعل طاعته طاعته (شرح الشفاء ١ : ٢٤)	رفعتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دے دیا ہے جس طرح آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے ۔

یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ولا مقام فوق هذه المرتبة . (شرح الشفاء ١ : ٢٤)	اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام نہیں ہو سکتا ۔

جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دے دیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعۃً اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا ۔

الشفاء کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تشریح کرتے ہیں :-

کان ذکرک علی ذکری۔ آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے :

کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے :

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے ذرے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرما دیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری ربوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العالمین ہوں تو اس کو میں نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کرنے والا میں ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شے پر نہیں لکھا جاتا۔

یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

عرشِ اعظم کی زینت ___ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم :

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہو گئی تو انہوں نے رب العزت کی بارگاہ کبریائی میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :

یارب اسئلک بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اے میرے رب میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں میری لغزش سے درگزر فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا :

یا آدم کیف عرفت محمداً (صلی اللہ علیہ وسلم) ولم اخلقہ ؟	اے آدم! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ میں نے تو انہیں پیدا نہیں فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا :

یا رب لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک۔	اے رب کریم جب تو نے مجھے پیدا فرمایا کر میرے اندر اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھایا تو میں نے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس اتصال سے میں نے محسوس کیا کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے ؛
(المستدرک ، ۲ : ۶۱۵)	

طبرانی اور بیہقی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا :

من این عرفت محمداً ؟	آپ نے اس ہستی کو کیسے پہچان لیا ؟

تو آپ نے عرض کیا :

رأیت فی کل موضع من الجنۃ مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقک علیک فتاب اللہ علیہ وغفرلہ۔	جب میں نے جنت میں ہر جگہ یہ تحریر دیکھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ذات گرامی ہی اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے زیادہ معزز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کر لی ؛
(الشفاء ، ۱ : ۲۲۷)	

حضرت ملا علی قاری نے کل موضع من الجنۃ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

من شرف قصورھا وصدور حورھا واطراف انہارھا واشجارھا.

آپ کا اسم گرامی محلات جنت کے طاقوں، روشندانوں، حور و غلمان کے سینوں، انہارِ جنت کے کناروں اور درختوں کے پتوں پر تحریر کیا گیا ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (شرح الشفاء ۱ : ۱۷۵)

جب میں معراج کے لیے عرش پر پہنچا تو میں نے عرش پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔

جنت کے دروازے پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے :

علی باب الجنۃ مکتوب انا اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لا اعذب من قالھا۔ (الشفاء ۱ : ۲۲۸)

جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے : اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس کے برحق رسول ہیں جس شخص نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے ہے صلی اللہ علیہ وسلم :

حلیہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

ما فی الجنۃ شجرۃ علیہا ورقۃ الا مکتوب علیہا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (الشفاء ۱: ۲۲۹)	جنت کے درختوں پر کوئی ایسا پتہ نہیں جس پر یہ لکھا نہ ہو: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

لوحِ محفوظ کی پیشانی کا جھومر ـــ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

علامہ روح المعانی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے لوحِ محفوظ کے بارے میں مروی روایت کو نقل کرتے ہیں:

لوح من درۃ بیضاء طولہ مابین السماء والارض وعرضہ مابین المشرق والمغرب وحافتاہ الدر والیاقوت وقلمہ نور وانہ کتب فی صدرہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ دینہ الاسلام ومحمد عبدہ ورسولہ فمن آمن باللہ عزوجل وصدق بوعدہ واتبع رسلہ ادخلہ الجنۃ (روح المعانی، پ ۳۰: ۱۰۷، المظہری ۱۰: ۲۳۹)	لوحِ محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے اور چوڑائی مشرق و مغرب کی مقدار کے برابر ہے۔ اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں اسکا قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ تحریر کندہ ہے: اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا پسندیدہ دین اسلام ہے، محمد اس کے پیارے بندے اور رسول ہیں جو شخص اللہ تعالٰی پر ایمان لائے گا اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام قرطبی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے ہی سے یہ تصریح کی ہے:

اوّل شئ کتبہ اللہ تعالیٰ فی اللوح المحفوظ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا محمد رسولی (القرطبی، جز ۱۹: ۲۹۸)

سب سے پہلے لوحِ محفوظ پر لکھے جانے والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے پیارے رسول ہیں۔

ہر شے جو مصروفِ تسبیح ہے، اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہے:

شیخ المحدثین حضرت ملا علی قاری ان تمام روایات اور مختلف بزرگوں کے حوالے سے بیان کردہ واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور، پتھر دیکھے جن پر حضور کا نام تھا، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

والذی یخطر بالبال الفاطر واللہ اعلم بالظواھر والسرائر ان ھذہ کلھا کشوفات مکشوفات لاھلھا لا یراھا من لم یتاھلھا وربما یقال ان اسمہ سبحانہ و تعالٰی علی اسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسوم علی کل شئ من ملک و فلک وبنا و سماء و فرش و عرش وحجر و مدر و شجر و ثمر ونحو ذالک ولکن اکثر الخلق لا یبصرون

میرا دل گواہی دیتا ہے ہر شے کے ظاہر اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف سے ہے، اہلِ کشف ہی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے ساتھ اس کے پیارے رسول کا نام کائنات کی ہر شے فرشتہ، فلک، زمین، عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات، درخت پھل وغیرہ تمام پر تحریر ہے لیکن اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ ہی ان کو یہ نقش نظر آتا ہے۔ اس کو باری

تصویرھم ونظیرقولہ سبحانہ وتعالیٰ وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (شرح الشفاء ۱:۳۴۸)	تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر شئے باری تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ نہیں سکتے ۔

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ :

رفعت ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرما دیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے درمیان میں واؤ عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب کے ناموں کے درمیان واؤ آجائے یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب مصری وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

رفعناہ فی الملاء الاعلی ورفعناہ فی الارض ورفعناہ فی ھذا الوجود جمیعاً ورفعناہ فجعلنا اسمك مقرونا باسم اللہ کلما تحرکت بہ الشفاہ۔	ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی طرح زمین میں اور اس تمام رشتے کائنات میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم گرامی کو اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لیگا آپ کا بھی لے گا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى میں رفعتِ ذکر کا ایک نظارہ ہے :

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔

یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی وہاں اُنہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنیوالا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

للاٰخرة ای الحالة الاٰخرة	آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر
خیرلك من الاولیٰ نهاية	اور آپ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں
امرك خیرمن بدایته یعنی	بہتر یعنی آپ کے مراتب رفیعہ میں
لاتزال تتصاعد فی الرفعة	ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی ؛

والکمال (المظہری، ۱۰ : ۲۸۳)

ہمیشہ سے اُمتِ مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافلِ میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

املاء العالم من اتباعك	یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر
کلهم یثنون علیك ویصلون	جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی تعریف اور
علیك ویحفظون سنتك ــــ	آپ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام

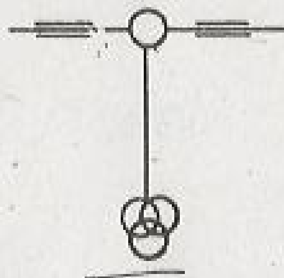
والقراء يحفظون ألفاظ منشورك والمفسرون يفسرون معاني فرقانك والوعاظ يبلغون وعظك بل العلماء والسلاطين يصلون الى خدمتك ويسلمون من وراء الباب عليك ويمسحون وجوههم بتراب روضتك ويرجون شفاعتك فشرفك باق الى يوم القيامة.

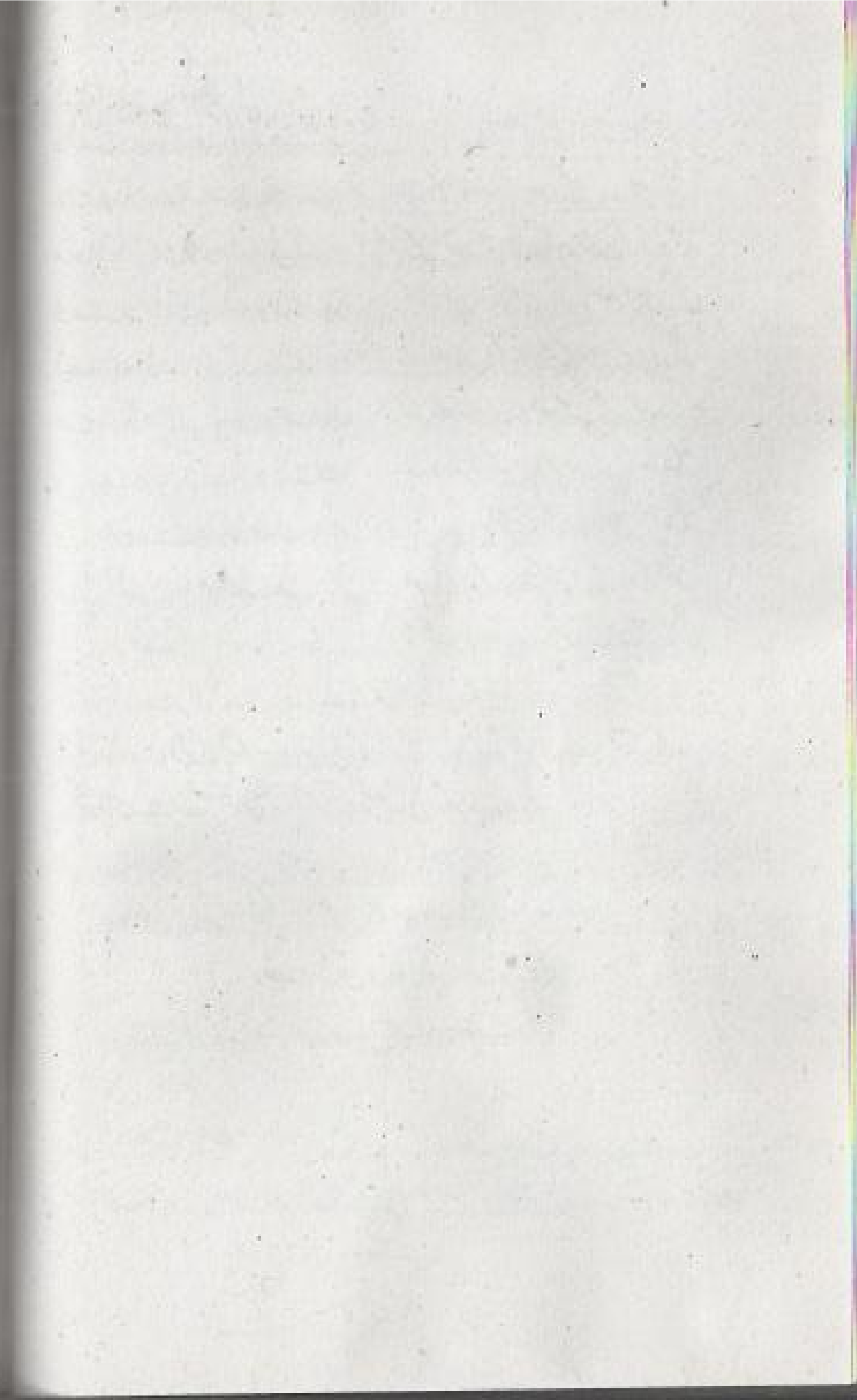
(تفسیر کبیر، ۳۲: ۵، ۶)

عرض کرتے رہیں گے اور آپ کا منشور مبارک کے محافظ ہوں گے ۔۔۔ قراء آپ کے منشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے، مفسرین معانی قرآن واضح کریں گے، مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے، بلکہ تمام علماء وسلاطین آپ کی بارگاہ عالیہ میں درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے اور آپ کے روضۂ اقدس کی مبارک خاک آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے اور آپ کی شفاعت کے اُمیدوار ہوں گے، اسی طرح آپ کا شرف تاقیامت باقی رہیگا۔

اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

چشمِ افلاک یہ نظارہ تا ابد دیکھے
رفعتِ شانِ ورفعنا لک ذکرک دیکھے





إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

تاریخ اسلام میں درود وسلام کے موضوع پر پہلی مستقل کتاب

فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

درود وسلام کی فضیلت

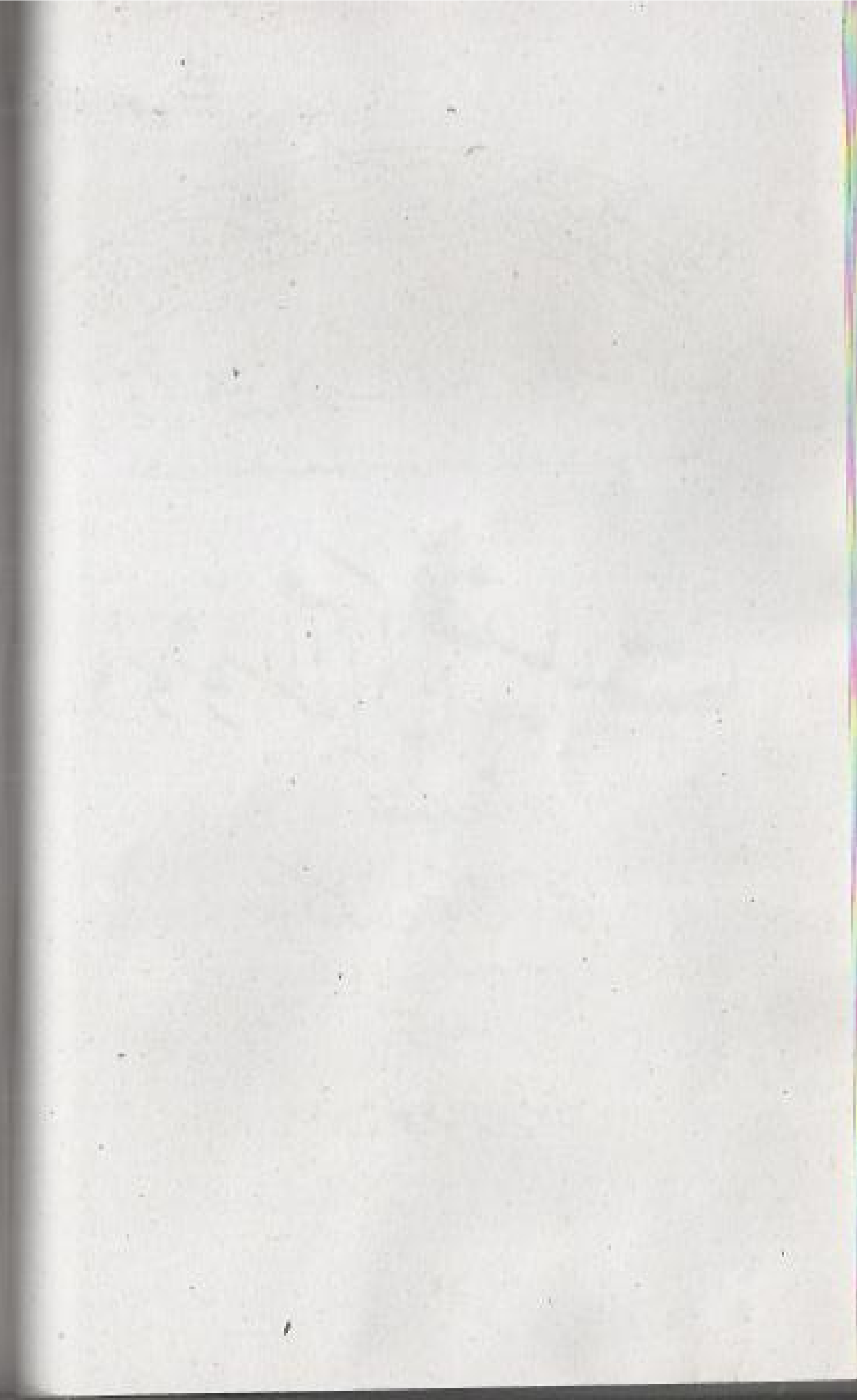
تصنیف

امام اسمٰعیل بن اسحاق القاضی

و ۱۹۹ ـــــ م ۲۸۲

ترجمہ

مولانا محمد عباس رضوی



کتاب اور مصنفِ کتاب

مفتی محمد خان قادری

نام: حافظ الحدیث شیخ الاسلام ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی۔

ولادت: ۱۹۹ھ وصال: ۲۸۲ھ

جبکہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وصال ۲۵۶ھ ہے۔

منصب قضا: بغداد میں سکونت پذیر رہے اور چالیس سال تک منصب قضا پر فائز رہے۔

علمی مقام: علوم قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں مبرد کا قول ہے:

هو اعلم بالتعريب مني	وہ علوم عربیہ میں مجھ سے زیادہ فاضل تھے۔

امام بخاری کے ہمعصر اور ہم شیخ: یاد رہے کہ آپ کے اساتذہ کے اسماء میں شیخ علی بن المدینی کا نام بھی ہے اور یہ امام بخاری کے حدیث میں استاذ ہیں۔ گویا شیخ اسماعیل القاضی اور شیخ محمد بن اسماعیل بخاری دونوں حدیث میں ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں۔

درود شریف پر پہلی کتاب: تاریخ اسلام میں درود شریف کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کے لئے اولین ماخذ ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

ولعله اول مؤلف فی بابه ولذلك فهو يعتبر من المصادر الاساسية لكل من الف بعده مثل ابن القيم فی "جلاء الافهام فی الصلوٰة علی خیر الانام" والحافظ السخاوی فی "القول البدیع فی الصلوٰة علی الحبیب الشفیع" وغیرهما.

ممکن ہے یہ اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہو، یہی وجہ ہے کہ بعد میں لکھی جانے والی کتب کے لیے مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ مثلاً ابن القیم نے جلاء الافہام اور سخاوی نے القول البدیع میں اس سے استناد کیا ہے۔

امام سخاوی نے متعدد مقامات پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ان میں سے دو مقامات ملاحظہ کیجئے:

(۱) القول البدیع میں حضرت ابومسعود انصاری بدری کے حدیث کے مختلف الفاظ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وعند اسماعيل القاضی فی فضل الصلوٰة له من طرق

(الباب الاول فی الامر بالصلاة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم)

امام اسماعیل القاضی نے فضل الصلوٰۃ علی النبی میں اسے مختلف اسناد سے بیان کیا ہے۔

(۲) کتاب کے خاتمہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور سب سے پہلی کتاب جس کا ذکر کیا وہ یہی کتاب ہے

فقد صنف فی هذا الباب جماعة كثيرون كاسماعيل القاضی فی كتاب سماه بفضل النبی صلی الله علیه وسلم۔ (خاتمہ القول البدیع)

اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے لکھا ہے ان میں شیخ اسماعیل القاضی ہیں جن کی کتاب "فضل الصلوٰۃ علی النبی" ہے۔

یوں تو اس کتاب کی ہر روایت ہی قابل تقلید و عمل ہے تاہم چند روایات نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱- السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

ہمارے ہاں بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ السلام علیک ایہا النبی کہنا خلاف شریعت عمل ہے بلکہ بعض تو اسے شرک و بدعت گردانتے ہیں بارہ سو سال پہلے لکھی گئی اس کتاب کی روایت ۸۵ اور ۸۶ پڑھیے جس میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو حضور پر ان کلمات سے صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

صلی اللہ وملائکتہ علی محمد السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ۔	اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور کی ذات پر درود بھیجیں۔ اے نبی مکرم! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو

۲- مزار اقدس کو مس کرنا:

روایت ۱۰۱ میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس مدینہ طیبہ آتے۔

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیمین علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا دایاں ہاتھ مزار اقدس پر رکھتے۔

۳- بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا:

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے محبوب خدا کی بارگاہ میں حاضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنے سے روکتے ہیں حالانکہ مذکورہ روایت کا آخری حصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

یستدبر القبلۃ ثم یسلم علی النبی۔ حاضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرتے اور سلام عرض کرتے۔

ترجمۂ کتاب: اس مبارک کتاب کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانوالے کیا ہے جو نہایت ہی فاضل اور صاحب مطالعہ ہیں۔ انہوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب پر عربی میں حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ کوئی صاحب محبت و ثروت اصل عربی مع حاشیہ شائع کر دے تو یہ بڑی خدمت ہو گی۔

محمد خان قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور

۱۱ ذو الحجہ ۱۴۱۴ بروز پیر بعد نماز مغرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللھم صل

علی سیدنا محمد و الہ وسلم۔

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے بارے میں متعدد احادیث ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا رہا ہے۔

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے مجھے خبر دی کہ میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالے اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائے گا۔
- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ،

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ چہرۂ اقدس پر خوشی کے آثار چمک رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے چہرۂ انور پر خوشی کا وہ اثر دیکھ رہے ہیں جو پہلے نہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی ایک فرشتہ نے آکر مجھے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ کیا آپ کی رضامندی کے لئے

یہ کافی نہیں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے میں اس پر دس بار انعام و اکرام کی بارش کر دوں اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام عرض کرے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کر دوں۔

۳۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تبارک و تعالےٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے (اس بشارت کے بعد) اب تم چاہو تو زیادہ پڑھو چاہو تو کم۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور کوئی دوسرا آدمی ایسا نہ تھا جو کہ طہارت کا برتن (لوٹا وغیرہ) لے کر آپ کے ساتھ جاتا (حضرت عمر یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور لوٹا لے کر پیچھے چل پڑے) تو آپ کو ایک حوض کے پاس سر بسجود پایا۔ حضرت عمر ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ نے سر اقدس سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ مجھے سجدہ کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ میرے پاس ابھی جبریل امین آئے تھے اور کہا ہے کہ حضور! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں لوٹا لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا میں نے دیکھا کہ آپ فراغت کے بعد حوض کے پاس اللہ کے حضور سجدہ میں ہیں تو میں پیچھے ہٹ گیا جب آپ نے سجدہ سے فارغ ہو کر سر مبارک اٹھایا تو

مجھے فرمایا کہ اے عمرؓ تو نے بہتر کیا کہ پیچھے ہٹ گیا۔ جبریلؑ میرے پاس آئے اور کہا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

۶۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اُس پر فرشتے اس وقت تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ کم پڑھے یا زیادہ۔

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ نے سجدہ کافی لمبا فرمایا۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریلؑ آئے تھے اور کہا ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جس نے آپ پر درود بھیجا میں اُس پر رحمت بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں تو میں سجدۂ شکر بجا لایا۔

۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ اُس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار یا پانچ آدمی ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے آقا انہیں مختلف کام سپرد فرماتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ باہر نکل چکے تھے پس میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ ...... ایک چار دیواری میں داخل ہوئے اور (اللہ کی بارگاہ میں) سر بسجود ہو گئے اور سجدے کو بہت لمبا فرما دیا یہاں تک کہ میں غمگین ہو کر رونے لگا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہو گئی ہے پس آقا نے اس حال میں سر اٹھایا کہ میں آپ کے لئے پریشان (و مضطرب) تھا۔ آقا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تجھے کیا ہوا ہے میں نے عرض کی آقا آپ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں سمجھا کہ شاید آج اللہ نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی ہے اس لئے میں رو دیا۔ حضور نے فرمایا یہ سجدہ دراصل سجدۂ شکر تھا جو میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔ جب اللہ نے مجھے میری امت کے بارے میں یہ خوشخبری دی کہ جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا۔

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیں۔

۱۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۱۳۔ حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ التیمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ جس شخص نے بھی آپ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی عبادت کا نصف حصہ آپ پر درود شریف کے لئے وقف کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا کر لے۔

اس نے عرض کیا کہ دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کر دوں آپ نے ارشاد فرمایا جیسا تو چاہے تو اس نے عرض کیا کہ اب میں ہمہ وقت صرف آپ پر درود ہی پڑھوں گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تب تو اللہ تمہارے دنیا اور آخرت کے تمام غموں کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔

۱۴۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ:

جب رات کا دو تہائی حصہ گذر جاتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور ارشاد فرماتے۔ راجفہ (ڈرانے والی) آرہی ہے اور اس کے پیچھے (آنے والی ہے) ۔موت اپنا ساز و سامان لے کر آرہی ہے۔ تو حضرت ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں رات کو نماز پڑھتا ہوں تو کیا (کل عبادت کا) تہائی حصہ آپ پر درود پڑھا کروں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نصف۔ حضرت ابی نے عرض کیا۔ کیا کل وقت آپ پر درود پڑھا کروں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تب تو تمہارے سارے گناہ بخشے گئے۔

۱۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر تیسرے زینہ پہ قدم رکھا اور فرمایا آمین۔ پھر آپ منبر پہ بیٹھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آمین کیوں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا اور اس شخص کی بربادی ہو کہ جس نے اپنے والدین کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا تو میں نے اس پہ آمین کہا۔ اور پھر جبرائیل نے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور

اس کے گناہ معاف نہ ہوئے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۱۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے پاس اس کے والدین بوڑھے ہوں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ شخص اُن کی خوشنودی حاصل نہ کر سکے) اور وہ شخص ذلیل وخوار ہو کہ رمضان کا مہینہ گذر جائے اور اُس کے گناہ نہ بخشے جائیں۔

۱۷۔ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے۔

۱۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ آمین۔ آمین تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ نے کیا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے کہا وہ شخص ذلیل وخوار ہو کہ اس پر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس نے اپنے گناہ معاف نہ کروائے تو میں نے اس پر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص برباد و ذلیل وخوار ہوا کہ جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے) تو اس پر میں نے آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے آمین کہا۔

۱۹۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا منبر حاضر کیا جائے ہم نے پیش کیا۔ آپ نے پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا اور فرمایا آمین پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ پھر تیسری سیڑھی پہ قدم رکھا فرمایا آمین۔ جب آپ فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے (جو سُنا وہ پہلے نہیں سنا تھا) تو آپ نے ارشاد فرمایا (بات یہ تھی) جبرائیل امین میرے سامنے آئے اور کہا جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور بخشا نہ گیا تو وہ اللہ کی رحمت سے دُور ہے تو میں نے آمین کہا پھر دوسری سیڑھی پہ میں نے قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا وہ شخص اللہ کی رحمت سے بعید ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے میں نے آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا وہ اللہ کی رحمت سے دُور ہے تو میں نے اس پہ کہا آمین۔

۲۰۔ حضرت علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر صبح آتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا۔

تو اس کو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تُو یہ کیوں کرتا ہے اس نے عرض کیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ تو اس کو حضرت علی بن حسین نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے باپ سے مروی ایک حدیث نہ بتادوں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو حضرت امام علی بن حسین نے کہا مجھے میرے باپ نے خبر دی میرے دادا (حضرت علی) سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری قبر کو میلہ گاہ عید اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھو تم جہاں بھی ہو تمہارا صلوٰۃ وسلام مجھے پہنچ جائیگا۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت

کرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا درود وسلام پہنچاتے ہیں۔

۲۲۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں کڑک یعنی قیامت برپا ہوگی۔ پس مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ کا جسد مبارک مٹی میں مل کر بوسیدہ ہو جائے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔"

۲۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تاکل الارض جسد من کلمہ روح القدس۔ "جس کے ساتھ جبریل امین نے کلام کیا اس کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی۔"

۲۴۔ حضرت ایوب سختیانی نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے: ان ملکا موکل من صلی علی النبی حتی یبلغہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ "بے شک ایک فرشتہ ایسی ڈیوٹی پر ہے کہ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس درود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔"

۲۵۔ حضرت بکر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں انتقال فرما جاؤں گا تو میرا انتقال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

: تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و

ان رایت غیر ذلك استغفرت اللہ لکم۔ (مجھ پر قبر میں تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے علاوہ (یعنی بُرے اعمال) دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کروں گا)

۲۶۔ حضرت بکر بن عبداللہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں چلا جاؤں گا تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے پس اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی تعریف و ثنا بیان کروں گا (شکر ادا کروں گا) اور اگر ان کو بُرا دیکھا تو اللہ کریم سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔

۲۷۔ حضرت یزید رقاشی سے روایت ہے:

ایک فرشتہ جمعہ کے دن اسی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے کہ جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس کا درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم: ان فلانا من امتك صلی علیك (آپ کی امت میں سے فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے)

۲۸۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو۔

۲۹۔ حضرت امام حسن ری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو مجھ پر پیش ہوتا ہے۔

۳۰۔ جناب حضرت سہیل سے روایت ہے کہ میں روضۂ انور پہ سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا وہاں قریب ہی ایک گھر میں امام حسن بن حسین شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کھانا کھا لو۔ میں نے عرض کی بھوک نہیں ہے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو۔ میں نے عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلام عرض کرنے کے لیے تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو (اسی وقت) سلام عرض کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں پہ لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا اور مجھ پہ درود پڑھو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

۳۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل وہ ہے جس کے سامنے (پاس) میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پہ درود نہ پڑھے۔

۳۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پہ درود نہ پڑھے (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً)

۳۳۔ امام عبداللہ بن علی بن الحسین سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد (امام زین العابدین) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پہ درود نہ پڑھے۔

۳۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پہ درود شریف نہ پڑھے۔

اس روایت کو ایسے ہی دراوردی نے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن علی بن حسین سے انہوں نے حضرت علی سے اس کو مرسل بیان کیا ہے۔

۳۵۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۶۔ عبداللہ بن علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ عمارہ بن غزیہ سے روایت ہے انہوں نے عبداللہ بن علی بن حسین سے سنا عبداللہ نے اپنے باپ علی سے اور علی زین العابدین نے اپنے باپ حضرت امام حسین سے روایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (الفاظ سابقہ حدیث کی مثل ہیں)

۳۷۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۸۔ امام حسن بصری سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھے۔

۳۹۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے بخیل اور کنجوس ہونے کے لئے یہی بہت ہے کہ ان کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھیں۔

حضرت امام حسن سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔

۴۱۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا دروازہ بھول گیا۔

۴۲۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

امام سفیان نے فرمایا کہ عمرو کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی یہ روایت امام باقر سے اسی طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (گویا کہ) وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

پھر سفیان نے اس شخص کا نام بھی لیا اور کہا کہ وہ شخص ہے (بسام العیرفی)

۴۳۔ امام باقر سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا

۴۴۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا البتہ وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اسی طرح مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

۴۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجنا تمہارے لئے (پاکیزگی کا

سبب ہے) اور فرمایا۔ اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ طلب کرو۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام ودرجہ کا نام ہے سوائے ایک شخص کے وہاں کسی کی پہنچ نہیں ہو سکتی مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۷۔ حضرت کعب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے پاکیزگی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔
اور جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے تو ارشاد فرمایا۔ وہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ایک درجہ ہے اور کوئی شخص بھی سوائے ایک آدمی کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ سے میرے لیے مقام وسیلہ مانگو جو شخص بھی میرے لئے اللہ سے اس کا سوال کرے گا میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۴۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک مقام وسیلہ اللہ کے نزدیک ایسا درجہ ہے کہ اس سے بلند درجہ اور کوئی نہیں ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کرو کہ وہ اپنی مخلوق میں سے مجھے مقام وسیلہ عنایت فرمائے۔

۵۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پہ درود پڑھا یا میرے لئے (اللہ سے) مقام وسیلہ

مانگا تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت متحقق (لازمی) ہو گئی۔

۵۱۔ حضرت عوف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک جنت میں ایک جگہ ایسی جو کہ مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی اور مجھے امید ہے کہ وہ مقام مجھے ہی عطا کیا جائے گا پس اللہ سے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

۵۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب درود بھیجتے تو یوں کہا کرتے تھے۔ الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کا اعلیٰ درجہ مزید بلند فرما اور آپ کو آخرت و دنیا میں جو آپ مانگیں عطا فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کو عطا فرمایا۔

۵۳۔ حضرت رویفع انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے جس نے کہا، اے ہمارے اللہ! درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کو قیامت کے دن اپنے قُرب خاص میں جگہ عطا فرما (مقعد مقرب سے مراد مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے) اس کے لیے شفاعت واجب ہو گئی۔

۵۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ کسی جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھے اور وہاں نہ تو انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت ہو گی۔ اللہ چاہے تو ان کو معاف فرما دے چاہے تو عذاب دے۔

.جلس قوم مجلسا لم یذکروا اللّٰہ ولم یصلوا علی النبی الاکان مجلسہم علیہم ترۃ یوم القیامۃ ان شاء عفاعنہم وان شاء اخذہم۔

۵۵۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے کہا:
کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائیں حسرت ہی رہے گی جب اس کا اجر و ثواب دیکھیں گے۔

۵۶۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو ایک تحفہ نہ دوں ... ؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۵۷۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب: ۵۶) اتری تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو:
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ہم ساتھ یہ کہتے وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ (ہم پر بھی ہو)

۵۸۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم

ہو چکا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انك حمید مجید. اور ہم اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں. وعلینا معھم. (ہم پر بھی رحمت ہو)

۵۹۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:
ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے باادب بیٹھ گیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ پر سلام پڑھنا تو ہم جان چکے ہیں اور درود شریف کے بارے میں آپ ارشاد فرمائیں کہ کیسے آپ پر بھیجا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم چاہتے تھے کہ کاش! یہ سوال کرنے والا شخص سوال نہ کرتا. پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مجھ پہ درود پڑھنا چاہو تو یوں کہا کرو:

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم و بارك علی محمد النبی الامی وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید.

۶۰۔ حضرت زید بن عبداللہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستحب سمجھتے تھے کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے.

اللھم صل علی محمد النبی الامی

۶۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود پڑھو تو اچھے اچھے الفاظ میں پڑھو۔ شاید تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہارا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ پیش ہوتا ہے. آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں سکھا دیجئے کہ ہم کس طرح

درود پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو :

اللھم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین وخاتم النبیین ، محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ ۔ اللّٰھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید ۔ اللّٰھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید ۔

۶۲۔ یونس مولیٰ بن ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو یا عبداللہ بن عمر سے پوچھا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح :

اللھم اجعل صلواتک وبرکاتک ورحمتک علی سید المرسلین و امام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک ، امام الخیر وقائد الخیر ۔ اللّٰھم ابعثہ یوم القیامۃ مقاما محمودا ۔ یغبطہ الاولون والاخرون ۔ وصل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ال ابراھیم وعلی ال ابراھیم ۔

۶۳۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے ۔ بشیر بن سعد نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں ، آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں : کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک ہمیں تمنا ہوئی کاش آپ سے یہ سوال نہ کیا جاتا ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا یوں کہو :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اور سلام کا طریقہ جیسا کہ تم کو سکھا دیا گیا ہے۔

۶۴۔ حضرت امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے :

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! آپ پر سلام کیسے بھیجنا ہے یہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۶۵۔ امام حسن بصری سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! سلام کیسے پڑھنا ہے یہ تو ہمیں علم ہو چکا ہے آپ ہمیں حکم فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو :

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۶۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم ہو چکا آپ پر درود کیسے پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ۔

۷۷۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ تو آپ پر سلام پڑھنا ہوا جیسے ہم جان چکے ہیں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ۔

۷۸۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد حضرت طلحہ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

۷۹۔ حضرت زید بن حارثہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم ہے آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھ پر درود پڑھو اور کہو:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ ںِالنَّبِیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۷۰۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو:

اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراھیم وال ابراھیم۔ وبارك علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ال ابراھیم انك حمید مجید ہ

۷۱۔ عبدالرحمٰن بن بشر بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ! ہمیں آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ پر سلام پڑھنے کا تو ہم کو علم ہے ہم درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللھم صل علی ال محمد کما صلیت علی ال ابراھیم۔ اللھم بارك علی ال محمد کما بارکت علی ال ابراھیم۔

۷۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم: یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ آپ پر سلام کیسے بھیجنا ہے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ال ابراھیم۔ اللھم بارك علی محمد کما بارکت علی ال ابراھیم۔

۷۳۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا ہمیں آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے پس آپ پر سلام بھیجنا تو ہم کو معلوم ہے ہی لیکن ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا ایسے کہو:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ال ابراھیم۔ اللھم بارک علی محمد کما بارکت علی ال ابراھیم۔

۴۔ حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

ما من دعوۃ لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلھا الا کانت معلقۃ بین السماء والارض۔ (جس دعا کے شروع میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص پر درود نہ پڑھو۔ ہاں البتہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار اور دعا کی جائے۔

۶۔ حضرت جعفر بن برقان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک فرمان جاری فرمایا کہ آج کل کچھ لوگوں نے آخرت کے کاموں سے دنیا حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اور قصہ گو لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ بادشاہوں اور امراء کے لئے درود پڑھتے ہیں جو کہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے جس وقت میرا یہ حکم تمہارے پاس پہنچے ان کو حکم دے دو کہ صلوٰۃ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہونی چاہیئے باقی عام مسلمانوں کے لئے دعا اور اس کے سوا جو کوئی بھی ہے اس کے لئے دعا کرو۔

۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
صلی اللہ علیك وعلی زوجك (اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت فرمائے)

۷۸۔ امام محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں چھوٹے بچے کے لئے وہی دعا و استغفار پڑھتے تھے جو کہ بڑے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ اگرچہ اس بچے کے گناہ نہ ہوں؟ یعنی کیا پھر بھی اسی طرح دعا پڑھی جائیگی تو آپ نے فرمایا:
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر درود پڑھا کریں

۷۹۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے آپ فرماتے تھے:
آدمی کے لیئے یہ مستحب ہے کہ تلبیہ (احرام کے موقع پر) سے جب فارغ ہو تو پھر مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

۸۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ:
جب تمہارا گذر مساجد سے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

۸۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب تم (حج وعمرہ) کے لئے آؤ تو بیت اللہ کے سات چکر (طواف) لگاؤ۔ اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو پھر تم صفا (پہاڑی) پر آکر ایسی جگہ کھڑے ہو جاؤ جہاں سے تم کو بیت اللہ نظر آرہا ہو پھر سات عدد تکبیریں کہو اور ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد وثناء بیان کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو اور اپنے لئے دعا مانگو اور مروہ پر بھی اسی طرح عمل کرو۔

۸۲۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس طرح کہو:

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد واغفرلنا وسھل لنا ابواب الرحمۃ۔

اور جب تو نماز سے فارغ ہو کر واپس جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے لگے تو اسی طرح پڑھ ماسوا ان الفاظ کے اللھم سھل لنا ابواب فضلك۔

۸۳۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے میری لخت جگر جب تو مسجد میں ہو تو یہ دعا پڑھا کرو۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد۔ اللھم اغفرلنا وارحمنا وافتح لنا ابواب رحمتك۔

۸۴۔ ایک اور سند سے بھی یہی الفاظ آپ سے مروی ہیں۔ (مثل حدیث سابق)

۸۵۔ سعید بن ذی حدان نے کہا کہ میں نے علقمہ سے پوچھا جب میں مسجد میں داخل ہوں تو کیا کہوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کہا کرو۔

صلی اللہ وملئکتہ علی محمد۔ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اللہ اور اس کے فرشتے حضور پر درود بھیجیں۔ اے نبی مکرم آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں)

۸۶۔ یزید بن ذی حدان نے کہا میں نے علقمہ کو کہا اے ابو شبل! میں جب مسجد میں داخل ہوں تو کیا کہوں تو علقمہ نے کہا یہ کہا کرو:

صلی اللہ وملئکتہ علی محمد۔ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ۔

۸۷۔ نافع سے روایت ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صفا پر تین تکبیریں کہنے کے بعد کہا کرتے تھے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر کافی دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے رہتے۔ پھر مروہ پر بھی ایسے ہی کرتے۔

۸۸۔ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عتبہ عید سے ایک دن پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور کہا: عید قریب آگئی ہے اس میں تکبیریں کیسے کہنی چاہئیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

جب تو نماز شروع کرے تو تکبیر افتتاح کہہ اور اپنے رب کی حمد کر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج پھر دعا کر اور تکبیر کہہ کر ایسے ہی کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح (حمد و ثنا درود و دعا) کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر قرأت کر اور تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر (دوسری رکعت کے لئے) کھڑا ہو اور اللہ کی حمد بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور دعا کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبدالرحمٰن (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔

۸۹۔ ہشام سے اسی طرح روایت ہے: کہ پھر تکبیر کہہ اور رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ و ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبدالرحمٰن نے ٹھیک فرمایا ہے۔

نوٹ: دوسری رکعت میں پہلی روایت میں دو زائد تکبیروں کا بیان تھا جبکہ اس میں ایک اور یعنی تین تکبیرات زوائد کا ذکر ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب ہے (مترجم)

۹۰۔ عبداللہ بن ابوبکر نے کہا کہ ہم خیف (مقام منیٰ ہی) میں تھے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن ابوعتبہ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور دعائیں مانگیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

۹۱۔ امام شعبی نے فرمایا:

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ جل مجدہٗ کی ثنا، اور دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا چاہیئے۔

۹۲۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نماز جنازہ میں تکبیر کہتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے:

اللّٰھم بارك فیه وصل علیه واغفرله واورده حوض نبیك صلی اللّٰه علیه وسلم۔

۹۳۔ حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم نماز جنازہ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں۔ کیونکہ میں دوسروں سے اس کو زیادہ جانتا ہوں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور اس تیسری تکبیر کے بعد یہ کہتا ہوں:

یا اللہ! یہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری توحید اور تیرے پیارے رسول کی رسالت کی گواہی دیتا تھا اور تو اس کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اے اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار ہے تو اس کی خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ! ہم کو اس غم کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں مبتلا نہ فرما۔

۹۴۔ حضرت ابوالعالیہ نے آیت کریمہ ان اللّٰه وملئكته یصلون علی النبی کی تفسیر

ہیں کہا اللہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء و تعریف بیان کرتا ہے اور فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

۹۵۔ حضرت سعید بن المسیب نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز جنازہ میں طریقہ یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب پڑھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر ان سے فارغ ہو کر میت کے لئے خلوص سے دعا مانگے اور صرف ایک ایک مرتبہ ہی پڑھے اور پھر آہستہ سے سلام پھیرے۔

۹۶۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ ...... مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اللہ کی صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ کا نزول متواتر اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ بلندی درجات و قرب کے لئے دعا کرنا ہے۔

۹۷۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ: ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ کی تفسیر میں فرمایا۔ اللہ کی مومنوں پر صلوٰۃ ان کی مغفرت و بخشش ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ ان کے لئے (دارین کی عزت کے لئے) دعا ہے۔

۹۸۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ:

یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویصلی علی النبی وابی بکر وعمر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کے قریب کھڑے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود و سلام بھیج رہے ہیں)

۹۹۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا جب وہ سفر سے لوٹتے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور کہتے السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علی ابی بکر

وعلی ابی (اے اللہ کے رسول تم پر سلام ہو اور ابو بکر اور میرے باپ پر سلام ہو)

۱۰۰۔ حضرت نافع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے آتے تھے تو مسجد میں داخل ہوتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور پر حاضر ہو کر عرض کرتے:

السلام علیك یارسول اللّٰہ، السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابتاہ۔ (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔ اے ابو بکر آپ پر سلام ہو۔ اے میرے (باپ عمر) آپ پر سلام ہو (رضی اللہ عنہما)

۱۰۱۔ حضرت نافع سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوتے:

ثم یاتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیمین علی قبر النبی ویستدبر القبلۃ ثم یسلم علی النبی ثم علی ابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنہما۔

(بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے پھر سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے)

۱۰۲۔ جناب منبہ بن وہب سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت کعب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذکر شروع ہوا تو کعب نے کہا:

ہر طلوع فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبر انور کا

طواف کر لیتے ہیں اور اپنے نورانی پروں کو قبر انور پہ ملتے (تبرکاً مس کرتے) ہیں۔ اور درود و سلام عرض کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو واپس چلے جاتے ہیں اور ان کی جگہ دیگر ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں اور قبر انور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر قبر منور کے ساتھ تبرکاً مس کرتے اور ملتے ہیں۔ اسی طرح ستر ہزار رات کو اور ستر ہزار دن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اس وقت تک درود و سلام پڑھتے رہیں گے جب تک کہ (قیامت کے دن) آپ کی تربت اطہر شق نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں میدان حشر میں تشریف لائیں گے۔

۱۰۳۔ حضرت مجاہد آیت کریمہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

میرے ذکر کے ساتھ اے محبوب تیرا ذکر بھی ہوگا۔ جیسا کہ کلمہ شریف میں اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔

۱۰۴۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کریمہ (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شروع عبودیت سے کرو اور رسالت کا ذکر دوسرے نمبر پہ کرو۔

معمر نے کہا:

اشہد ان لا الہ الا اللہ، وان محمدا عبدہ۔ پس یہ عبودیت ہے ورسولہ یہ رسالت ہے۔ یعنی اس طرح کہنا چاہیئے عبدہ ورسولہ (پہلے عبد کا لفظ اور بعد میں رسولہ کا لفظ ہونا چاہیئے۔)

۱۰۵۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ نہ تو اس نے اللہ کی حمد و بزرگی بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ہے

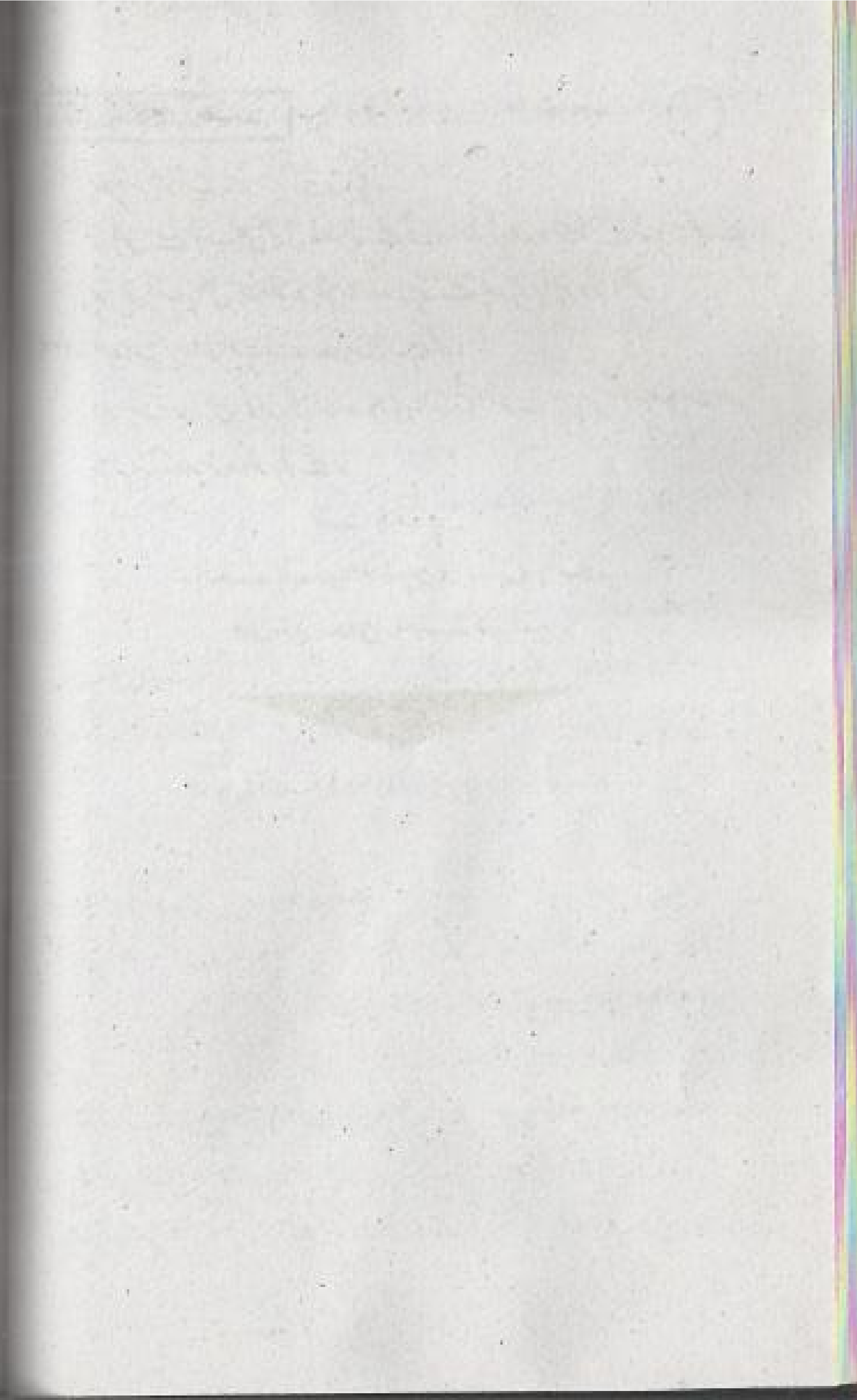
پھر اُس کو آپ نے بلایا اور فرمایا :
تم میں سے جب بھی کوئی نماز پڑھے تو وہ اللہ کی حمد و ثناء سے شروع کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر جو چاہو دعا مانگو۔

۱۰۶۔ عبداللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ :
ابو حلیمہ معاذ بن الحارث الانصاری القاری قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے تھے ۔

تمت بالخیر

والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام

علی خیر الخلق رحمۃ للعالمین



إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

تحفہ درود وسلام

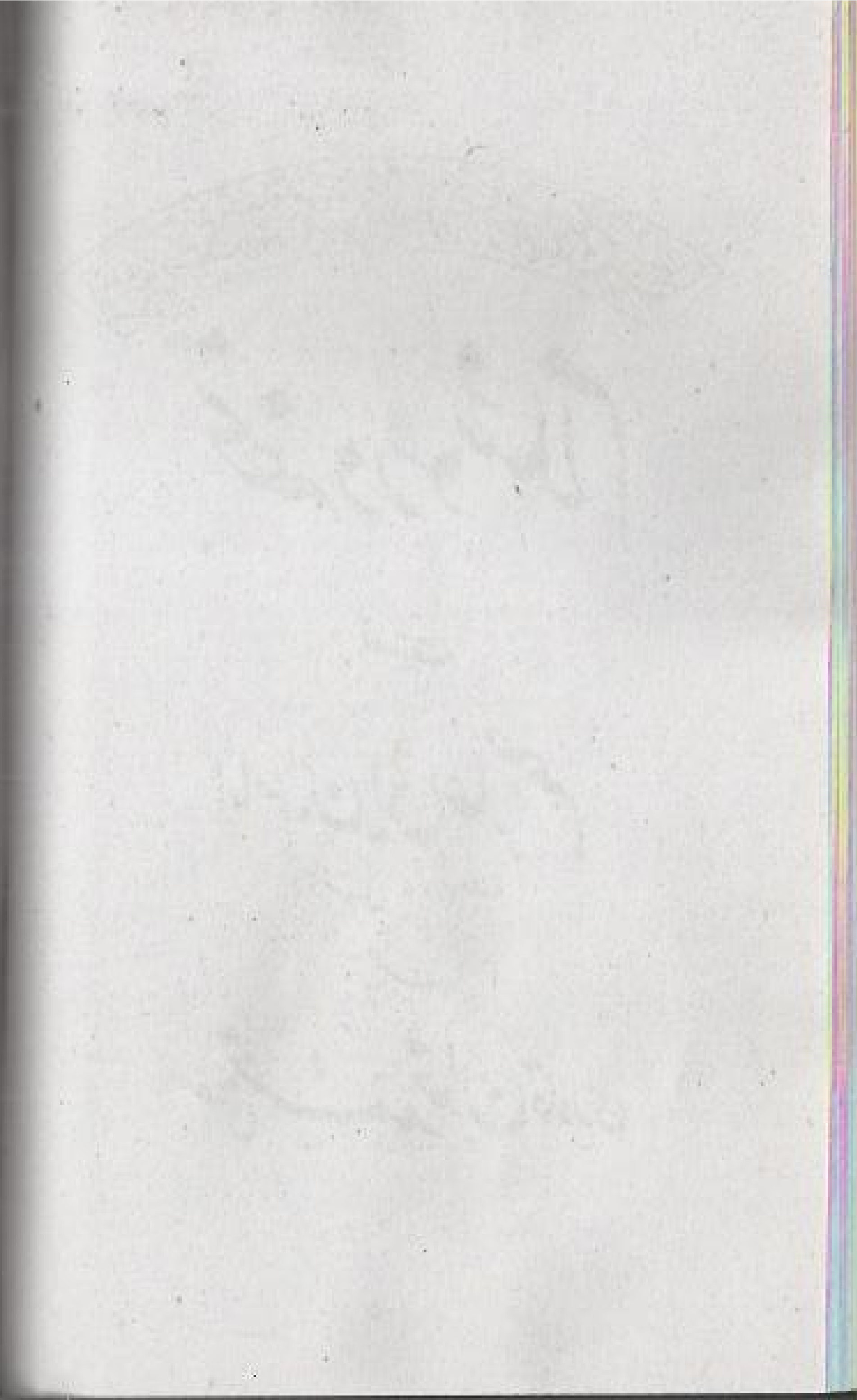
تصنیف

امام ابن ابی عاصم

(المتوفی ۲۸۷ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری



ابتدائیہ

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (سورۃ الاحزاب)

بلاشبہ اللہ اور فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام عرض کرو۔

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم عطیہ و نعمت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق قائم ہوتا ہے جو قرب الٰہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ درود شریف سے بگڑی بنتی ہے۔ دکھ سکھ سے بدل جاتے ہیں۔ اس اہم وظیفہ پر ہر دور کے علماء نے کام کیا جس کی فہرست بڑی طویل ہے۔

سب سے پہلی کتاب

تاریخ اسلام میں درود و سلام پر سب سے پہلی مستقل کتاب امام اسماعیل اسحاق قاضی کی "فضل الصلاۃ علی النبی" ہے۔ ان کی ولادت

۱۹۹ھ اور وفات ۲۸۲ھ ہے۔ ہماری تحریک پر اس کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانوالہ نے کیا اور اسے ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ ہم نے سلسلہ درود وسلام پر اسے ہی اوّل درجہ دیتے ہوئے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب اور مصنف پر گفتگو اس کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجیے۔

دوسری کتاب

دُرود وسلام کے موضوع پر تاریخ اسلام میں دوسری کتاب "زیرنظر "کتاب الصلاۃ علی النبی" ہے۔

مصنف کا تعارف

نام : امام ابوبکر احمد بن عمر بن ابی عاصم

ولادت : ۲۰۶ھ وفات ۲۸۷ھ

اسماعیل قاضی اور مصنف کے وصال میں پانچ سال کا عرصہ ہے۔

دیگر تصانیف

۱۔ الاوائل ۲۔ الجہاد ۳۔ السُّنّۃ ۴۔ الزہد ۵۔ الدیات

کتاب کا ترجمہ :

۱۹۹۷ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں یہ کتاب دستیاب ہوئی۔ اسی روز مسجد نبوی شریف میں ایک ہی نشست میں اس کے ترجمہ کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

کتاب کی طباعت

مصروفیات کی وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد ایک اجنبی شخص نے مجھے درود و سلام کے موضوع پر یہ دو کتابیں بطور تحفہ دیں۔

۱۔ تحفہ درود شریف از علامہ حبیب البشر خیری مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

۲۔ فضیلت درود و سلام از علامہ سید منظور احمد فریدی ساہیوال

میں نے متعلقہ آدمی سے کہا آپ سلام پڑھنے کے بعد مجھے ملیں تاکہ اس موضوع پر کچھ گفتگو کی جا سکے۔ وہ رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں صلوۃ وسلام کے حصول کے بعد جب تعارف ہوا تو وہ شخصیت ایس ایم شفیق (مالک مہتاب انڈسٹریز لمیٹڈ ساہیوال) تھے

میں نے اُنہیں ان کُتب کی اشاعت پر مبارکباد دی اور عرض کیا کہ اگر

ہم درود و سلام پر لکھی جانے والی اسلاف کی کُتب کے تراجم شائع کر دیں

تو یہ اُمتِ مسلمہ کی اہم خدمت ہو گی۔ اُنہوں نے میری بات سُنتے ہی کہا

آپ تیاری کریں میں حاضر ہوں۔

بحمداللہ یہ سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ اس موقعہ پر ہم دو کُتب

شائع کر رہے ہیں۔

۱۔ فضیلت درُود و سلام از امام اسماعیل اسحاق قاضی

۲۔ تحفہ درُود و سلام از امام ابنِ ابی عاصم

قارئین دُعا کریں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید اشاعت

کُتب کی بھی توفیق نصیب فرمائے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور

۴ مئی ۹۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب

صحابہ کو صلوۃ وسلام کی تعلیم

۱۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے (بصورت السلام علیک ایہا النبی) ہم صلوٰۃ کیسے عرض کریں؟ فرمایا تم یہ پڑھو:

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۸۶۳۴)	اے اللہ درود بھیج حضرت محمد پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تُو نے دُرود بھیجا ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر بیشک تُو تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے۔ اور حضرت محمد اور آلِ محمد پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم کو برکت دی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۲۔ انہی سے مروی ہے میں نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا ا۔

ھذا التشہد قد عرفناہ فکیف الصلوۃ علیک	بصورت تشہد سلام عرض کرنا ہم نے جان لیا ہے صلوٰۃ کیسے پڑھیں۔

تو فرمایا یہ پڑھا کرو :۔

اللھم صل علی محمد کما صلیت و بارکت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید و بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

(الکامل لابن عدی ۳/۲۲۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر رحمت بھیج جیسے تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر رحمت اور برکت نازل کی ہے، بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لے آئے، آپ سے بشیر (صحابی) عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت میں صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خاموشی اختیار فرمائی

حتی تمنینا انہ لم یسالہ

حتیٰ کہ ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ

سوال نہ کیا ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

اللھم صل علی محمد و علی آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم و بارك علی محمد کما صلیت و بارکت علی ابراھیم و آلِ ابراھیم فی العالمین انك حمید مجید والسلام کما قد علمت۔

(مؤطا، ۱: ۱۳۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت بھیج اور آلِ محمد پر جیسے تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم پر رحمت بھیجی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر تمام جہانوں میں رحمت و برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور سلام بھیجنے کا طریقہ تم پہلے جان چکے ہو۔

۴۔ انہی سے ایک اور روایت ہے جس میں سائل کا نام بشیر بن سعد ہے۔

۵۔ امام مالک نے بھی انہی سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

۶۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کناں ہوا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

السلام علیك قد عرفناه فالصلوۃ علیك فاخبرناها۔	آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو ہمیں آگیا ہے صلوٰۃ کیسے عرض کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ ہم پریشان ہوئے کہ یہ سوال نہ کیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوۃ پڑھنا چاہو تو یوں کہو:

اللھم صل علی محمد النبی الامی کما صلیت علی ابراھیم و آلِ ابراھیم وبارك علی محمد النبی الامی کما بارکت علی ابراھیم و آلِ ابراھیم انك حمید مجید۔ (ابوداؤد، ۹۸۱)	اے اللہ حضرت محمد اُمّی نبی پر رحمت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم وآل ابراہیم پر رحمت نازل کی اور حضرت محمد نبی اُمی پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پہ رحمت نازل کی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۷۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اسی صحابی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۸۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پُوچھا ہم آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے:

اللّٰھم صل علی محمد النبی وازواجه	اے اللہ حضرت محمد نبی اور آپ کی

وذریته کما صلیت علی ابراهیم ازواج اور آل پر رحمت بھیج جیسے تو
وبارک علی محمد و ازواجه وذریته نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل
کما بارکت علی ابرهیم انک حمید کی اور حضرت محمد اور آپ کی ازواج
مجید۔ (المسلم ۲۰۷) اور اولاد پہ برکت نازل فرما جیسے
تو نے حضرت ابراہیم پہ برکت نازل
کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ
ہے۔

۹۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے کلمات مروی ہیں
محدث ابوبکر کا قول ہے کہ "ازواجه و ذریته" کے الفاظ میرے علم
کے مطابق صرف اسی روایت میں ہیں۔

۱۰۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جب یہ آیت مبارکہ
"ان اللہ وملائکته یصلون" نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ
سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں مگر صلاۃ کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا:۔

قولوا اللھم اجعل صلواتک تم کہو اے اللہ رحمتیں اور برکتیں
وبرکاتک علی محمد وآلِ محمد حضرت محمد اور آل محمد پر نازل فرما
کما جعلتھا علی ابراھیم وآلِ جیسے تو نے ابراہیم و آل ابراہیم کو
ابراھیم انک حمید مجید وبارک عطا کیں بیشک تو تعریف کیا گیا
علی محمد وآل محمد کما بارکت بزرگ ہے اور حضرت محمد و آل محمد

علی ابراهیم وال ابراهیم انک حمید مجید۔ (مسند حمیدی - ۷۱۱)	پر برکت نازل کر جیسے تُو نے ابراہیم وآلِ ابراہیم کو برکت دی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

راوی حدیث یزید کہتے ہیں امام ابن ابی لیلیٰ " علینا معھم " (ان کے ساتھ ہم پر بھی) کے کلمات کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

۱۱- امام ابن ابی لیلیٰ نے یہ کلمات بھی نقل کیے ہیں :-

قولوا اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآلِ ابراھیم انک حمید مجید۔ (البخاری ۶۳۱۱۸)	تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ کی آل پر رحمت بھیج جیسا کہ تُو نے حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور حضرت محمد اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آپ کی آل پر برکت نازل کی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۲- امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ فرمانے لگے ،

الا اھدی لک ھدیۃ ؟	میں تجھے کوئی تحفہ پیش کروں ؟

فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

ہمیں سلام عرض کرنے کا طریقہ تو آگیا ہے طریقہ صلوٰۃ سے آگاہ فرمایئے تو فرمایا:

قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید و بارك علی محمد وعلی آلِ محمد کما بارکت علی ابراهیم انك حمید مجید۔
(البخاری، ۶۳۵۷)

تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ کی آل پر رحمت بھیج جیسے تُو نے حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور حضرت محمد اور آلِ محمد پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۳۔ایک روایت میں ہے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک آدمی نے یہ سوال کیا تھا۔

حدیث ۱۴ اور ۱۵ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۶۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (السلام علیک ایہا النبی) یہ تو سلام ہے طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ فرمایا

قولوا اللهم صل علی محمد عبدك ورسولك وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و بارك علی محمد وعلی

تم کہو اے اللہ حضرت محمد جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت

آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم   ابراہیم پہ رحمت بھیجی۔
فی العالمین۔
(البخاری، ۳۷۹۸)

۱۷۔ حدیث نمبر ۱۷ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۸۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا۔

کیف نصلی علیك یا رسول اللّٰہ؟   یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درُود پڑھیں۔

آپ نے فرمایا:

صلوا علیّ وقولوا بارك اللّٰہ علی محمد وعلی آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم وآلِ ابراھیم انّك حمید مجید۔ (النسائی، ۳۹۱۳)

تم مجھ پر درُود بھیجو اور کہو اے اللہ حضرت محمّد اور آلِ محمّد پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم اورآلِ ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۹۔ شیخ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی پر موسیٰ بن طلحہ کو بُلایا تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا مَیں نے یہی بات حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی تو وہ فرمانے لگے مَیں نے خود اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا تھا آپ نے اس کی تعلیم

ہوئے فرمایا مجھ پر خوب ادب و محبت سے درود پڑھا کرو۔

وقولوا اللھم بارک علی محمد کما بارکت علی ابراھیم انک حمید مجید۔	تم کہو اے اللہ حضرت محمد پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا گیا، بزرگ ہے۔

۲۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو فرمایا:

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم۔ (مسند احمد، ۵ : ۳۵۳)	یوں کہو اے اللہ حضرت محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل کی۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے آپ کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کی تعلیم دی:

قولوا اللھم اجعل صلواتک و رحمتک و برکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقامًا	یہ پڑھا کرو اے اللہ اپنی خصوصی برکات اور رحمتیں نازل فرما رسُولوں کے سربراہ، متقین کے امام، انبیاء کے خاتم جن کا اسم گرامی محمد ہے تیرے خصوصی بندے اور رسول ہیں۔ خیر

محمودا يغبطه به الاولون و
الآخرون اللهم صل على محمد
وابلغه الدرجة الوسيلة من
الجنة ۔ اللهم اجعل فى المصطفين
محبته وفى المقربين مودته وفى
الاعلين ذكره والسلام عليه
ورحمته وبركاته اللهم صل على
محمد وعلى آل محمد كما صليت على
ابراهيم وآل ابراهيم انك
حميد مجيد ۔

(ابن ماجہ، ۹۰۶)

کے امام اور رسولِ رحمت ہیں۔ اے
اللہ انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما جس
پر اولین و آخرین رشک کریں۔ اے
اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول فرما او
انہیں جنت کا درجہ وسیلہ عطا فر
اے اللہ منتخب افراد میں ان کی محبت
اور مقربین میں ان کی مودت اور بلند
درجات میں بلندی عطا فرما۔ اے ا
حضور پر اور آپ کی آل پر رحمتوں
نزول فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابر
اور ان کی آل پر رحمتوں کا نزول
بلا شبہ تیری ذات اقدس بزرگ و
برتر ہے۔ اے اللہ حضور پر او
آپ کی آل پر برکات کا نزول فرما
جیسا کہ تو نے سیدنا ابراہیم اور ان
کی آل پر فرمایا۔ یقیناً تیری ذات
ہی لائق حمد و مجد ہے۔

۲۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علی

وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا

ان اللہ عزوجل قد امرنا بالصلاۃ علیک وکیف نصلی علیک؟	بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر دُرود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہم آپ پر کیسے دُرود پڑھیں۔

توآپ نے فرمایا:

قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم وارحم محمد وآل محمد کما رحمت علی ابراھیم وآل ابراھیم۔ (مسند شافعی، ۲۶۹)	تم کہو اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر صلوۃ بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر صلوۃ بھیجی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر رحمت کی۔

باقی سلام کا طریقہ تمہیں پہلے ہی سکھا دیا گیا ہے۔

۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو صلاۃ ان الفاظ میں سکھایا کرتے تھے۔

اللھم داحی المدحوات، وباری المسموکات۔ وجبار القلوب علی	اے اللہ تمام کائنات پھیلانے اور آسمانوں کے پیدا کرنیوالے

فطرتها شقیها و سعیدها ، اجعل
شرائف صلواتك ونوامی برکاتك
ورافة محبتك علی محمد عبدك
ورسولك ، الخاتم لما سبق ، والفاتح
لما انغلق ، والمعلن الحق والدامغ
جیشات الاباطیل کما حُمل
واضطلع بامرك لطاعتك مستو
فزًا فی طاعتك غیر ناکل فی قدم
ولا واهن فی عزم ، داعیًا لحرمتك
واعیًا لوحیك ، حافظًا لعهدك ،
ماضیًا علی نفاذ امرك ، حتی اوری
قبس القابس ـ به هدیت القلوب
بعد خطوت الفتن والاثم واضحات
الاعلام ، میزات الاسلام ، فهو
امینك المامون ، وخازن علمك
المخزون ، وشهیدك یوم الدین
وبعیثك رحمة ورسولك بالحق
رحمة ، اللهم وافسح له مفسحات

اور دلوں پر کنٹرول فرمانے والے
خواہ وہ بدبخت ہیں یا سعید ،
اپنی عظیم رحمتوں ، اضافہ فرمانے
والی برکتوں اور اپنی محبت کی
خصوصی شفقتوں کو اپنے برگزیدہ
بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم پر نازل فرما ، جو سابقہ انبیاء
اور شریعتوں کے خاتم و آخری اور
ہر مشکل کو کھولنے والے ہیں
حق کو آشکار کرنے والے اور
باطل کے لشکروں کو مٹانے والے
ہیں ، تیری اطاعت کے ساتھ
تیرے حکموں کو جاری کرنے والے
تیری فرمانبرداری میں کامیابی
کے ساتھ قدم بڑھانے والے ،
عزم میں کمزوری نہ رکھنے والے ،
تیری حرمت و عزت کے داعی ،
تیری وحی کے محافظ ، تیرے عہد

ل عدلك واجزه مضعفات
الخير من فضلك، له مهنات
غير مكدرات من ثوابك المعلول
وجزل عطائك۔ اللّٰھم اعل
على بناء البنائين هاه (بناه) واكرم
مثوله لديك ونزله، واتم له نوره
واجزه من ابتعاث له مقبول الشهادة
مرضی المقالة والمنطق عدل وحجة
وبرهان عظيم۔

مقام کو تمام مقامات سے بلند
فرمادے، اپنے ہاں ان کے درجاتِ
قرب میں خوب اضافہ فرمادے
ان کے نور کو اور کامل فرمادے
اس پر انہیں خوب جزا دے جو
تُو نے انہیں مقبول شہادت، پسندیدہ
قول و گفتگو، صاحبِ عدل، حجت
اور برہان عظیم بنایا ہے۔

کے نبھانے والے، تیرے حکم کا
نفاذ کرنے والے ہیں، حتیٰ کہ وصال
کا وقت آپہنچا۔

فتنوں اور گناہوں کے بعد انہی
کی برکت سے تُو نے دلوں کو ہدایت
دی، منزل کے نشان واضح کیے
اور اسلام کی روشنی پھیلی، وہ تیرے
امین مامون ہیں، تیرے مخفی علوم
کے خازن ہیں، روزِ قیامت تیری
طرف سے گواہ ہیں۔ تُو نے انہیں
سراپا رحمت اور رسولِ حق بنا کر
مبعوث فرمایا، اے اللہ ان پہ
اپنے عدل سے بخششیں عطا فرما
اپنے فضل سے ان کے خیر میں
اضافہ فرما، ان کی خوبصورت
جدوجہد پر ثواب عظیم اور عطائے
جزیل ہے۔ اے اللہ ان کی

۲۔ روزِ قیامت رسول اللہ کے سب سے قریب شخص

۲۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ۔
(مسند ابو یعلیٰ ۵۰۱۱)

روزِ قیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ صلاۃ پڑھے گا۔

۲۵۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۔ ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے۔

۲۶۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خدمت میں صلاۃ پڑھا کرو۔

فان صلاتکم و تسلیمکم تبلغنی حیثما کنتم (الطبرانی ۲۷۲۹)

بے شک تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

۲۷۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۲۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان للہ عزوجل ملائکۃ فی الارض بے شک اللہ نے زمین میں فرشتے

سیاحین یبلغنی من امتی السلام (المستدرک، ۲۔ ۴۲۱)

مقرر کیے ہوئے ہیں جو چلتے رہتے ہیں میری اُمت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

۴۔ درُود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے

۲۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک دن مَیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛

الا اخبرکم بابخل الناس؛

کیا میں بتاؤں سب سے بڑا بخیل کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یارسُول اللہ ضرور آگاہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا؛

من ذکرت عندہ فلم یصل علی فذلک بخل الناس (فضل الصلاۃ۔ ۳۷)

جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اُس نے مجھ پہ درُود نہ بھیجا پس وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔

۳۰، اور ۳۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۔ اللہ کی طرف سے درُود وسلام

۳۲۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ

والہٖ وسلم) آپ کا رب پوچھ رہا ہے کیا آپ اس بات سے راضی ہیں کہ آپ کا کوئی اُمتی آپ پر صلوٰۃ بھیجے تو میں اس پر صلاۃ بھیجوں اور جو سلام بھیجے اس پر سلام بھیجوں۔ (الدارمی، ۲۷۷۶)

۶- دس درجات بلند

۳۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر حاضر ہو گیا، آپ نے وضو فرمایا اور سجدہ فرمایا میں دُور ہٹ گیا، سر اقدس اٹھا کر فرمایا عمر تم نے بہت اچھا کیا، میرے پاس جبریل امین آئے تھے اور یہ خوش خبری دی

ان من صلی علیک واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا و رفعہ عشر درجات (فضل الصلاۃ، ۵)

بیشک جس نے آپ پر ایک مرتبہ درُود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درُود بھیجے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔

۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی صلاۃ صلی اللہ و ملائکتہ علیہ عشرا۔

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درُود بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درُود بھیجیں گے

اب بندے کی مرضی وہ تھوڑا پڑھتا ہے یا زیادہ (جس قدر زیادہ پڑھے گا اسی قدر اللہ کی رحمتیں حاصل کرے گا)

۳۵۔ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۶۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھتا ہے

لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ ما دام یصلی علی۔
(ابن ماجہ، ۹۰۷)

جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔

(اب بندے کی اپنی ہمت ہے جتنا پڑھے گا اتنی رحمتیں پائے گا)

۳۷، اور ۳۸ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۷۔ دس گناہ بھی معاف

۳۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود و سلام پڑھا

صلی اللہ علیہ عشر صلوات و محی عنہ عشر سیئات۔
(النسائی ۳، ۵۰)

اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرما دے گا۔

۸۔ درُود کفارہ ہے

۴۰۔ انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا مجھ پر درُود وسلام پڑھا کرو۔

فان الصلاۃ علی کفارۃ لکم
(الترغیب لابی القاسم)

بے شک مجھ پر درُود بھیجنا تمہارے لیے کفّارہ ہے۔

اور جو مجھ پر ایک دفعہ صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔

۹۔ درُود زکوٰۃ ہے

۴۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا مجھ پر درُود وسلام پڑھا کرو۔

فان صلاۃ علی زکاۃ لکم
(ابن ابی شیبہ، ۴۰۷،۸)

مجھ پر درُود پڑھنا تمہارے لیے زکوٰۃ ہے۔

۱۰۔ دس نیکیاں بھی

۴۲۔ حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس اُمتی نے بھی حُسنِ نیت کے ساتھ مجھ پر ایک دفعہ درُود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

كتبت له بها عشر درجات ويرفع بها عشر درجات ومحي عنه بها عشر سيئات۔ (النسائی، ۶۵)

اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند کردیے جاتے ہیں اور اس کی دس خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔

۴۳۔ اس روایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

۴۴۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا، آپ نہایت ہی خوش وخرم اور آپ کا چہرہ کھلا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

انك لعلى حال ما رأيتك على مثلها

آپ کو اس حال میں میں نے کبھی نہیں دیکھا

آپ نے فرمایا میں کیوں نہ خوشی کا اظہار کروں ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ اپنی اُمت کو یہ خوشخبری دے دو جو آپ پر دُرود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، دس درجات اس کے بلند ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اس کی مثل رحمت نازل فرمائے گا اور مجھ پر روزِ قیامت پیش کیا جائے گا۔ (طبرانی ۴۷۲۱)

۴۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میری ملاقات کے لیے آئے تھے اور پیغام دے گئے

ہیں اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درُود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتوں کا نزول فرمائے گا۔ (مسند ابو یعلیٰ ۶۹۱۰۸)

۴۶۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، ۸۷۰۷)

۴۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ____________

نقل کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طویل سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا جبریل آئے تھے اور اُنہوں نے بتایا ہے جو آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو سلام پڑھتا ہے اس پر وہ سلام بھیجتا ہے۔

فسجدت للہ عزوجل شکرًا   میں نے بطور شکر یہ سجدہ کیا ہے۔

۴۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ کے حضور اس لیے سجدہ کیا ہے۔

جو جس قدر مجھ پر دُرود پڑھے گا اللہ کے فرشتے اس پر اسی قدر دُرود پڑھیں گے اب آدمی کی مرضی وہ کثرت کرے یا کمی۔

۴۹۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ اقدس پر خوشی کے

کار تھے ہم نے عرض کیا آج ہم آپ کے مبارک چہرہ پہ بہت ہی خوشی دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے ابھی جبریل آئے تھے اور مجھے پیغام دے گئے ہیں آپ کا جو اُمتی آپ پہ ایک مرتبہ درُود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پہ دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (شعب الایمان، ۱۴۶۱)

۵۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے میں اور میرے فرشتے اس پہ دس دفعہ درُود و سلام کہتے ہیں۔

۵۱۔ عمران بن حمیری کہتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے وہ بات نہ سناؤں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سنائی تھی کہ

ان اللہ عزّوجل اعطی ملکاً من الملائکۃ اسماء الخلائق فھو قائمٌ علی قبری حتی تقوم الساعۃ فلیس احد من امتی یصلی علی صلاۃ الاقال۔ یا احمد فلان بن فلان باسمہ واسم ابیہ صلی علیک کذا وکذا فیصلی الرب تبارک وتعالیٰ انہ من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کے ناموں سے آگاہ فرما رکھا ہے۔ وہ قیامت تک میرے مزارِ عالی کے پاس کھڑا ہے تم میں سے کوئی جب صلوٰۃ پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے کہتا ہے اے احمد فلاں بن فلاں آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے پس اللہ تعالیٰ رحمت نازل

علیہ عشرا ان زاد زاد اللہ عزوجل۔

(مسند بزار ۱:۲۳۶)

فرماتا ہے جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ پڑھتا ہے۔ اگر وہ زائد کرے تو اللہ تعالیٰ بھی زائد کرتا ہے۔

دس غلاموں کی آزادی

۵۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اس کی دس برائیاں معاف فرما دیتا ہے اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔

وکن بہ عدل عتق عشر قاب۔ (جلاء الافہام)

اور یہ دس غلاموں کی آزادی کے برابر ہے۔

۵۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ دُرود و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۵۴۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پہ ایک دفعہ دُرود پڑھا اس پر

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اب بندے کی مرضی وہ اس میں کثرت کرے یا کمی۔

۵۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا مَیں اس پر دس مرتبہ پڑھوں گا۔

۵۷۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا مَیں نے اس بات پر سجدہ شکر کیا کہ جبریلؑ نے خبر دی کہ جو آپ پہ درود وسلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

۶۔ ہر وقت دُرود و سلام

۵۸۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا

ارأیت ان جعلت صلاتی کلھا صلاۃ علیک؟

کیا آپ اس بات کی اجازت عطا فرماتے ہیں کہ مَیں اپنی ہر دُعا کی جگہ آپ پر صلاۃ وسلام پڑھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

اذن یکفیک اللہ ما ھمک من امر دنیاک وآخرتک (الترمذی)

تب اللہ تعالیٰ تیری دُنیا و آخرت کی مشکلات آسان فرما دے گا۔

۵۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل شطر صلاتی دعاء لک؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کو اپنی دعا کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذن یکفیک اللہ ھم الدنیا والاخرۃ تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلات آسان فرما دے گا۔

(الکامل، ۵: ۱۹۰)

۶۰۔ حضرت یحیٰی بن حبان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل نصف صلوتی لک؟ میں نصف دعا درود وسلام کر لوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اگر تو چاہتا ہے تو کر لے۔ عرض کیا اگر میں دو تہائی کر دوں فرمایا پھر بھی درست ہے عرض کیا

نصلاتی کلھا؟ میری تمام دعا درود وسلام ہی ہو گا

آپ نے فرمایا:

اذن یکفیک اللہ ما ھمک من امر دنیاک وآخرتک اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے تمام معاملات پر کافی ہے۔

۷ - صبح و شام درود و سلام

۶۱ - حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

من صلی علی حین یصبح عشرا وحین یمسی عشرا ادرکتہ شفاعتی یوم القیامۃ - (جلاء الافہام ۱۲۷)

جو شخص مجھ پر صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا وہ قیامت کے روز میری شفاعت پا لے گا -

۶۲ - حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے فرمایا اے ابو کاہل اچھی طرح جان لو

من صلی علی کل یوم ثلاث مرات وکل لیلۃ ثلاث مرات حبا وشوقا الی کان حقا علی اللہ ان یغفر لہ ذنوبہ تلک اللیلۃ وذلک الیوم - (المعجم الکبیر، ۱۸ : ۹۲۸)

جو بندہ مجھ پر ہر دن تین مرتبہ اور ہر رات تین مرتبہ محبت اور شوق کے ساتھ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس بندے کے گناہ اس دن اور اس رات بخش دے -

۸ - جمعہ کے دن درود و سلام

۶۳ - حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم علیہ السلام وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی فیہ من الصلوۃ۔

سب سے افضل دن جمعہ ہے اس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اسی میں صور پھونکا جائیگا اسی میں حشر ہوگا۔ اس دن مجھ پر کثرت سے ساتھ درود وسلام پڑھو۔

فان صلاتکم معروضۃ علی

بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ

کیف تعرض علیک وقد ارمت

آپ کی خدمت میں صلوۃ وسلام کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

(ابو داؤد، ۱۰۴۷)

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسامِ مقدسہ کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

۶۴۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھو

فلا يصلى علی احد الا — پس جو شخص بھی مجھ پر دُرُود بھیجتا
عرضت علی صلاتہ۔ — ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ دُرُود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ برباد ہو جائے

ذکرت عندہ فلم یصل علی — جس کے پاس میرا تذکرہ ہوا اور اس نے دُرُود نہ پڑھا۔

اور وہ شخص بھی تباہ ہو جائے جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا مگر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا اور وہ شخص بھی ہلاک ہو جائے جسے رمضان ملا اور چلا گیا مگر وہ اس میں اپنی مغفرت و بخشش نہ کروا سکا۔

۶۶۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۶۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا بدبخت ہے وہ شخص جس کے پاس

ذکرت عندہ فلم یصل علیک — آپ کا ذکر مبارک ہوا اور اس نے آپ پر دُرُود نہ پڑھا۔

۶۸۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا آمین (قبول فرما) اور فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا

من ذکرت عندہ فلم یصل علیک فابعدہ اللہ ثم ابعدہ فقلت آمین (مسند بزار، ۲۱۵۲)

جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو تو آپ نے آمین کہا۔

۱۰۔ دیگر رسولوں پر سلام

۶۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا صلیتم علی المرسلین فصلوا علی معھم فانی رسول من المرسلین۔

جب تم رسل عظام پر درود بھیجو تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود بھیجو بیشک میں رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔

۷۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا سلمتم علی فسلموا علی المرسلین۔ (ابن کثیر، ۴: ۲۶)

جب تم مجھ پر سلام پڑھو تو تمام مرسلین پر بھی پڑھو۔

۷۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ سوار کے پیالہ والا سلوک نہ کرنا سوار اپنے پیالے کو بھر کر رکھتا ہے پس جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو وہ اسے کسی چیز کے ساتھ لٹکا دیتا ہے پس اگر اس میں پانی ہو تو وہ بوقت ضرورت پی لیتا ہے یا وضو کر لیتا ہے ورنہ پیالے کو انڈیل دیتا ہے۔

فاجعلونی فی اول الدعاؤ فی وسطہ ولا تجعلونی فی آخرہ
(مصنف عبدالرزاق ۔ ۳۱۱۷)

پس تم مجھے دُعا کی ابتدا اور درمیان میں یاد کرو اور دُعا کے آخر میں نہ لے جاؤ۔

۱۱۔ آپ کے لیے مقام وسیلہ کی دُعا پر اجر

۷۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ مانگا کرو عرض کیا گیا وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا

اعلی درجۃ فی الجنۃ لا ینالھا الا رجل وارجوان اکون انا ھو
(مسند احمد، ۲: ۲۶۵)

وسیلہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے جو ایک ہی شخص کو ملے گا میں امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔

۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ طلب کیا کرو۔

فمن سألها لی فی الدنیا کنت له شاهدًا او شفیعًا یوم القیامة
(فضل الصلاۃ، ۴۸)

پس جو میرے لیے دنیا میں مقام وسیلہ طلب کرے گا میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

۷۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگا کرو۔

فانها منزلة فی الجنة لعبد من عباد الله وارجوان اکون انا هو من سألها لی حلّت له شفاعتی یوم القیامة۔
(اعلم، ۴۸۲)

وہ جنت میں اللہ کے کسی بندے کا مقام ہے اور میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے اس کی دعا کی اس کے لیے شفاعت ہے۔

۱۲۔ اذان کے بعد دعا وسیلہ

۷۵۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ جب اذان سنتے تو اس کے بعد یہ دعا کرتے

اللّٰهم رب هذه الدعوة التّامّة والصلوٰة القائمة۔ صل علی محمد واعطه سؤله یوم القیامة۔

اس دعوت کاملہ اور نماز قائمہ کے مالک سیدنا محمد پر رحمت کاملہ فرما اور قیامت کے دن اس کی

(الترمذی، ۳۶۹۴)

قبول فرما۔

۷۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان سُن کر دُعاء وسیلہ پڑھی قیامت کے روز اسے میری شفاعت حاصل ہوگی۔ (مسند احمد ۳۵۴:۳)

۷۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سُنو تو اس کے ساتھ کلمات کو دہراؤ

ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ عشرا۔

پھر مجھ پہ درُود پڑھو پس جو مجھ پہ درُود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

پھر میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرو، وہ جنّت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی منتخب بندے کو نصیب ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے مقامِ وسیلہ کی دُعا کی اس کے لیے میری شفاعت ہے۔

۷۸۔ حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی اذان سُنی اور یہ دُعا کی

اللھم صل علی محمد وانزلہ المقعد المقرب عندک وجبت

اے اللہ حضور پہ رحمتوں کا نزول فرما اور انہیں اپنے ہاں سب سے

له شفاعتی. (مسند احمد، ۴: ۱۰۸) بلند درجہ عطا فرما تو اس کے لیے شفاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ مسجد میں آتے جاتے درُود و سلام

۷۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہونے لگو

فلیصل علی — تو مجھ پر درُود پڑھو

اور پڑھو

اللھم افتح لی ابواب رحمتك — اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے نکلنے لگو تو

فلیصل علی النبی — اپنے نبی پر پھر درُود پڑھو

اور یہ کہو اے اللہ

اعصمنا من الشیطان — ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا

(ابن ماجہ، ۷۷۳)

۱۴۔ وضو اور درود و سلام

۸۰۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لا وضوء لمن لم یصل علی — جس نے مجھ پر درُود نہ پڑھا اس

(ابن ماجہ، ۴۰۰)

وضو نہیں۔

۱۵۔ کان کے سُن ہونے پر درُود

۸۱۔ حضرت ابو رافع اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کان سُن ہو جائے تو

فلیصل علی — مجھ پر درُود و سلام پڑھے

اور یہ کہے

ذکر اللہ بخیر من ذکرنی — جو اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے اللہ بہتر یاد فرماتا ہے۔

(المعجم الکبیر ۹۵۸)

۱۶۔ دُعا اور درُود و سلام

۸۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں حمد باری تعالیٰ اور درُود و سلام کے بغیر دُعا کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا تُو نے جلدی کی ہے پھر بلا کر اُسے دُعا کا طریقہ تلقین فرمایا۔ (ابو داؤد، ۱۴۸۱)

۱۷۔ درود و سلام بھولنے والا جنّت کا راستہ بھول گیا

۸۳۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من ذكرت عنده فنسي الصلاة خطئ طريق الجنة يوم القيامة ـ (فضل الصلاة ، ۴۱)	جس کے پاس میرا ذکر ہوا اس نے درود نہ پڑھا وہ قیامت کے دن جنت کا راستہ بھول جائے گا ۔

۱۸ - اجتماع اور درود و سلام

۸۴ - حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلساً لا يصلون على رسول الله الا كان عليهم حسرة وان دخلوا الجنة لما يرون من الثواب (فضل الصلاة ، ۵۵)	جو لوگ کسی بھی اجتماع سے بغیر درود و سلام پڑھے متفرق ہو جاتے ہیں اگر وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر افسوس کرتے رہیں گے جب اس کا ثواب دیکھیں گے ۔

۸۵ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلسا فاطالوا الجلوس ثم تفرقوا قبل ان يذكروا الله عزوجل او يصلوا على نبيهم الا كانت عليهم من الله	جو لوگ کسی طویل مجلس و اجتماع سے ذکر الٰہی اور درود و سلام کے بغیر جدا ہو جائیں انہیں اس پر افسوس ہوگا ، اللہ چاہے انہیں عذاب دے

ان شاء عذبھم وان شاء غفر لھم۔ (ابوداؤد، ۳۸۵۵) یا انہیں معاف فرمادے۔

۱۹۔ غیر نبی کے لیے دُعا

۸۶۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمارے ہاں تشریف آوری ہوئی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا فرمائی

اللھم اجعل صلواتک ورحمتک علی سعد بن عبادۃ (ابوداؤد ۵۱۸۵) اے اللہ سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما۔

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے دُعا کی

اللھم صل علی الانصار وعلی ذریۃ ذریۃ الانصار (طبرانی ۸۹۰) اے اللہ انصار پر اور ان کی اولاد در اولاد پر رحمتیں نازل فرما۔

۸۹۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ہے جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں مالی صدقہ پیش کرتا تو آپ اس کے لیے دُعا فرماتے جب میں صدقہ لے کر حاضر ہوا تو یہ دُعا دی۔

اللھم صل علی ال ابی اوفی (مسند احمد ۴، ۳۵۳) اے اللہ آلِ ابی اوفی پر رحمت بھیج

۹۰۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

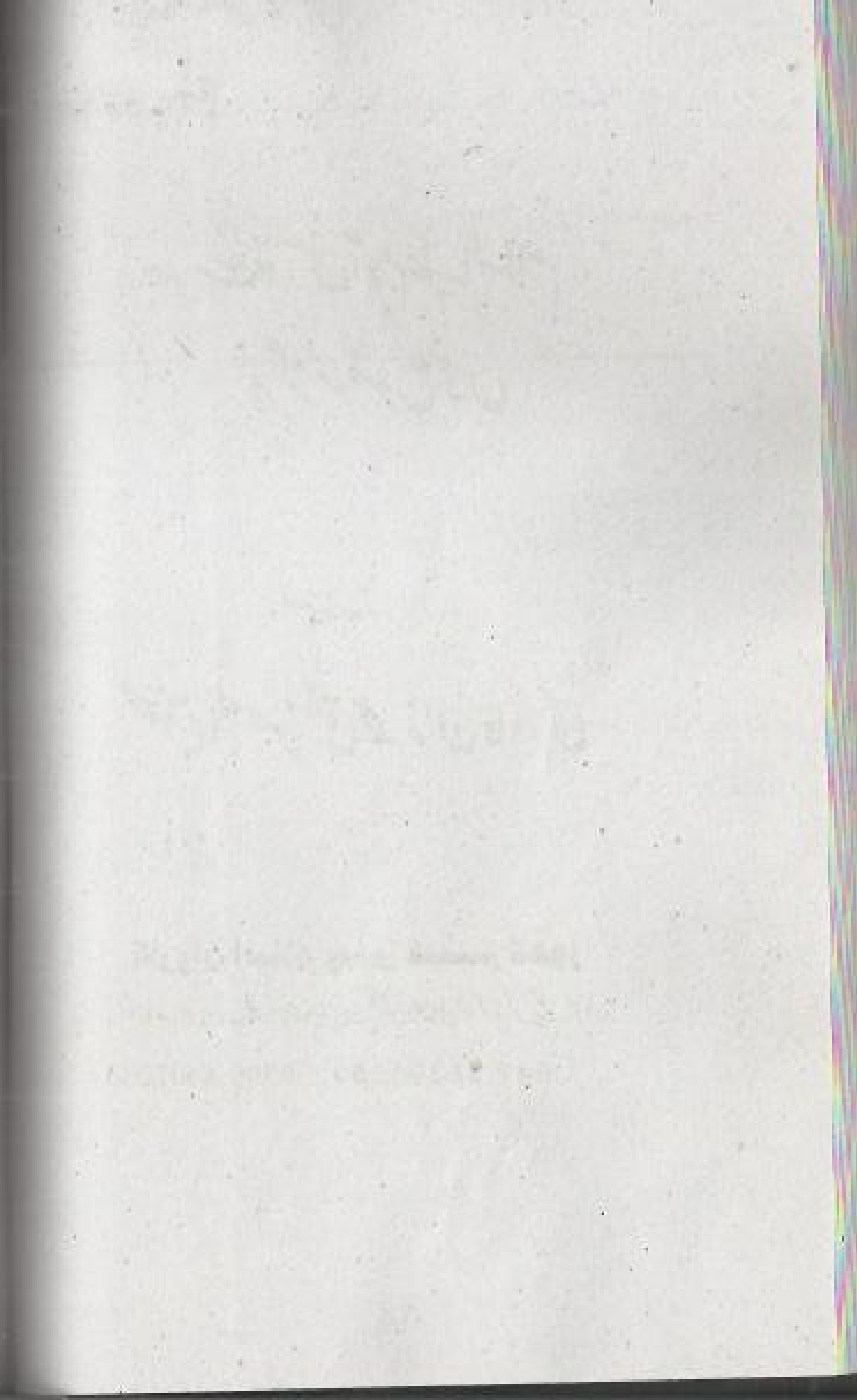
۹۱ ۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہے جو لوگ مجلس سے جدا ہو گئے نہ انھوں نے وہاں اپنے اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود و سلام عرض کیا تو وہ مجلس روزِ قیامت پریشانی کا باعث بنے گی۔
(المعجم الکبیر، ۷۷۵۱)

حدیث توسل آدم علیہ السلام
ہرگز موضوع نہیں

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
جامعہ اسلامیہ لاہور-۱، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
042,35300353...0300.4407048



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام اُمت کے اہل علم نے یہ بیان کیا اور تسلیم کیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وسیلہ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی۔

امتِ مسلمہ نے حضور ﷺ کے جواز وسیلہ پر اس مبارک حدیث کو ہمیشہ بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ وقت منصور نے پوچھا میں روضۂ نبوی پر حاضری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی سے آگاہ کر دیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ خود کر لینا کہ منہ کس طرف کرنا ہے، آپ ﷺ کی شان اقدس یہ ہے:

هو وسیلتك ووسیلة والدك آدم علیہ السلام — آپ ﷺ تمہارے وسیلہ بلکہ تمہارے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں۔

اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت سے اہل علم کا استدلال ہی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور من گھڑت نہیں ورنہ امام مالک جیسے آئمہ دین اس سے استدلال نہ کرتے اور جس روایت سے ائمہ امت استدلال کریں گویا اس کی صحت پہ ان کا اتفاق ہے

اہل بدعت کا انکار

ہمارے دور کے کچھ اہل بدعت نے اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اپنی رائے و تحقیق کو تمام اُمت پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چونکہ عوام ان چیزوں سے آگاہ نہیں لہٰذا وہ پریشان ہو جاتے ہیں آئے دن میری نظر سے ایسے مضامین گزرے جن میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دینے پر ہی زور دیا گیا تھا

بعض احباب مثلاً الحاج شوکت علی سرپرست جامع مسجد شادمان نے بھی اس کا ذکر کیا اور اصل صورت حال اشکار کرنے کا بھی کہا کئی دفعہ سوچا کہ اس پر لکھوں گا اور واضح کروں گا کہ یہ روایت ہرگز ہرگز موضوع نہیں ہاں یہ ضعیف بلکہ حسن لغیرہ ہے جس سے استدلال بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ اُمت کے آئمہ اس سے استدلال کرتے رہے مگر دیگر مصروفیات کی وجہ اس پر نہ لکھ سکا۔

کافی عرصہ پہلے سے عظیم محدث امام عبداللہ صدیق الغماری (م۔۱۴۱۳ھ) کی اس روایت پر علمی تحقیق مطالعہ میں تھی اب یہی سوچا کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تاکہ اہل علم کو اس پر مواد فراہم ہو جائے، انہی کے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح نے اپنی رفع المنارہ فی تخریج التوسل و الزیارۃ میں بھی اس روایت پر گفتگو کی ہے مگر وہ مختصر ہے لیکن امام غماری کی گفتگو تفصیلی ہے جو ان کی کتاب الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین کے صہ ۱۲۲ تا ۱۴۱ تک پھیلی ہوئی ہے آیئے ان کی علمی تحقیق کا مطالعہ کرتے ہیں:

متعصب کا شبہ

متعصب منکر وسیلہ کہتا ہے کہ امام حاکم، ابن حبان اور صاحب الدر المنثور (امام سیوطی) نے ارشاد الٰہی فتلقیٰ آدم من ربه كلمات کی تفسیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن زید نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے کھالیا، انہوں نے نگاہ اٹھائی تو باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا اله الا الله محمد رسول الله، تو عرض کیا:

اللھم انی توسل الیك بمحمد وال محمد الا ماغفرت لی	اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتا ہوں تاکہ تو مجھے معاف کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يا آدم من اين علمت بمحمد حتى — اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حتیٰ
سألتني به؟ — کہ ان کے وسیلہ سے تم نے دعا کی؟

عرض کیا میں نے نظر اٹھائی تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا:

فعلمت انك لم تقرن اسمك الا احب الاسماء — تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی نام کو ملایا ہے
اليك — جو تجھے سب سے زیادہ محبوب نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قد غفرت لك — میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

اس روایت سے سات کتب حدیث خالی ہیں، امام حاکم نے اپنی اس عادت (کہ وہ موضوع احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں) کے مطابق اسے بھی صحیح قرار دے دیا

چند امور کا تذکرہ

میں کہتا ہوں مخالف کی گفتگو میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

امر اوّل: ابن حبان کی طرف نسبت غلط ہے

اس نے حدیث کی نسبت امام ابن حبان کی طرف کی ہے حالانکہ یہ نسبت غلط ہے کیونکہ امام ابن حبان نے اس روایت کو نقل نہیں کیا نہ صحیح میں نہ ثقات میں اور نہ ضعفاء میں۔ البتہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی اور امام ابونعیم دونوں نے دلائل النبوۃ اور امام ابن عساکر نے اسے تاریخ میں نقل کیا ہے:

امر ثانی: امام سیوطی راوی نہیں

صاحب الدر المنثور کی طرف روایت حدیث کی نسبت کرنا بھی مخالف کے نہایت غبی ہونے اور انتہائی جہالت کا پتہ دے رہا ہے اس لئے کہ صاحب الدر المنثور اگرچہ حفاظ حدیث بلکہ ائمۃ الحفاظ میں ہیں لیکن وہ اسانید کے ساتھ حدیث روایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں مثلاً امام بخاری، امام ابن حبان، ابو نعیم،

ابن عساکر اور ابن نجار، کیونکہ جہاں سیوطی کا زمانہ ان محدثین سے متاخر ہے اور ان کے وقت سے پہلے کتنی مدت روایت بالا سناد کا انقطاع ہو چکا ہے جس طرح کتب مصطلح الحدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہے وجہ مذکور کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام سیوطی نے الدر المنثور اور الجامع الصغیر میں روایت کیا ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث نقل کی ہے۔

اخرج اور خرج میں فرق:

محدثین کی اصطلاح کی بنا پر اخرج اور خرج میں فرق ہے وہ پہلے لفظ کو سند بیان کرنے والے اور دوسرے کو سند بیان کرنے والے کی طرف حدیث کی نسبت کرنے والے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ کہیں گے اخرجہ الطبرانی والدیلمی حدیث کذا۔ خرجہ ابن حجر او السیوطی یعنی روایت کرنے والوں کی طرف انہوں نے نسبت کی ہے

بعض محدثین نے خرجہ بمعنی اخرجہ استعمال کیا ہے حافظ ابن رجب نے اپنی کتب میں اسی اصطلاح کو اپنایا ہے۔ لیکن اخرجہ (روایت کیا) کو خرجہ (نقل کیا) کی جگہ کسی محدث نے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ صریح جہالت ہے ایسی بات اس متعصب جیسے لوگوں سے ہی صادر ہو سکتی ہے۔ وباللہ التوفیق

امر ثالث: لفظ جد ہضم کرلیا

اس نے سند یوں بیان کی۔

عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر۔

یہ نہایت واضح غلطی ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جیسے المستدرک اور دیگر کتب میں ہے لیکن منکر جد (دادا) کا لفظ ہضم کر گیا۔

امر رابع: الفاظ حدیث میں کمی بیشی

اس نے الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر دی، ہم اصل کے مطابق حدیث ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ اس کی تحریف کا ازالہ کیا جا سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

یارب اسالك بحق محمد لما غفرت لی — اے میرے رب میں محمد کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں مجھے تو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم

کیف عرفت محمداً و لم اخلقه؟ — تم نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا۔

عرض کیا جب تو نے اپنے دست اقدس سے مجھے پیدا کر کے میرے اندر اپنی طرف سے روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو

فرأیت علی قوائم العرش مکتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله — تو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله۔

تو میں نے پہچان لیا کہ

لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك — تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صدقت یا آدم انه احب الخلق الی — اے آدم تو نے سچ کہا ہے یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تو نے ان کا وسیلہ دیا ہے

فقد غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك هو اخر الانبياء من ذريتك

میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ وہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہونگے

الفاظ حدیث تمہارے سامنے ہیں اس سے منکر کے الفاظ کا موازنہ کر لیجئے ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے:

امر خامس: یہ کہنا کہ اس حدیث سے سات کتب خالی ہیں اور امام حاکم کا عادت کے مطابق موضوع کو صحیح قرار دینا ظاہر ہے۔

اس ضدی کی گفتگو نہایت واضح کر رہی ہے کہ صحت حدیث اور وضع حدیث میں فرق فقط یہ ہے کہ اس کا وجود ان کتب میں ہے یا اس کا وجود ان میں نہیں کیونکہ اس نے اس حدیث کے موضوع ہونے کو اس پر مرتب کیا ہے امام حاکم نے اسے لاپرواہی سے صحیح کہا اور اس سے یہ دروازہ کھل جائے گا کہ جس حدیث سے کتب سبعہ خالی ہیں وہ موضوع و من گھڑت ہوگی۔ اگر اس کے ہاں اس علامت کے برعکس ہو جائے گا اور اس کا منعکس ہونا اس کی عقل فاسد سے بعید بھی نہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ جو حدیث ان سات کتب میں موجود ہے وہ موضوع نہیں ہوگی، اس منحوس طائفہ نے محدثین سے اختلافات میں یہی راستہ اختیار کیا ہے اگرچہ حدیث کے لئے کثیر طرق ہوں نہ عقل اس کے موافق ہے اور نہ ہی نقل جیسا کہ ہم نے ابتداء کتاب میں اس پر تنبیہ کی ہے لیکن علماء محدثین، اصولیین اور فقہاء کے طریق پر بطور طرد وعکس یہ مذکور علامت فاسد ہے بلکہ اس کا مدار ان کے ہاں شرائط قبولیت کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے تو جس حدیث میں شرائط قبولیت ہونگی وہ صحیح ہوگی ورنہ صحیح نہ ہوگی خواہ وہ سات کتب میں موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ اسی قاعدہ کی تائید عقل کرتا ہے جو مخفی نہیں کیونکہ وضع حدیث اور سات کتب کے اس سے خالی ہونے میں کوئی تلازم نہیں مگر اس کے دماغ میں جو اس متعصب جیسا دماغ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ کی ہی توفیق دے

امر سادس: امام حاکم پر حملہ

اس متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع احادیث کو لاپرواہی اور عدم سنجیدگی کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، اس کو بڑی جسارت ہے اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم اس کی زبان کھینچ لیں تاکہ یہ امت کے برگزیدہ علماء کے بارے میں ایسے بکواس نہ کر سکے کیونکہ امام حاکم امت کے جلیل عالم، حافظ کبیر، ان کے صدق و عدالت، علم حدیث کی معرفت اور اس میں تقدم اور امامت پر امت کا اجماع ہے جس کا حافظ ذہبی اور دیگر ان جیسی شان والے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ اس پر یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حافظ بیہقی ان کے شاگرد اور تلمیذ ہیں اور اپنی کتب میں اکثر انہی سے روایت کیا ہے اور ان کا اسم گرامی ابوعبداللہ حافظ لکھتے ہیں اگر وہ عدم سنجیدگی کی وجہ سے موضوع احادیث کو صحیح قرار دیا کرتے تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اگر انہیں ایسا کہنا درست اور ان سے یہ ثابت ہوتا تو پھر ان کے فسق و جہالت پر اجماع ہوتا کیونکہ انہوں نے دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کی حالانکہ ایسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام انکار کرتے ہیں۔

بندہ محسوس کرتا ہے کہ یہ متعصب اس خیال میں ہے کہ وہ ایسے اوباش لوگوں کے درمیان ہے جو طوطے کی طرح کسی کی تلقین پر اسے گالی دے اور اس پر لعنت کرے تو یہ سب وشتم اور لعنت کرنے والا ہے تو اس نے امام حاکم کے حق میں ایسی جسارت کا ارتکاب کیا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے امام کبیر اور سنت نبوی ﷺ کے ایک حافظ پر خطرناک حملہ کیا کیونکہ امت میں اگر متعصب جیسا کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ مستدرک جیسی کتاب لانے سے عاجز ہوگا اگرچہ لوگ ایک دوسرے سے معاون بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

امر سابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

اس کا یہ دعویٰ بھی بڑی جہالت ہے کہ امام حاکم موضوعات کو صحیح قرار دینے میں

سنجیدہ نہیں حافظ ابن ابن حجر نے امام موصوف کی طرف اس تساہل کی نسبت کی تحقیق کی ہے جو معروف او رمتداول کتب مصطلحات میں مذکور ہے۔

امام سیوطی کی گفتگو

امام سیوطی نے تدریب الراوی میں المستدرک اور اس کے مصنف کے تساہل پر لکھا کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور وہ اس کی تنقیح کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور لکھا۔

میں نے المستدرک کے چھ اجزاء میں سے تقریباً دوسرے جزء کے نصف کے قریب تک امام حاکم کی املا پائی ہے اور لکھا:

اس کے علاوہ کتاب ان سے بطور اجازہ حاصل ہے اور لکھا:

املا شدہ حصہ میں باقی حصہ کی نسبت تساہل بہت کم ہے۔

تم نے دیکھا حافظ موصوف نے یہ حقیقت اشکار کر دی کہ تساہل کا سبب تنقیح کتاب سے پہلے امام حاکم کا وصال کر جانا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ املا والے اور تنقیح کردہ حصہ میں بہت ہی کم تساہل ہے یہاں اس مشہور و شعر کا ذکر خوب رہے گا۔

اذا قالت حزام فصدقوها　　فان القول ما قالت حذام

اس تحقیق کے بعد کوئی بھی امام حاکم کی طرف تساہل یا لاپرواہی کی نسبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہ جو اس متعصب کی طرح جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہو۔
وباللہ التوفیق۔

امر ثامن

متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع روایات کو صحیح قرار دینے میں لاپرواہی برتتے ہیں یہ باطل، ہولناک اور لغویات ہے جو نافع نہیں یہ اس لئے کہ مستدرک میں تمام موضوع روایات جو تقریباً سو ہیں جنہیں حافظ ذہبی نے خاص جز میں جمع کر دیا ہے جس کا حافظ سیوطی نے ذکر کیا، بلاشبہ یہ تعداد کتاب کی ضخامت اور اس میں کثیر روایات کی نسبت

یک کم ٹھہری بلکہ مستدرک کی تلخیص کرنے والے حافظ ذہبی نے اپنی اسی تحقیق میں لکھا کہ مستدرک میں احادیث ضعیفہ اور موضوع کتاب کا چوتھائی اور باقی تین حصوں کی تمام احادیث صحیح ہیں وہ بخاری شریف کی یا بخاری ومسلم میں سے کسی ایک کی شرائط پر ہیں یا کچھ ہیں اگرچہ ان میں سے کسی کے شرائط پر نہیں ہیں۔

حافظ سیوطی نے التدریب میں لکھا:

امام ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔

میں نے امام حاکم کی تصنیف المستدرک کا اول وآخر مطالعہ کیا تو میں نے اس میں کوئی ایسی ایک حدیث نہیں پائی جو بخاری ومسلم کی شرائط پر ہو۔

اس پر امام ذہبی کہتے ہیں:

هذا اسراف وغلو من الماليني — یہ مالینی کا غلو اور زیادتی ہے۔

ورنہ اس میں بیشتر احادیث بخاری ومسلم کی شرائط پر اور بیشتر ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کا مجموعہ نصف کتاب بن جاتا ہے، اس میں چوتھائی احادیث کی اسناد صحیح اور ان میں بعض شی ہے اور باقی چوتھائی تقریباً مناکیر اور کمزور ہیں جو صحیح نہیں اس میں بعض موضوعات ہیں،

یہ علمی تحقیق ہے جو اطلاع ومعرفت پر مبنی ہے یہ اعلان ہے کہ مستدرک میں کثیر احادیث صحیح کی نسبت ضعیف بہت ہی کم ہیں اور آپ جان چکے کہ موضوع احادیث بہت ہی کم ہیں اور یہ تمام اس متعصب کے کذب اور جہالت پر بہت ہی واضح دلیل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

پھر متعصب نے لکھا:

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں لکھا:

ایک آدمی نے امام شافعی کی موجودگی میں امام مالک سے عبدالرحمن بن زید کے بارے میں پوچھا جو اس حدیث کی سند کا مدار ہے یعنی ان کے علاوہ کسی طریق سے مروی نہیں۔

امام مالک نے فرمایا: جب تم پر احادیث کے اسناد میں اشکال ہو تو عبدالرحمٰن بن زید کے پاس اسے لے جاؤ تو وہ اپنے والد وہ اپنے جد اور حضرت نوح علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اور یہ بات کسی اسناد کی تکذیب کے لیے نہایت موثر ہے۔

امام مالک نے یہ بھی فرمایا:

یہ مناکیر روایات لاتا ہے انہوں نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔

جس طرح امام مالک نے ان کی خوب تکذیب کی ہے اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویانِ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔

حافظ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق جلد ۲ ص ۶۱۵ سطر سات تا ۹ میں لکھا:

امام حاکم نے روایت کو صحیح کہا بلکہ یہ موضوع ہے اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے اس نے اسے مجہول سے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمٰن بن زید کو خوب وشدید کمزور قرار دیا اور ان پر طعن کے لیے ائمہ سے نقل کیا جو کچھ ہم نے نقل کیا یہ بہت کم ہے جو اس سے اضافہ چاہتا ہے وہ ان کا کلام پڑھے۔

قابل توجہ چند امور

امر اوّل:

امام مالک سے منقول حکایت میں ردوبدل کر دیا گیا، صواب و درست وہ ہے جس کا میزان اور دیگر کتب نے ذکر کیا کہ:

ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی فرمایا یہ حدیث کس نے بیان کی

ہے تو اس نے منقطع سند بیان کی تو امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے پاس جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے حدیث بیان کریں گے

امر ثانی

یہ حکایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی تکذیب پر دلیل نہیں بن سکتی جیسے اس ہٹ دھرم کا گمان ہے اور یہ اپنے اس گمان میں کاذب اور جھوٹا ہے۔

اس حکایت کا معنی یہ ہے کہ امام مالک عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث میں متقن نہیں جانتے اور یہ غفلت اور عدم اتقان میں یہاں تک ہیں کہ وہ متون کو ایسی منقطع سند سے روایت کر دیتے ہیں جن میں انقطاع نہایت ہی ظاہر ہے اور اس میں یہ امتیاز نہیں کرتے کہ اس میں سے کون صحیح ہے اور کون صحیح نہیں۔ عبارت مذکورہ سے امام مالک کی یہی مراد ہے اور اس کے علاوہ معنی درست نہیں۔

اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید کی کسی نے کذب کی طرف نسبت نہیں کی نہ امام مالک نے ایسا کیا اور نہ ہی نہ ایسا کسی دوسرے امام نے کیا ہے بلکہ اہل علم نے انہیں عابد و زاہد قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آ رہا ہے۔

دوسری دلیل

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خالد بن خراش نے بیان کیا ہے کہ مجھے داوردی، معن اور اہل مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ عبدالرحمن کے پاس نہ جاؤ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جاؤ۔

یہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ عبدالرحمن اپنے شہر کے لوگوں کے ہاں ہماری مذکورہ بات غفلت اور عدم اتقان میں معروف تھے۔ بلاشبہ امام مالک مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اور ممکن ہے وہ ان میں شامل ہوں جنہوں نے خالد بن خراش کی رہنمائی کی جیسا کہ ان کا قول اکثر اھل مدینہ کا ظاہر بتا رہا ہے تو متعین ہو گیا کہ ان کی سابقہ عبارت سے وہ ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا نہ کہ وہ جیسے اس ہٹ دھرم نے سمجھا۔

امر ثالث

اس ضدی کے یہ الفاظ کہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ مناکیر احادیث روایت کرتا ہے انہوں نے کشتی نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

یہ اس ضدی کا صراحتہ جھوٹ ہے امام مالک نے ایسی گفتگو ہرگز نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے اسے تہذیب التہذیب میں نقل کیا جس سے اس ضدی نے نقل کیا ہے اور اس کا ذکر ذہبی نے میزان میں بھی نہیں کیا بلکہ ہم ایسی کوئی شے کتب رجال میں نہیں جانتے جیسے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے واضح ہو جائے گا۔

امر رابع

اس ضدی کا کہنا کہ

امام مالک نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور عام آئمہ محدثین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔

یہ بھی جھوٹ ہے نہ امام مالک نے عبدالرحمٰن کو کاذب کہا اور نہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور نہ آئمہ حدیث میں سے کسی نے کہا چہ جائیکہ وہ تمام ایسی بات کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

امر خامس

اس متعصب کا یہ کہنا

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ اس نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔

یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث پر گفتگو ہی نہیں کی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ اس ضدی نے خود گھڑا تا کہ اپنے مذہب کو پختہ کرے اور اگر ضدی یہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ عبدالحق نے کسی اور حدیث پر

کی ہے جس کی سند میں عبد الرحمٰن بن زید ہے تو اس کی یہ عبارت اُس کی تائید اور فائدہ نہیں دیتی۔

امر سادس

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حافظ عبد الحق سے جو اس نے نقل کیا یہ صحیح ہے۔ اگرچہ اس کا جھوٹا ہونا کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اس سے عبد الرحمٰن بن زید کا کذاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ان کی عبارت سے نہ بطور مطابقت نہ بطور تضمن اور نہ بطور التزام بلکہ زیادہ سے زیادہ کلام حافظ عبد الحق (اگر صحیح ہو) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبد الرحمٰن ضعیف ہے اور ضعیف کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا جیسے کہ علم حدیث میں ثابت ہے لیکن کیا ضعیف، کذاب ہوتا ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔

امر سابع

پھر اس ضدی کے حافظ عبد الحق سے کلام نقل کرنے اور اس کے اس قدر مبالغہ کرنے سے کہ عبد الرحمٰن بن زید کی عام آئمہ محدثین نے تکذیب کی ہے یہ آشکار ہوا کہ یہ ضدی الفاظ جرح کا فہم نہیں رکھتا اور نہ ہی جرح کے مراتب میں فرق کر سکتا ہے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کے ہاں معروف ہیں۔ اس لئے محدثین کے عبد الرحمٰن بن زید کو ضعیف کہنے سے ضدی یہ سمجھا کہ وہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسے وضاع کہہ رہے ہیں وہ نہیں جانتا کہ جرح کے مختلف درجات ہیں اور ان کا کسی راوی کے بارے میں یہ قول کہ وہ ضعیف ہے یا اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا ان کے اس قول سے کتنے مراحل و درجات سے زیادہ خفیف ہے کہ وہ اسے کذاب، وضاع اور جرح میں شدید ترین الفاظ استعمال کریں۔ ہماری اس گفتگو سے یہ برہان سامنے آیا کہ یہ ضدی شخص جاہل و خائن ہے اور علم نہیں رکھتا اور کسی شے کے نقل پر امین بھی نہیں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے

اس نے یہ بھی لکھا کہ

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمٰن بن زید کی خوب و شدید تضعیف کی ہے

اور لکھا

ہم نے جو ان سے نقل کیا ہے یہ نہایت ہی کم اور تھوڑا ہے جو آدمی زیادہ ارادہ رکھتا ہو وہ ان کی طرف رجوع کرے۔

ہٹ دھرم کی یہ گفتگو کذب بیانی اور قلت حیا پر مشتمل ہے، کذب پر یوں کہ اس کا کہ ہم نے ان سے اخف و کم جرح نقل کی ہے حالانکہ خود پہلے تہذیب التہذیب سے نقل کیا کہ امام مالک نے ان کی شدید تکذیب کی، اسی طرح امام شافعی، امام احمد اور اکثر آئمہ محدثین نے ان کو جھوٹا قرار دیا، جب یہ نقل کر دیا تو اپنے رب کی قسم کھا کر بتاؤ اس تکذیب سے اشد کون سی چیز ہے جو ان کے فسق اور عصیان پر مشتمل ہے؟

شاید اس کی اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب تہذیب التہذیب نے آئمہ حدیث سے یہ بھی نقل کیا کہ انہوں نے عبدالرحمٰن کو کافر قرار دیتے ہوئے ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا لیکن بداھۃً معلوم ہے کہ ان سے ایسا کچھ بھی صادر نہیں ہوا تو واضح ہو گیا کہ ضدی، اخف کہنے میں کاذب ہے کیونکہ کذب سے اخف کچھ نہیں۔

ضدی کے کلام میں دوسرا کذب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا جو ہم نے اس کے بارے میں نقل کیا وہ اخف و کم ہے تقاضا کر رہا ہے کہ حافظ عبدالحق کی گفتگو بھی تہذیب التہذیب میں موجود ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اس چھوٹے سے جملہ کو دیکھو جو بار بار کذب بیانی پر مشتمل ہے تو ہمارا یہ کہنا درست وحق ہے کہ یہ ہٹ دھرم جوامع الکذب (کذب کے جامع کلمات) سے مزین ہے

قلت حیا یوں ہے کہ لکھتا ہے

جو اس سے زائد چاہتا ہے تو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے، اس لے

تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب پر مطلع شخص کے سامنے اس کی بے وزنی ہوگی اور اس کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے گا تو اس سے بڑھ کر بھی بے حیائی اور ڈھیٹ پن ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے ہی سلامتی اور عافیت کی دُعا ہے۔

امر تاسع

اس متعصب نے عبد الرحمٰن بن زید کے حالات میں کذب بیانی سے کام لیا اور اسے تہذیب التہذیب کی طرف منسوب کیا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں سے الفاظ کتاب نقل کر دیں تا کہ حقیقت واضح ہو جائے اور بات کھل کر سامنے آ جائے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ واللہ الموفق۔

حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ عبارت ہے۔

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عدوی مولاہم مدنی، یہ اپنے والد، ابن منکدر، صفوان بن سلیم اور ابو حازم بن سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب، عبد الرزاق، وکیع، ولید بن مسلم، ابن عیینہ، عیسیٰ اشخار، ہارون بن صالح الطحرھب بن سعید بن عطیہ سلمی، ابو مصعب زبیری، سوید بن سعید حدثانی، محمد بن عبید المحاربی عیسیٰ بن حماد زغبہ اور دیگر روایت کرتے ہیں اور اس سے مالک بن مغول اور یونس بن عبیدہ روایت لیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ان سے بڑے ہیں اور زھیر بن محمد التمیمی اور مرحوم بن عبد العزیز العطار نے ان سے روایت لی حالانکہ یہ دونوں ان کے معاصر ہیں، ابو طالب نے احمد سے انہیں ضعیف نقل کیا، ابو حاتم کہتے ہیں میں نے امام احمد سے زید کی اولاد کے بارے میں پوچھا کہ تمہیں ان میں سے کوئی پسند ہے فرمایا، اسامہ، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا عبد اللہ پھر عبد الرحمٰن تو فرمایا یہ عبد اللہ کی مثل و برابر نہیں اور اس کا معاملہ تھوڑا سا ضعیف ہے، عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد گرامی کو عبد الرحمٰن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا اور فرمایا اس نے یہ منکر حدیث روایت کی ہے

احلت لنا میتتان ودمان۔ (ہمارے لئے دو اموات اور خون حلال کیے گئے ہیں)۔
نوٹ: یاد رہے یہ بھی روایت حسن ہے اور اس کے طرق پر آگاہی سے یہی معلوم و واضح ہے۔
عمرو بن علی (فلاس) کہتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان سے حدیث بیان کرتے سنا دوری نے ابن معین سے نقل کیا اور اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا کہ میں عبدالرحمٰن سے حدیث بیان نہیں کرتا، عبداللہ ان سے افضل ہیں، نسائی انہیں ضعیف کہتے ہیں، ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے منقطع روایت بیان کی تو فرمایا عبدالرحمٰن بن زید کے پاس جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت نوح علیہ السلام سے روایت بیان کریں گے۔
خالد بن خراش کا بیان ہے کہ داوردی، معن اور عام ائمہ اہل مدینہ نے کہا عبدالرحمٰن کے پاس مت جاؤ وہ نہیں جانتے وہ کیا کہہ رہے ہیں ہاں ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جایا کرو۔ ابو زرعہ نے ضعیف کہا، ابو حاتم کہتے ہیں حدیث میں تو قوی نہیں۔ وہ نہایت صالح مگر حدیث میں کمزور تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا یہ مجھے ابن ابی الرجال سے زیادہ پسند ہیں، ابن عدی کہتے ہیں ان سے احادیث حسان مروی ہیں لوگوں کا ان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں سچا و صادق قرار دیا مثلاً حضرت معن نے ان سے احادیث لکھی ہے بخاری کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہ یہ ۱۸۲ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔
میں کہتا ہوں، ابن حبان کہتے ہیں یہ روایات میں قلب سے کام لیتے ہیں اور اس کا علم نہیں رکھتے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثرت کے ساتھ مراسیل، مرفوع اور موقوف مسند ہو گئیں تو یہ ترک کے مستحق ٹھہرے، ابن سعد کہتے ہیں کثیر الحدیث اور بہت زیادہ ضعیف ہیں، ابن خزیمہ کا کہنا ہے کہ یہ ان میں سے نہیں جن کی حدیث سے اہل علم احتجاج کریں کیونکہ ان کا حافظہ کم تھا ان کا شعبہ عبادت اور زہد ہے اور یہ ماہرین حدیث سے نہیں

ساجی کہتے ہیں ہمیں ربیع نے انھیں امام شافعی نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن
سے پوچھا گیا کہ تمہارے والد نے تمہارے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے
کہ کشتی نوح علیہ السلام نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل پڑھے
کہنے لگا، ہاں، ساجی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین
کے ہاں ان کی حدیث نہایت ضعیف ہے، حربی نے کہا دیگر اس سے زیادہ ثقہ ہیں
حاکم اور ابو نعیم نے کہا یہ اپنے والد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن
جوزی نے لکھا، اس کے ضعف پر علماء کا اجماع ہے۔
ہم نے تہذیب التہذیب سے من وعن نقل کر دیا ہے اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی
اس میں ان کے ضعیف ہونے پر کثیر نصوص ہیں مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو عبد الرحمن کے
کاذب ہونے یا حدیث گھڑنے والا ہونے پر شاہد ہو بلکہ یہاں ان کے برعکس نصوص و
تصریحات ہیں جو اس کے صدق، صالحیت، عابد اور زاہد ہونا بتا رہی ہیں اور سوء حفظ اور
غفلت کی وجہ سے اس میں ضعف ہے لیکن اس ضدی نے کیا بنا لیا؟ اور کیا کہہ دیا؟
جس حدیث ضعیف کے حوالہ سے امام شافعی نے اس کا ذکر کیا اس کا اس
مسئلہ سے تعلق ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو عبد الرحمن نے اپنے والد اور دادا کے حوالہ
سے منقطع سند کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دادا کے
درمیان طویل مسافت ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں اونٹ ہلاک ہو جائیں، بلاشبہ اس کثیر
انقطاع کے وقت کسی کاذب نے الفاظ وضع کیے اور عبد الرحمن بن زید تک پہنچی تو انہوں
نے سننے کے مطابق اسے بیان کر دیا اور اس میں انقطاع اور نکارت مخفی تھا اسے وہ نہ
جان سکے جیسے وہ صالحین لوگ جو معرفت حدیث کم رکھتے ہیں وہ احادیث موضوع
روایت کر دیتے ہیں اس میں ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور ان کا ارادہ ہرگز وضع حدیث
کا نہیں ہوتا جیسا کہ اصطلاحات حدیث کی کتب میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر عبد
الرحمن بن زید کشتی نوح علیہ السلام والی روایت کو ایسی سند متصل سے بیان کرتے جو شرط صحیح

کے مطابق اور راوی ثقہ ہوتے پھر یہ انہی کا کام ہوتا اور انہی کو وضع کرنے والا قرار دیا
جاتا نہ کہ کسی دوسرے کو جیسا کہ محدثین کے ہاں یہی ضابطہ ہے، لیکن یہ روایت سند
منقطع سے مروی ہے تو اب یہ عقلمندی تو نہیں کہ انہیں اس کی وجہ سے وضاع کہا
جائے بلکہ ان پر کوئی عیب نہیں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان سے غفلت ہوئی اور نکارت
معنی کے باوجود حدیث بیان کر دی۔

اسی طرح حاکم اور ابونعیم کا کہنا۔ کہ یہ اپنے والد سے احادیث موضوعہ نقل کرتا ہے

کا معنی بھی یہ ہے کہ یہ انہیں روایت کر دیتے ہیں اور ان سے رواج پاتی
ہیں لیکن ان کی وضع کا ارادہ نہیں کرتے، ان کی عبارت اس مفہوم کی مفید ہے کیونکہ
اگر ان کا ارادہ انہیں کاذب و وضاع قرار دینا ہوتا تو یوں کہتے وضع علی ابیہ
احادیث (کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے احادیث وضع کر لیتا تھا) جیسا کہ علماء کا کسی
کو کاذب و وضاع قرار دینے کا معروف طریقہ ہے۔

یہ اس پر ظاہر ہے جو کتب رجال کا مطالعہ اور اہل اصطلاح پر نظر رکھتا ہے جیسا
حافظ منذری نے الترغیب والترھیب میں یہ حدیث بیان کی

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے
سے پہلے ادا کرو

تو اس کے بعد لکھا اسے امام ابن ماجہ نے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے
روایت کیا اور ان کی توثیق کی گئی ہے امام ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث، حسان ہیں
اس میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تصدیق کی اور حضرت معن ہیں جنہوں نے
ان سے احادیث لکھیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کسی محدث نے عبد الرحمٰن بن زید کو جھوٹا قرار نہیں دیا،
فقط اس ہٹ دھرم نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور افترا کیا تو انہیں جھوٹا قرار دینے کا پورا پورا
بدلہ اسی کو حاصل ہوگا

امر عاشر

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم (بخلاف جو ضدی نے ان کے حالات میں کذب اور نقل میں تحریف وتبدیلی سے کام لیا) فقط ضعیف ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ ہیں

اس پر دلیل

اس پر دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا تذکرہ کیا جو ابھی ہم نے اوپر وہاں سے نقل کیا انہوں نے تقریب التہذیب میں بھی ان کا تذکرہ یوں لکھا۔

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عدوی ضعیف، اٹھویں طبقہ سے ہیں ان کا وصال ۱۸۲ میں ہوا اور خطبہ تقریب میں انہوں نے لکھا۔

اس میں مذکور راویوں میں ہر شخص پر وہی حکم ہوگا جو ان کے بارے میں اصح اور وصف کے اعتبار سے نہایت معتدل ہوگا۔

ان دونوں تصریحات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصح حکم اور اعدل کے طور پر وصف عبد الرحمٰن کا ضعیف ہونا ہے جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا، تمہارے لئے حافظ ابن حجر کا حکم کافی ہے کیونکہ عبارات کے احاطہ اور ان کے درمیان موازنہ کے بعد ہی انہوں نے یہ حکم جاری کیا ہے اور یہ اس فن کے ماہر، اس کی علل کے معالج اور اس کے لشکر کے امیر ہیں لہٰذا جو کہیں گے وہ حق ہوگا اور جو حکم لگالیں گے وہ عدل ہوگا اس لئے خلاصہ تہذیب میں شیخ خزرجی نے فقط ان کے ضعیف ہونے پر اکتفا کیا اور لکھا عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم مدنی اپنے والد سے روایت لیتے ہیں اور ان سے وکیع، ابن وہب، قتیبہ اور کافی مخلوق نے روایت لی ہے، امام احمد، ابن مدینی، نسائی اور دیگر نے انہیں ضعیف کہا ۱۸۲ میں فوت ہوئے

تمہاری حیرانگی اور تعجب برابر ہونگے جب تم یہ جان لو گے کہ امام ذہبی نے بھی انہیں ضعیف ہی کہا ہے کیونکہ المیزان میں انہوں نے لکھا۔

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم عدوی مولاہم مدنی، یہ اسامہ اور عبد اللہ کے بھائی ہیں، امام ابو

یعلی الموصلی کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا زید بن اسلم کے بیٹوں کی کوئی
حیثیت نہیں، عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، زید کے بیٹے ضعیف
ہیں، بخاری نے کہا علی نے عبدالرحمٰن کو بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے ضعیف کہا۔

امام احمد نے کہا عبداللہ ثقہ اور دوسرے بھائی ضعیف ہیں، اس کے بعد اس
سے احادیث ذکر کیں ان میں کشتی نوح والی حدیث بھی ہے اور اسے اسلم کے حوالے
سے بطور موقوف ذکر کیا نہ کہ بطور مرفوع

جو واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت عبدالرحمٰن سے بطور مرفوع ثابت نہیں اور ظاہر یہی ہے
کہ اسلم نے اسے اسرائیلیات سے ذکر کیا کیونکہ اس میں مناکیر کا کثیر حصہ ہے۔

یہ میزان کی عبارت کا حاصل ہے یہ عبارت بھی اسے ضعیف سے زیادہ کچھ
قرار نہیں دے رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر کا حکم وفیصلہ اوپر آچکا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

گیارہواں امر

اس نے کلام ذہبی سے نقل کیا۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے زیر بحث روایت کو مجہول سے روایت کیا لیکن
یہ امام ذہبی کی طرف کذب اور ان کے کلام میں تحریف ہے۔

امام ذہبی ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے والد سے
روایت کیا ہے اور ان کے والد گرامی زید، معروف ثقہ راویان حدیث میں سے ہے۔

اللہ کی قسم متعصب کا یہ جھوٹ نہایت واضح ہے اور یہ ایسے ہی بندے سے صادر
ہو سکتا ہے عنقریب ذہبی کی پوری عبارت سامنے آجائے گی تاکہ اس کے مطالعہ سے ہمارا
قول ثابت ہو جائے گا انشاء اللہ۔

بارہواں امر

حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں اگرچہ اس ضدی نے حافظ ابن حجر
کی گفتگو میں تبدیلی، غلط مفہوم، کذب بیانی اور تحریف سے کام لیا ہے اگر آپ ہماری

گفتگو کی صحت پر دلیل کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سنو کیونکہ
یہ دوا اور تریاق ہے اور یہ وہ تمام محو کر دے گی جو اس ضدی کی جہالت، کم عقلی، کذب
بیانی اور بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے قلب و عقل کو بیماری عارض ہوئی ہے

واللہ الموفق لا ربّ غیرہ	اللہ توفیق دینے والا اور اس کے علاوہ کوئی رب نہیں

امام حاکم نے یہ روایت اپنی سند سے یوں بیان کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا
ہوئی تو انہوں نے یوں دعا کی:

یا رب اسئالك بحق محمد لما غفرت لی	اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے آدم علیہ السلام

کیف عرفت محمداً ولم اخلقه	تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا جبکہ میں نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا

عرض کیا میرے ربّ جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا اور مجھ
میں اپنی طرف سے روح پھونکی، میں نے اپنا سر اٹھایا

فرایت علی قوائم العرش مکتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله	تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك	"تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تم نے سچ کہا

انه لا حب الخلق الیّ ادعنی بحقه فقد
غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك

امام حاکم نے لکھا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور پہلی حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمٰن بن

زید بن اسلم سے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ان کے اسے صحیح کہنے پر لکھا۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع ہے اور عبدالرحمٰن کمزور ہے۔ حاکم نے کہا، پہلی روایت ہے جو میں نے ان سے کتاب میں ذکر کی ہے میں کہتا ہوں، اسے عبداللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسماعیل بن مسلمہ سے روایت کرنے والے کون ہیں؟

میں کہتا ہوں ان دونوں جلیل حفاظ نے غلو سے کام لیا اور حدیث پر ایسا حکم لگا دیا جو مسلّم نہیں، انصاف یہ ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے جیسے امام حاکم نے کہا اور نہ یہ موضوع ہے جیسے ذہبی نے کہا۔

اس کا صحیح نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن زید شرائط صحیح پر نہیں اترتے لیکن اس کے موضوع نہ ہونے پر چند دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

عبدالرحمٰن بن زید نہ کاذب ہیں اور نہ ان پر ایسی کوئی تہمت ہے وہ فقط ضعیف ہیں، محدثین کا اصول یہ ہے کہ کسی حدیث کو فقط ایک یا دو راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہاں ایسے قرائن کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہوں مثلاً نکارت معنی یا حدیث کا ایسی احادیث کے مخالف ہونا جن کی صحت پر جزم ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کے دیگر قرائن ہوں مگر اس روایت میں نہ نکارت معنی ہے اور نہ کسی حدیث کی مخالفت، اس میں نکارت کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے محبوب اپنے نبی ﷺ کو یہ عزت بخشے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے کہیں بلند ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً آپ کو اس وقت نبی بنایا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، تمام انبیا و رسل علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے معاون بن جائیں، شفاعت

[مقا]مِ شفاعت کا درجہ دیا جو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو نہ ملا، اور دیگر شفاعات عطا کیں، آپ ﷺ کا ذکر متصل یوں بلند کیا کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کر دیا۔

جب حدیث میں نہ کوئی نکارت ہے اور نہ مخالفت تو یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے؟

دوسری دلیل

عبد الرحمٰن بن زید سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے یہ دلیل ہے کہ عبد الرحمٰن بن زید ضعف میں اس حد تک نہیں پہنچے کہ ان کی روایت موضوع ہو کیونکہ بڑی جامع ہونے کے باوجود اس میں امام احمد نے موضوع روایت نقل نہیں کی۔ اگرچہ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کا رد کیا اور امام احمد کا خوب دفاع کرتے ہوئے مکمل یہ کتاب لکھی القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد (مسند امام احمد کے دفاع میں ٹھوس مقالہ) اس کے مقدمہ میں لکھا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد، میں نے چاہا ان اوراق میں ان احادیث کے بارے میں اپنا مطالعہ سامنے لاؤں جنہیں کچھ محدثین نے موضوع قرار دیا ہے حالانکہ وہ امام احمد بن محمد بن حنبل کی بڑی مشہور مسند میں ہیں جو کہ قدیم و جدید محدثین کے امام ہیں اور میرا ان مخفی گوشوں سے پردہ اٹھانا کوئی ایسی معصیت نہیں جو دین و مروت کے خلاف ہو، بحمد اللہ، سنت کے دفاع میں حمیت، جاہلیت کی حمیت کی طرح نہیں بلکہ یہ تو عظیم مصنف حدیث کا دفاع ہے جنہیں اُمت میں تکریم و قبولیت حاصل ہے اور انہیں اپنا حجت میں امام بنایا ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اختلاف کے موقع پر انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ''تعجیل المنفعة بزوائد رجال الاربعة" میں لکھا۔

مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ان میں سے حدیث عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ وہ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے۔

میں کہتا ہوں، القول المسدد میں میں نے حدیثِ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ایسے شواہد ذکر کیے ہیں کہ ان میں سے بعض کی سند قوی ہے

حافظ منذری نے الترغیب میں لکھا۔

اس کے لئے جماعت صحابہ سے طرق ہیں ان میں سب سے عمدہ بھی کلام سے خالی نہیں۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کثرت احادیث اور بیان میں مسند احمد کے برابر کوئی نہیں البتہ کثیر احادیث وہاں بھی رہ گئی ہیں۔

الغرض مسند احمد کی حفاظ حدیث کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے تجرید زوائد مسند البزار میں لکھا۔

جب حدیث مسند احمد میں موجود ہو تو اسی پر طرح اکتفاء کر لیا جائے اسے دیگر مسانید کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

جب صورت حال یہی ہے تو امام احمد کا مسند "جس کا مقام و شان یہ ہے" میں عبد الرحمٰن بن زید سے روایت لانا اس پر دلیل ہے کہ ان کی حدیث درجہ موضوع تک نہیں گر سکتی۔

تیسری دلیل: حدیث توسل آدم علیہ السلام کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا حالانکہ انہوں نے اپنے اوپر یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں لاوں گا جس کا موضوع ہونا معلوم ہو جیسے اس پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے المصنوعہ کی کتاب التوحید میں تصریح کی ہے اور ابن جوزی کا رد کیا کہ انہوں نے ابن شاہین کے حوالہ سے منقول روایت کو موضوع قرار دیا جسے امام بیہقی نے کتاب الاسماء و الصفات میں وارد کیا ہے۔

چوتھی دلیل

امام بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل کے مقدمہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو بتا رہی ہے کہ اس کتاب میں منقول ان احادیث کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ ضعیف ہیں، ہم ان کی من و عن عبارت نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہماری مذکورہ گفتگو کی صحت کا یقین ہو جائے۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں اس کتاب میں جو حدیث لاؤں گا تو میں اس کے بعد اس کی صحت کی طرف اشارہ کروں گا یا اسے بلا حکم چھوڑ دوں گا اور وہ اس طرح کے معاملہ میں

قبول ہو گی، اگر ایسی روایت لاؤں گا جس میں کوئی ضعف ہے تو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرونگا اور دیگر احادیث پر اعتماد کرونگا کیونکہ متاخرین اہل علم نے معجزات اور دیگر دلائل میں کتب لکھیں ہیں وہ ان میں کثیر تعداد میں احادیث لائے ہیں، جن میں صحیح وسقیم، مشہور وغریب اور موضوع میں فرق و امتیاز نہیں کیا حتیٰ کہ جس کی نیت اچھی تھی اس کی احادیث کو قبولیت کا درجہ واحدہ دیا اور جس کی نیت بری تھی اس کی احادیث کو درجہ واحد دیتے ہوئے رد کر دیا میرا طریقہ اپنی اصول و فروع میں تصانیف میں یہ ہے کہ احادیث غیر صحیح چھوڑ کر صحیح پر اکتفا کرتا ہوں اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرتا ہوں تا کہ اہل سنت مطالعہ کرنے والا ان پر اعتماد کر کے بصیرت حاصل کر پائے اور اہل بدعت جس کا دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیڑھا ہے اسے ان روایات سے اعتراض کا موقعہ نہ ملے جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

جو آدمی میری کتب میں صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز سے آگاہ ہے اور توفیق الٰہی نے اس کی مدد کی ہے تو وہ میری مذکورہ بات کی تصدیق کرے گا اور جو اس پر غور و فکر نہیں کرے گا اور توفیق نے اس کی مدد نہ کی اسے میری یہ تفصیل کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ وہ کتنی ہو، اسے میری وضاحت مطمئن نہیں کر پائے گی اگرچہ کس قدر بلیغ و موثر ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون — ایمان نہ لانے والوں کو آیات اور وعیدیں فائدہ نہیں دے سکتیں (پ ۱۱، یونس، ۱۰۱)

(مقدمہ دلائل النبوۃ، ۱ = ۴۶، ۴۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جن کے دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیڑھے ہو چکے۔

ہر جگہ، یہ ضدی اور اس کے ساتھی بھی ایسی کثیر احادیث فقط اس لئے رد کر

دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات کے مخالف ہیں اور قبول احادیث کے لئے ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی جس کا بڑا تفصیلی وکامل بیان ہماری اس کتاب کی ابتدا میں آ چکا ہے۔

ان کے شیخ اور مبلغ شیخ رشید رضا مصری کے حوالہ سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ملحدین میں سے ایک نے انہیں یہ رائے دی کہ اس پر مستقل کتاب لکھیں وہ رائے یہ تھی کہ صرف قرآن ہی کافی ہے سنت کی قانون وتشریع میں کوئی ضرورت نہیں۔ شیخ موصوف نے اس طرح سے اتفاق کیا، اگر ان کی یہ موافقت ثابت ودرست ہے تو اس سے یہ دین سے الگ اور جماعت مسلمین سے خارج قرار پائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی وعافیت مانگتے ہیں۔

امام بیہقی نے دلائل کے مقدمہ کی مذکورہ منقولہ عبارت کے بعد لکھا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد، جب میں اللہ تعالیٰ کی مدد وحسن توفیق سے، اسماء وصفات، رؤیت باری تعالیٰ، ایمان، قدر، عذاب قبر، علامات قیامت، بعث، نشور، میزان، حساب، صراط، حوض، شفاعت، جنت، دوزخ اور دیگر اصول کے بارے میں تخریج احادیث اور ان میں امتیاز سے فارغ ہوا تو میں نے ارادہ کیا اور مشیت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے کہ میں سیدنا نبی اکرم محمد ﷺ کے کچھ معجزات اور آپ کی نبوت کے دلائل جمع کروں تو میں نے ابتدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی اور اپنے ارادے کی تکمیل کی مدد مانگی اسی طرح جو میں نے اپنی دیگر کتب میں شرط رکھی کہ صحیح پر اکتفا کروں گا اور سقیم نہیں لاؤں گا، معروف سے غریب نہیں لونگا مگر جب اس کے بغیر صحیح اور معروف سے مراد واضح نہ ہو تو میں اسے لاؤں گا اور اعتماد کروں گا ان تمام پر جنہیں اہل تواریخ ومغازی نے صحیح یا معروف قرار دیا ہے (دلائل النبوۃ ۱۔۶۹)

دلائل کے آخر میں "باب ما یستدل بہ علی ان النبی ﷺ لم یستخلف احدا بعینہ لی امر امتہ"، میں اس کے بعد کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی حدیث نقل کی اور اشارہ کیا کہ یہ رغائب اور آداب میں طویل حدیث ہے اور لکھا یہ حدیث موضوع ہے میں نے ابتدا کتاب میں واضح کر دیا کہ میں اس میں ایسی حدیث نہیں لاؤں گا جسے میں موضوع جانتا ہونگا۔

(دلائل النبوۃ، ۷۔۲۲۹)

اس سے خصوصاً دلائل النبوۃ اور امام بیہقی کی دیگر کتب عموماً کی اہمیت اشکار ہو گئی کہ انہوں نے ان میں ہرگز کوئی موضوع روایت ذکر نہیں کی البتہ ضعیف لا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا دوسرے محدثین پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح لا کر تبصرہ نہیں کرتے یا ضعیف ذکر کردہ معاملہ میں مقبول ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا یا ان کے بیان کردہ دیگر کا ذکر ہے تو حدیث توسل آدم علیہ السلام کا دلائل میں لانا اور اس کا مقام سامنے ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ موضوع نہیں

پانچویں دلیل

امام بیہقی نے فقط حدیث کو ضعیف ہی قرار دیا ہے کیونکہ کتاب الدلائل کے باب ما جاء فی تحدث رسول الله ﷺ بنعمة ربه عزوجل لقول الله تعالیٰ واما بنعمة ربك کے تحت روایت نقل کی کہ ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے لکھوایا اور پڑھ کر سنایا ہیں ابو سعید عمرو بن محمد بن منصور العدل نے املا کروائی کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم الفہری نے مصر میں بیان کیا۔ ابو الحسن کہتے ہیں یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں اور کہا ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے انہیں عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے دادا سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ روایت بیان کی پھر لکھا۔
عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اس طریق پر بیان کرنے میں منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں
یہ عبارت پرانے نسخہ صحیح سے ہے جس پر جمال یوسف بن عبد الهادی، علامہ مغلطائی اور حافظ سیوطی کے دستخط ہیں یہ امام بیہقی کی تصریح و نص ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جو ہمارے دعویٰ کی ہی مؤید ہے وبالله التوفيق۔

چھٹی دلیل

حدیث توسل آدم علیہ السلام کا شاهد موجود ہے جو اس کا مؤید ہے۔

امام ابن المنذر ؒ نے اپنی تفسیر میں امام محمد بن علی بن حسین بن علی ؓ سے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گی تو انہیں نہایت تکلیف پہنچی اور ان پر بہت ندامت ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا

هل ادلك على باب توبتك الذى يتوب الله عليك منه	کیا میں تمہیں توبہ کا دروازہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمہاری توبہ قبول کرے گا

فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام ضرور بتاؤ اور کہنے لگے۔

اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تم اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اس کی بزرگی و مدح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح سے بڑھ کر کوئی شی محبوب نہیں، فرمایا، جبرئیل میں کیا پڑھوں بتایا، یہ کہو

لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى و يموت وهو حسبى لايموت و بيده الخير كله وهو على كل شىء قدير	اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا شریک نہیں حکومت اس کی اور حمد اس کے لئے، زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور وہ میرے لئے کافی ہے تمام خیر اس کے قبضہ ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

پھر اپنی غلطی پر معافی مانگو

سبحانك اللهم و بحمدك لا اله الا انت ربّ انى ظلمت نفسى و عملت السوء فاغفرلى انه لا يغفر الذنوب الا انت اللهم انى اسالك بجاه محمد عبدك و كرامته عليك ان تغفرلى خطيئتى	اے اللہ تیری ذات پاک اور تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور غلط کیا مجھے معاف فرما دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد کے مقام مرتبہ جوان کا تیرے ہاں ہے کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں میری خطا معاف فرما دے

تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم علیہ السلام تمہیں اس وظیفہ کی تعلیم کس نے دی؟ عرض کیا میرے رب جب تو نے میری اندر روح پھونکی میں کامل انسان بن گیا اور میں نے سننا دیکھنا، سمجھنا شروع کیا تو میں نے

رایت علی ساق عرشك مكتوبا بسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله وحده لاشريك له محمد رسول الله فلما لم ار على اثر اسمك اسم ملك مقرب ولا نبي مرسل غير اسمه علمت انه اكرم خلقك عليك	میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں جب میں نے تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب فرشتہ کا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کا نام سوائے ان کے نام کے نہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے ہاں سارے مخلوق سے یہ زیادہ معزز ہیں

فرمایا تم نے سچ کہا

وقد تبت عليك و غفرت لك	میں نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا

امام محمد بن علی بن حسین سے مراد امام ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ ہیں جو ثقہ تابعی اور ان کے سرتاج ہیں آئمہ ستہ نے ان سے روایت لی یہ حضرت جابر، ابو سعید، ابن عمر اور دیگر صحابہ سے روایت لیتے ہیں

ایک اور شاہد

پھر ہمیں اس کا ایک اور فرمان نبوی بطور شاہد بھی ملا ہے، امام ابن جوزی نے کتاب الوفاء فی فضائل المصطفیٰ' میں بطریق ابو الحسین بن بشران سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن عمرو سے انہوں نے احمد بن اسحاق بن صالح سے ان سے محمد بن صالح نے ان سے محمد بن سنان الصوفی نے ان سے ابراہیم بن طہمان نے ان سے بدیل بن میسرہ نے ان سے عبداللہ بن شقیق نے اور ان سے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا

یا رسول اللہ متی کنت نبیا	یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے

فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بنایا، عرش پیدا کیا

كتب على ساق العرش محمد — ساق عرش پر لکھا محمد اللہ کے

رسول الله خاتم الانبياء — رسول اور آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور حضرت آدم وحواء علیہما کو فرمایا

كتب اسمي على الابواب والاوراق و — تو میرا نام اس کے دروازوں، پتوں، قبوں

القباب والخيام و آدم بين الروح والجسد — اور خیموں پر لکھا جبکہ ابھی آدم روح و جسم

کے درمیان تھے

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا تو

نظر الى العرش فرأى اسمي فاخبره الله — عرش کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے میرا

انه سيد ولدك — نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو

تمہارے اولاد کے سربراہ ہیں

جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

تابا واستشفعا باسمي اليه — انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کو شفیع بنایا

اس حدیث کی سند قوی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری وغیرہ میں لکھا اور یہ حدیث عبدالرحمٰن بن زید کے لئے بہت ہی قوی شاہد ہے

اس باب میں امام ابوبکر اجری نے کتاب الشریعۃ میں یوں نقل کیا۔

ہمیں ہارون بن یوسف التاجر نے ان سے مروان عثمانی نے ان سے ابو عثمان بن خالد از عبدالرحمٰن بن ابی الزناد از والد گرامی سے بیان کیا کہ وہ کلمات جن سے حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی وہ یہ تھے

اللھم انی اسالك بحق محمد علیك اے اللہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری بارگاہ سے مانگتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مقام محمد ﷺ پر کیسے آگاہی ہوئی! عرض کیا

یارب رفعت راسی فرایت مکتوبا علی عرشك لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقك

اے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے تمہارے عرش پر لکھا پایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو میں نے جان لیا کہ یہ تیری مخلوق میں سب سے معزز ہیں

اس اثر کو حدیث نبوی سے ملائیں تو یہ اسے نہایت قوت دے گا جو واضح ہے۔

حدیث کے الفاظ فلولاہ یا آدم ما خلقتك، کا شاہد خود امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہمیں علی بن حمشان العدل از ہارون بن العباس ہاشمی از جندل بن والق از عمرو بن اوس انصاری از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از سعید بن المسیب اور انہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی، اے عیسیٰ علیہ السلام

امن بمحمد و امر من ادرکہ من امتك ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا ما خلقت الجنۃ والنار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن

محمد پر ایمان لاؤ اور انہیں حکم دو جو تمہاری اُمت ہیں کہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اگر وہ نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ پیدا نہ کرتا میں نے جب عرش پیدا کیا تو اس نے حرکت کی میں نے اس پر لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو عرش ٹھہر گیا۔

امام حاکم نے لکھا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس پر ذہبی نے لکھا۔ میرے خیال میں یہ سعید سے موضوع ہے لیکن ذہبی کے اس ظن پر کوئی دلیل نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرے طریق سے فرمان نبوی منقول ہے،

امام دیلمی نے مسند فردوس میں لکھا۔

ہمیں ہمارے والد نے از ابو طالب بن علی بن الحسین از عبد اللہ بن ابراہیم از ابراہیم البز از از عبد اللہ بن اسحاق المدائنی از محمد بن بشار از عبید اللہ بن موسیٰ القرشی از بن جعفر بن سلیمان از عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس از والد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنۃ و اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں لولاک ما خلقت النار پیدا نہ کرتا اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ پیدا نہ کرتا

عبد الصمد کو عقیلی نے ضعیف کہا اور کہا اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

الغرض عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم کی توسل آدم علیہ السلام کے بارے میں حدیث موضوع نہیں، حدیث کے قواعد وضوابط اسے موضوع کہنے کی اجازت نہیں دیتے ان دلائل کی بنا پر جن کا ذکر اوپر ہم نے کر دیا البتہ امام ذہبی کا اس میں اختلاف ہے اور ان میں کثیر شدت ہے جیسے امام حاکم میں کثیر تساہل ہے۔

صواب و درست یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی کمی کا ازالہ حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ کی روایت کر رہی ہے جو قوی حدیث ہے جیسے کہ اوپر ابھی گذرا ہے اور اس کمی کا ازالہ امام باقر اور دیگر تابعین کے آثار سے بھی ہو رہا ہے۔

تو اس وجہ سے حدیث توسل حسن لغیرہ قرار پائے گی لہٰذا اس سے بلا تردد استدلال و احتجاج کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور بات پر تنبیہ

اس پر بھی تنبیہ نہایت ضروری ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ذہبی کا یہ قول کہ اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے نقل کیا اور میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ اگر ان کی غرض عبد اللہ بن مسلم کے مجہول ہونے کی وجہ سے حدیث میں علت بیان کرنا ہے تو سے علت بتانے کا کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ یہ حدیث عبد الرحمٰن بن زید سے معروف ہے علاوہ ازیں اس میں عبد اللہ بن مسلم فہری معروف ہیں

...اس کے تحت سند تبلیغ سے گزرا کہ امام ابن اسحاق بن راھویہ نے یہ حدیث ان سے
...میں پڑھی اور انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے
...فی الجملہ ان کی تعریف و معرفت ہے اور عبد الرحمٰن بن زید کا متابع بھی موجود ہے۔

امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں کہا۔

ہمیں محمد بن داؤد بن اسلم العدنی مصری نے از احمد بن سعید مدنی فہری از عبد
...بن اسماعیل مدنی از عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم از والد از دادا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
...حدیث روایت کی جیسے اوپر آ چکا البتہ ان الفاظ کا اضافہ ہے، اے آدم علیہ السلام

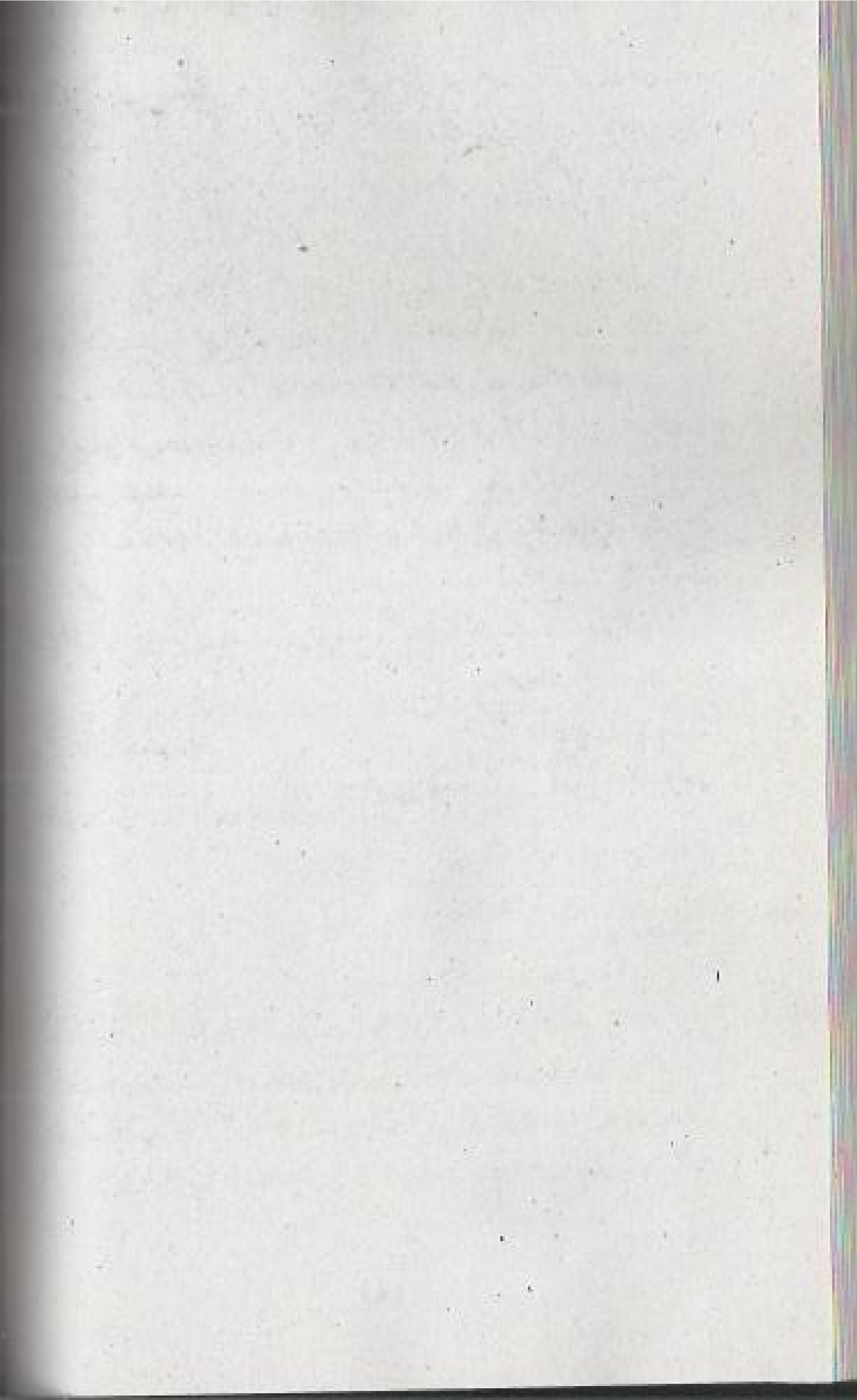
...النبیین من ذریتک و ان امتہ ... یہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہیں اور ان کی
...الامم من ذریتک۔ امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہو گی

اسے امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں بطریق عبد اللہ بن اسماعیل بن ابی
...مریم از عبد الرحمٰن بن زید سے اس کی مثل روایت کیا۔ البتہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول
...اور موقوف قرار دیا اور اس بارے میں موقوف حکم مرفوع میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء

جامع رحمانیہ شادمان لاہور بوقت پونے گیارہ بجے

۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء .... شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ



ارضِ خدا
ملکیتِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,5300353...03004407048

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو شانیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کائنات کی ہر شے آپ ﷺ کے قبضہ واختیار میں دے دی گئی ہے اس میں سے آپ باذن الٰہی جتنا چاہیں کسی کو عطا فرمائیں، آپ ﷺ کی اس شان وفضیلت کو قرآن وسنت میں بڑے ہی واضح انداز میں آشکار کر دیا گیا ہے مثلاً ارشاد الٰہی ہے

انا اعطینک الکوثر — ہم نے آپ کو ساری کثرت عطا کر دی

یہاں کثرت کا ذکر تو ہے مگر اس کی تصریح وتعیین نہیں کہ فلاں میں کثرت عطا کی ہے کیونکہ اگر کسی شی کا ذکر کر دیا جاتا تو کثرت محدود ہو جاتی لہذا عموم کی خاطر اس کا ذکر نہیں کیا اب مفہوم یہ ہو گا کی انسان جس کا بھی تصور کرے مثلاً علم، کمال، حسن ظاہری و باطنی، اخلاق کاملہ، طاقت وقوت، ملکیت وتصرف ای میں آپ ﷺ کو سب سے بڑھ کر کثرت ملی ہے مثلاً اختیارات لیجئے اس کائنات میں سب سے زیادہ اختیارات سرور عالم ﷺ کو حاصل ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوثر کی تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے

الکوثر ھو الخیر الکثیر کلہ — کوثر سے مراد تمام خیر میں کثرت ہے

علامہ محمد اشرف سیالوی تفسیر سورۃ الکوثر میں لکھتے ہیں

لفظ کوثر صفت ہے اور صفت کا تحقق وتعین بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا لہذا اگر کوئی موصوف مراد ہوتا تو لازماً اسے ذکر کر دیا جاتا جب کسی موصوف خاص کا ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وصف کمال اور خلق حسن ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی ہے وہ کوثر ہے نہ نعمتیں کمیت کے لحاظ سے محدود ہیں نہ عظمت و

شان اور رفعت مقام کے لحاظ سے احاطہ عقل میں آسکتی ہیں بلکہ موصوف کو حذف فر
کر ان نعم ظاہرہ و باطنہ دنیویہ واخرویہ اور روحانیہ وجسمانیہ کے عموم وشمول پر تنبیہ فر
دی اور ساری مخلوق کو بتادیا کہ میں نے اپنے محبوب کو ہر نعمت عطا فرمائی ہے اور ان
نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی تم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو
ہے لہذا تم سے کسی کا مرغ عقل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کے
سمند خیال کو وہاں تک رسائی ہے

(کوثر الخیرات: ۳۰۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو بتادیا کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو سب سے زیادہ
کثرت عطا کی مگر اس کا تعین نہیں فرمایا کہ کثرت کس میں ہے؟ مقصد یہ کہ انسان جس
وصف وکمال کا بھی تصور کرے اسی میں حبیب ﷺ کو ہم نے کثرت عطا فرمائی ہے مثلا
علم دنیا وآخرت کی بات کرو تو رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر ان کا علم رکھتے ہیں
تمام نعمتوں میں آپ ﷺ نے کثرت پائی ہے اور ان کے تقسیم کنندہ
ہیں تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں
مولانا شبیر احمد عثمانی (ت۔ ۱۳۶۹) نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا،
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کوثر دے کر ہر قسم کی دینوی دولتیں اور
حسی ومعنوی نعمتیں عطا فرما دی ہیں

(تفسیر عثمانی، ۷۸۸)

حتی کہ شیخ ابن تیمیہ (ت۔ ۷۲۸) نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اتانا ببركة رسالته ويمن سفارته خير الدنيا و الاخرة

رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور سفارت کی سعادت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائی

(الصارم المسلول: ۸)

دوسرے مقام پر لکھا

لیس فی الارض مملکة قائمة الا بنبوة	جو بھی زمین پر مملکت قائم ہے وہ نبوت
او اثر نبوة وان کل خیر فی الارض	یا اثر نبوت سے قائم ہے کیونکہ زمین پر
فمن آثار النبوات (ایضا، ۲۵۰)	ہر خیر نبوتوں کا ہی اثر ہے

اسی طرح شیخ ابن قیم (ت ۷۵۱) نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے

ان کل خیر نا لته امته فی الدنیا و	تمام وہ خیر جو امت کو دنیا و آخرت میں ملی وہ
الاخرة نا لته علی یده ﷺ	رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے ملی ہے

(زاد المعاد، ۱، ۳۶۴)

محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی

ایک اور مقام پر شیخ ابن قیم اس بات کو کھول کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر محتاج بنا لیا تو ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا محتاج بنا دیا

لما کمل الرسول ﷺ مقام	جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف
الافتقار الی اللہ سبحانہ احوج	شان محتاجی میں کامل ہو گئے تو تمام مخلوق کو
الخلائق کلهم الیه فی الدنیا	اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کا محتاج
والاخرة اما حاجتهم الیه فی	بنا دیا لوگوں کے لیے دنیا میں رسول اللہ
الدنیا فاشد من حاجتهم الی	ﷺ کی ضرورت، کھانے پینے بلکہ ان
الطعام و الشراب والنفس الذی	سانسوں سے بھی زیادہ ہے جس سے بدنوں
به حیاة ابدانهم واما حاجتهم	کی حیات ہے بندوں کے لیے آخرت میں

اليه في الآخرة فانهم يستشفعون بالرسل الى الله حتى يريحهم من مقامهم فكلهم يتأخر عن الشفاعة فيشفع لهم وهو الذي يستفتح لهم باب الجنة

(الفوائد ۱۱۶)

رسول اللہ ﷺ کی ضرورت یوں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رسولوں کے ذریعے سفارش کروائیں گے تاکہ وہ تنگی کے مقام سے آرام پاسکیں تمام اس شفاعت سے رک جائیں گے تو اس موقعہ پر حبیب خدا ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور یہی ذات ان کے لیے جنت کا دروازہ کھلوائے گی

شرق وغرب کے جن وانس کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ کے افضلیت پر امام رازی، سولہویں دلیل امام محمد بن علی حکیم ترمذی (ت ۔ ۲۱۰) کے حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں کہ اصول یہ ہے کہ ہر سربراہ کی ذمہ داری اس کی رعایا کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ کسی بستی کا سربراہ ہے تو اس بستی کے مطابق اس کی ذمہ داری اور بجٹ وضروریات ہوں گی اور جو مشرق ومغرب کا بادشاہ ہوگا وہ اس بستی والے سے کہیں زیادہ اموال وذخائر کا ضرورت مند ہوگا تو جب رسول صرف اپنی قوم تک آئے تو انہیں اس کے مطابق رموز توحید اور جواہر معرفت عطا کیے تو جو شرق وغرب، انس وجن کا رسول بنا اس کے لیے ضروری تھا

لابدان يعطى من المعرفة بقدر ما يمكنه ان يقوم بسعيه بامور اهل المشرق و المغرب

کہ اسے اس قدر معرفت دی جائے کہ جس سے اہل شرق وغرب کی تمام امور میں ضروریات پوری کرسکیں

چونکہ حضور ﷺ کی نبوت دیگر انبیاء کی نسبت اس طرح ہے جیسے بستی کے مقابلہ میں تمام مشارق ومغارب

ولما کان کذلک لا جرم	جب صورت حال یہ ہے تو لازم ہے کہ آپ ﷺ
اعطی علیہ السلام من کنوز الحکمة	کو حکمت وعلم کے ایسے خزانے عطا کیے جائیں جو
والعلم مالم یعط احد قبله فلا	آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے لہذا
جرم بلغ فی العلم الی الحد	آپ ﷺ علم کی اس حد پر پہنچے کہ کوئی انسان
الذی لم یبلغه من البشر قال	وہاں کا تصور نہ کر سکے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ
تعالی فی حقه فاوحیٰ الی عبده	ﷺ کے حق میں فرمایا اس نے وحی کی اپنے
ما اوحیٰ وفی الفصاحة الی ان	بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی اسی طرح آپ
قال اوتیت جوامع الکلم	ﷺ کی فصاحت وبیان کے حوالے سے فرمایا
(مفاتیح الغیب ۔۱۳۶۔۵۷)	مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے

الغرض جس قدر رفعت وسرداری سیدنا محمد ﷺ کی ہے وہ کسی کی نہیں لہذا ہر علم وکمال اور اختیار میں آپ ﷺ کو ہر ایک سے اعلیٰ وافضل ماننا ضروری ہے خواہ وہ علم وکمال دینی ہو یا دنیوی

احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اسی شان اور عطائے الٰہی کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ چند ملاحظہ کیجئے

۱۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اوتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق (مسند احمد، ۳۔۳۲۸)

گھوڑے پر لدی، دنیا کی چابیاں مجھے عطا کی گئی ہیں

امام نورالدین ہیثمی (ت ۔۸۰۷) نے اس روایت کے بارے میں لکھا

رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد، ۸۔۵۸۳۔حدیث ۱۴۲۱۵)

اسے امام احمد نے نقل کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

انی اعطیت مفاتیح حزائن الارض وانی واللہ ما اخاف بعدی ان تشرکوا ولکن اخاف ان تنافسوا فیہا

مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کردی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم شرک کروگے لیکن یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیادار بن جاؤگے

(البخاری، ۱۔۵۰۸، ۲۔۵۸۵)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول ﷺ نے فرمایا

اوتیت مفاتیح کل شئی (مسند احمد، ۲۔۸۶)

ہر شے کی چابیاں مجھے عطا کردی گئیں ہیں

۴۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان اللہ عزوجل زوی لی الارض رأیت مشارقھا ومغاربھا (مسند احمد، ۴۔۱۲۸)

اللہ عزوجل نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا

یہی روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

(دیکھیے مسلم ۲: ۳۹۰، ترمذی ۲: ۴۰) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے

انہی ارشادات عالیہ کی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا کرتے

اوتی نبیکم ﷺ مفاتیح کل شئی — تمہارے نبی ﷺ کو ہر شئی کی چابیاں عطا ہوئیں ہیں

(مسند احمد ۱: ۴۲۵ – مسند حمیدی حدیث ۱۲۲)

۵۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض — مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کردی گئیں (بخاری و مسلم)

شیخ المحدثین امام عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

خص حبیبہ ﷺ باعطاء مفاتیح خزائن المواهب فلا یخرج منها شیء الا علی یدہ. (فیض القدیر ۱: ۵۶۳) — اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لیے نعمتوں کے خزانوں کی چابیاں مخصوص کردی ہیں، اب کوئی شے بھی ان سے نہیں نکلتی مگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں تصرفات سپرد کیے اور آپ ﷺ نے عاجزی کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید شفقت فرماتے ہوئے

فعوض التصرف فی خزائن السماء برد الشمس بعد غروبها و شق القمر ورجم النجوم و اختراق السموات و حبس المطر و ارساله و ارسال الریاح وامساکها و تظلیل الغمام و غیر ذالک من الخوارق.

اس کے عوض آسمانوں کے خزانوں میں تصرف عطا فرمادیا مثلاً غروب کے بعد سورج کا لوٹنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، ستاروں کا شیطان کو لگنا، آسمانوں کا پھٹنا، بارش کا برسنا اور رک جانا، ہواؤں کا چلنا اور بادل کا سایہ کرنا اور دیگر خلاف معمول چیزوں کا ظاہر ہونا

(فیض القدیر: ۱/۔۱۳۹)

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جامع کلمات سے نوازا گیا، رعب و دبدبہ سے میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا

اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (مسلم: ۱/۔۱۹۹)

مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کرتے ہوئے میرے قبضہ میں دے دی گئیں

امام ابن حجر مکی (ت۔۹۷۴) آپ ﷺ کی ان احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

انه ﷺ خلیفة الله الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع یدیه و تحت ارادته یعطی منهما من یشاء و یمنع من یشاء (الجوہر المنظم ۴۲)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دسترخوان آپ ﷺ کے قبضہ اور ارادے کے تحت کر دیے ہیں آپ ﷺ ان میں سے جس کو چاہیں عطا فرمادیں اور جس سے چاہیں روک دیں

شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت۔۹۲۳) فرماتے ہیں

هو ﷺ خزانة السر و موضع نفوذ الامر فلا ينفذ امر الا منه و لا ينقل خير الا عنه

آپ ﷺ رازوں کا خزانہ اور امور کے نفاذ کا مرکز ہیں ہر معاملہ آپ ﷺ ہی سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ سے ہی حاصل ہوتی ہے (المواہب مع زرقانی، ۲۲۱)

صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں رسول اللہ ﷺ کی رات کو خدمت کیا کرتا تھا ایک دن مجھے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ربیعہ

سل فقلت اسالک مرافقتک فی الجنة

مانگو! عرض کیا: میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں

فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی۔۔؟ عرض کیا ''حضور یہی کافی ہے'' فرمایا ''کثرت سجود کے ساتھ اپنی ذات کے حوالے سے میری مدد کرو (مسلم، باب فضل السجود)

اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل اختیارات سے نواز رکھا ہے اگر انسان کے پاس اختیار ہی نہ ہو تو وہ کسی کو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو مانگنا ہے وہ مانگ لو اور پھر صحابی کا سوال بھی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت تک عطا کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ ایسا سوال ہی نہ کرتے، پھر حضور ﷺ نے اس سے وعدہ فرما کر اپنے اختیار پر مہر ثبت کر دی ورنہ آپ ﷺ یہ فرما دیتے کہ یہ کام مجھ سے اونچا ہے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا اس کے بعد آپ ﷺ کے اختیارات کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حدیث کے تحت آئمہ کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیں

آئمہ امت کی آرا

ا۔ اس حدیث کے تحت استاذ المحدثین ملا علی قاری (ت۔ ۱۰۱۴) رقم طراز ہیں۔

اى اطلب منى حاجة لان هذا هو
شان الكرام و لا اكرم منه ﷺ
ويؤخذ من اطلاقه ﷺ الامر
بالسوال ان الله تعالى مكنه من
اعطاء كل ما اراد من خزائن
الحق و من ثم عدائمتنا من
خصائصه ﷺ انه يخص من
شاء بما شاء كجعله شهادة
خزيمة بن ثابت بشهادتين رواه
البخارى و كترخيصه فى النياحة
لام عطية فى آل فلان خاصة
رواه مسلم

(مرقاة المفاتيح ۲۔ ۳۲۳)

مجھ سے حاجت مانگو کیونکہ کریموں کی یہی
شان ہوتی ہے اور حضور ﷺ سے بڑھ کر
کوئی کریم نہیں، آپ ﷺ نے ہر شے
مانگنے کا حکم دیا جس سے واضح ہو رہا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے تمام
خزانوں کے عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے
یہی وجہ ہے کہ ائمہ امت نے آپ ﷺ کا
یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جس کو
چاہیں مخصوص کر دیں مثلاً حضرت خزیمہ رضی
اللہ تعالیٰ کی شہادت دو کے برابر کر دی۔ جیسا
کہ بخاری میں ہے اور حضرت اُم عطیہ کو آل
فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی
جیسا کہ مسلم میں مروی ہے

۲۔ تقریباً حدیث مذکورہ کی تشریح میں یہی الفاظ امام محمد بن علان صدیقی (ت: ۱۰۵۷) کے ہیں

(فقال سلنى) حاجة اتحفك
بها فى مقابلة خدمتك لان هذا
شان الكرام و لا اكرم منه ﷺ
و يؤخذ من اطلاقه السوال ان
الله تعالى مكنه من اعطاء كل
ما اراد من خزائن الحق

فرمایا مجھ سے حاجت مانگو تم میری خدمت
کرتے ہو کیونکہ کریموں کی شان یہی ہوتی
ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی کریم
نہیں آپ ﷺ کا ہر شے مانگنے کا فرما دینا
رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے
تمام خزانوں میں سے عطا کرنے پر قادر

و من ثم عد العلماء من خصائصه ﷺ ان يخص من يشاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بشهادتين رواه البخاري	بتایا ہے اس وجہ سے آئمہ امت نے آپ ﷺ کے خواص میں سے بیان کیا کہ آپ ﷺ جسے چاہیں اس کے لیے حکم مخصوص فرمادیں جیسے آپ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا اور یہ بخاری میں ہے
(دلیل الفالحین ۔۱: ۳۱۷)	

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۲) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم شود کہ ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ﷺ ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد.	فرمایا، مانگو تو سوال کو مطلق رکھا کسی خاص مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جس کے لیے چاہیں اپنے پروردگار کے حکم سے عطا کر دیں
(اشعۃ اللمعات: ۱۔ ۳۹۶)	

۴۔ اسی حدیث کی تشریح میں اہل حدیث فاضل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی پڑھ لیجیے

قال النبی ﷺ سل معناه اطلب ای خیر شئت من خیر الدنیا و الاخرہ و یعلم من قولہ ﷺ سل مطلقاً من غیر	حضور ﷺ نے فرمایا مانگو! اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو مانگ لو، آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ

تقیید بمطلوب خاص ان الامر کلہ بید ھمتہ و کرامتہ ﷺ یعطی ما شاء لمن شاء باذن ربہ تعالی

مقید نہیں کیونکہ تمام معاملہ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس کو جتنا چاہیں اللہ تعالی کے حکم سے

فان من جودک الدنیا و ضرتھا

و من علومک علم اللوح و القلم

دنیا و آخرت آپ ﷺ کی سخاوت کا حصہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے

(مسک الختام)

شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (ت ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے تحت لکھا

ذکر ابن سبع فی خصائصہ وغیرہ. ان اللہ تعالیٰ اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منہا ماشاء لمن شاء قالہ القاری فی المرقاۃ

امام ابن سبع اور دیگر محدثین نے آپ ﷺ کا یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو جنت الاٹ کی ہے جسے، چاہیں جتنی چاہیں عطا فرمائیں

(فتح الملہم،۳،۹۳۸)

آخر میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجیے

ان اکرم خلیفۃ اللہ علی اللہ ابو القاسم ﷺ

اللہ تعالی کے ہاں سب سے مکرم خلیفہ آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے

امام حاکم اسے نقل کر کے کہتے ہیں

ھذا حدیث صحیح

یہ روایت صحیح ہے

(المستدرک:۳-۶۱۲)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا نائب اور خلیفہ اعظم بنایا ہے' آپ ﷺ اس کے خازن اور اس کے خزانوں کی تقسیم کنندہ ہیں۔ متعدد احادیث صحیحہ میں اس پر تصریح موجود ہے ان میں سے چند کا ذکر کئے دیتے ہیں

1۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم واللہ یعطی — میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا اللہ ہے (البخاری ۱:۱۶)

2۔ انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں

واللہ المعطی وانا القاسم — اللہ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں

(البخاری ۱:۴۳۹)

میں خازن ہوں

۳۔ تیسری روایت کے الفاظ ہیں

انما قاسم وخازن واللہ یعطی — میں قاسم اور خازن ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے (البخاری ۱:۴۳۹)

۴۔ مسلم کے الفاظ ہیں

انما انا خازن انما انا قاسم ویعطی اللہ — میں خازن وقاسم ہوں اور اللہ ہی عطا کرنے والا ہے (مسلم ۱:۳۳۳)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم اضع حیث امرت — میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خرچ کرتا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے

(بخاری ۱: ۴۳۹)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

بعثت قاسماً اقسم بینکم — مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تم میں (اللہ تعالیٰ کے خزانے) تقسیم کروں

ان تمام روایات کو پڑھیے کسی جگہ آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود نہیں کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خازن قرار دے دیا تو اب اس کے بعد یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ آپ ﷺ کو صرف علم کا خزانہ دیا گیا ہے۔ دیگر خزائن نہیں دیئے گئے

اگر ایسی قید لگانا ہوتی تو حضور ﷺ خود لگا دیتے محض ضد وہٹ دھرمی کی بنیاد پر آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کا بھی ذکر ہے کیا وہ بھی علم تک ہی محدود ہوگی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی عطا متعین نہیں اسی طرح اس کے حبیب ﷺ کی تقسیم بھی متعین نہیں

ان روایات کے بعد دیگر کسی حوالہ کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہم کچھ آئمہ امت کے الفاظ نقل کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے ان احادیث سے کیا سمجھا ہے؟

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴ھ) "انما جعلت قاسما لاقسم بینکم" کی شرح میں لکھتے ہیں

ى العلم والغنيمة ونحوهما	اس سے علم غنیمت اوران کی مثل دیگر اشیاء
وقيل البشارة للصالح والانذار	مراد ہیں' بعض نے صالح کے لئے بشارت
للطالع ويمكن ان تكون قسمة	اور بد کے لئے ڈرانے والا مراد لیا ہے ممکن
الدرجات والدركات مفوضة له	ہے اس سے مراد درجات ومقامات ہوں
ﷺ	جو آپ ﷺ کے سپرد کر دیے گئے

آگے فرماتے ہیں

ولا منع من الجمع كما يدل عليه	ان تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی
حذف المفعول لتلهب انفسهم كل	رکاوٹ نہیں جیسا کہ اس پر مفعول کا
ملهب ويشرب كل واحد من	حذف دال ہے تا کہ اس سے مراد جو بھی
ذلك المشرب ---- والحاصل	لیا جائے درست ہو حاصل یہ ہے کہ میں
انى لست ابا القاسم بمجرد ان	قاسم محض اس لیے نہیں ہوں کہ میرے
ولدى كان سمى بقاسم بل لوحظ	بیٹے کا نام قاسم ہے بلکہ میرے قاسم
فى معنى القاسمية باعتبار القسمة	ہونے کا یہ معنی ومفہوم ہے کہ میں ازل
الازلية فى الامور الدينية والدنيوية	سے دینی ودنیاوی نعمتوں کا تقسیم کنندہ
فلست كاحدكم لا فى الذات ولا	ہوں اور میں تم جیسا ہرگز نہیں ہوں نہ
فى الاسماء والصفات	ذات میں اور نہ اسماء وصفات میں

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاسامی۔۸،۵۱۰)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت۔۱۰۵۲) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

قسمت مے کنم میان شما از جانب حق وآن چہ وحی کردہ شدہ است بسوئے من وفرستادہ شدہ بر من از علم وعمل وے رسلم بر یکے را آن چہ نصیب او ست ومستحق ست مرا او را وے کنم بر کس را از جائے کہ در مرتبہ اوست از فضل وشرف (اشعۃ اللمعات:۱:۲۲۴)	میں تم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم کرنے والا ہوں جو اس نے میری طرف وحی کی ہے اور جو مجھے علم وعمل عطا فرمایا ہے میں ہر ایک کو حصہ دیتا ہوں جس کا وہ مستحق ہے اور میں ہر شخص کو اس کے مرتبہ وفضل کے مطابق مقام دیتا ہوں

۳۔امام محمد مہدی فاسی (ت:۱۰۵۲)ان مبارک الفاظ کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔

وهو خليفة الله في العالم وواسطة حضرته والمتولی لقسمة مواهبه واعطيته فكل من حصله له رحمة في الوجود اوخرج له قسم من رزق الدنيا والاخرة والظاهر والباطن والعلوم والمعارف والطاعات فانما خرج له ذلك على يديه وبواسطته ﷺ (مطالع المسرات:۲۳۶)	جہاں میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور بارگاہ الوہیت میں واسطہ ہیں اور اس کی بخششوں اور عطاؤں کی تقسیم کے امین ہیں۔تو جس کسی کو اس کائنات میں کوئی رحمت ملی یا جس کسی کو دنیا واخرت، ظاہرو باطن، علوم ومعارف اور طاعات سے جو حصہ ملا ہے وہ خود آپ ﷺ کے ہاتھوں اور واسطے سے ملا ہے

حذف مفعول کی وجہ سے عموم

حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے عموم پر جو دلیل قائم کی ہے یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا یعنی تخصیص کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فلاں عطا فرماتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی تقسیم کو کسی چیز تک محدود کیا گیا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے حضور ﷺ اس کے تقسیم کنندہ ہیں محدث مغرب شیخ عبداللہ صدیق غماری (ت ۱۴۱۳ھ) مذکورہ احادیث لانے کے بعد لکھتے ہیں

هذه الروايات الصحيحة تبين انه صلى الله عليه وسلم يقسم بين امته ما يرزقهم الله من معارف وعلوم اموال وغيرها وليس قسمته عليه الصلاة والسلام خاصا بمال الفئي والمغانم بل هذا عام كما ذكرنا

(الاحادیث المنتقاۃ فی فضائل رسول اللہ ۷۲)

صحیح روایات بتا رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے درمیان اللہ کا عطا فرمودہ رزق تقسیم کرتے ہیں مثلاً علوم، معارف اموال وغیرہ اور آپ ﷺ کی تقسیم صرف مال فئی اور غنیمت تک ہی محدود نہیں بلکہ عام ہے جیسا کہ ذکر ہوا

عموم پر دو دلائل

کچھ لوگوں نے کہا یہ تقسیم مال غنیمت تک ہی محدود ہے ان کا رد اور عموم پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

يؤيد هذا العموم ويؤكده امران الاولى قوله انما بعثت قاسماً وهو انما بعث لقسم ما اوتي من

تقسیم کے عموم کی تائید و تاکید ان دو امور سے ہو رہی ہے اول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے

الھدی والنور والعلم والعرفان فاما قسم الفئی والمغانم فھو امر ثانوی انما حصل بعد فرض الجھاد والامر بقتال المشرکین بعد الھجرۃ الثانی انه علیه الصلاہ والسلام نھی غیرہ ان یکتنی بابی القاسم وعلل النھی بانه یقسم ولو کان المراد قسم الفئی والمغانم لم یکن لھذا النھی والتعلیل معنی لان کل امام وخلیفة یقسم المغانم بین المجاھدین کما کان یفعل عمر وغیرہ من الخلفاء وذلک ھو المقرر فی الشرع فلولا انه علیه الصلاۃ والسلام اختص فی القسم بشئی لم یشرکه فیه غیرہ لم یکن للنھی معنی کما ذکرنا

(ایضا: ۷۳، ۷۵)

اور بلا شبہ آپ ﷺ جن چیزوں کی تقسیم کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں وہ ہدایت، نور، علم اور عرفان ہے۔ رہا مال غنیمت کا تقسیم کرنا تو وہ ثانوی امر ہے اور یہ عمل تو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اجازت جہاد کے بعد کیا دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوسروں کو ابو القاسم کنیت رکھنے سے منع فرمایا اور اس پر دلیل یہ دی کہ میں تقسیم کنندہ ہوں تمہارا یہ مقام نہیں اگر مراد مال فئی اور غنیمت کی تقسیم ہی ہوتی تو اس سے منع کرنے پر مذکورہ دلیل کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ وقت کا ہر امام وخلیفہ مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خلفاء کیا کرتے بلکہ شریعت میں یہی اصول ہے اگر آپ ﷺ کی تقسیم ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو تو پھر کنیت سے منع کرنے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا جیسا کہ ذکر ہوا

…یت اور تصرفات نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے بارے میں شاہ عبدالحق …دث دہلوی رحمہ اللہ علیہ (ت:1052) رقم طراز ہیں

۱. وملک وملکوت جن وانس وتمامہ عوالم بتقدیر وتصریف الٰہی عزوعلا در حیطہ قدرت تصریف …ے بود ﷺ

ملک، ملکوت، جن وانس اور تمام جہان اللہ تعالیٰ کے فیصلہ واذن سے حضور ﷺ کے تصرف اور قدرت میں ہیں

(اشعۃ اللمعات، ۱: ۳۲۷)

۲. وازاں جملہ آنست کہ دادہ شدہ آں حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح خزائن وسپردہ شد …وے وظاہرش آنست کہ خزائن ملوک فارس وروم ہمہ بدست صحابہ اُفتاد وباطنش آں کہ مراد خزائن اجناس عالم است کہ رزق ہمہ در کف اقتدار وے سپرد وقوت تربیت ظاہر وباطن بوے داد چناں کہ مفاتیح غیب در دست علم الٰہی است نمیدانند

یعنی اور حضور ﷺ کے خصائص اور فضائل سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کی کنجیاں حضور کو دی گئیں اور آپ ﷺ کے سپرد کی گئیں اس (حدیث) کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ فارس اور روم کے بادشاہوں کے خزانے صحابہ کے ہاتھ آئے اور اس کا باطنی مطلب یہ ہے کہ اس سے تمام عالم (جہان کی) ہر جنس کے خزانے مراد ہیں اس طرح کہ سب کا رزق حضور کے طاقتور ہاتھ کے سپرد کیا اور ظاہر وباطن کی تربیت کی قوت حضور ﷺ کو عطا کی

آن را مگر وے مفاتیح خزائن
رزق وقسمت آں در دست ایں
سید کریم نهاد ند قوله ﷺ انما
انا قاسم والمعطی هو الله

(مدارج النبوت ۱/۲۰۱)

جیسا کہ مفاتیح غیب علم الٰہی کے دست قدرت
میں ہے (جس کے لیے چاہے کھولے چاہے
نہ کھولے) ان مفاتیح غیب کو (ذاتی طور پر)
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (اسی طرح)
رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور اس کی تقسیم
سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں
رکھدی گئیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں ہی
(ہر شے) تقسیم فرماتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی
(ہر شے) عطا فرماتا ہے

احادیث عطاء مفاتیح اور احادیث قاسمیت کے صحیح سمجھنے کے لیے معترضین شیخ محقق
محدث دہلوی کی اس عبارت کو بار بار دیکھیں

۳. بود آن حضرت که تصرف می
کرد در ایشاں ومی کرد الید، غنی
رافقیر ومے ساخت شریف را برابر
وضیع ... داد خدائے تعالیٰ عزت
وقدرت ومکنت ومدد ونصرت
وقوت وشوکت که بر همه بالا تر
آمد کار او بر همه بیشی گرفت
اختیار اولا والله سو گند بخدائے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں
تصرف کرتے ہوتے غنی کو فقیر کردیتے
تھے اور شریف کو وضیع و ادنیٰ بنا دیتے
اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اتنی عزت
، قوت، طاقت، نصرت اور شوکت عطا
فرمائی کہ سب سے حضور ﷺ کا کام
سبقت لے گیا اور سب سے حضور
ﷺ کا اختیار بڑھ گیا

که مسخر کرد انید او را این همه امور شک نمی کند دریں هیچ عاقلے (مدارج النبوت ۔۱/۲۱۸)

اللہ کی قسم! یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے مسخر اور تابع کر دی تھیں اس میں کوئی عاقل شک نہ کرے گا

۴. وکنیته ابو القاسم لانه یقسم الجنة بین اهلها (مدارج النبوت ۔۱/۲۶۶)

حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضور مستحقین میں قاسم جنت ہیں بہشت تقسیم فرماتے ہیں

۵. تصرف وے ﷺ بتصرف الٰہی جل جلالہ وعم نوالہ زمین و آسمان را شامل است بلکہ تمام شراب ہا وطعام ہائے دنیا و آخرت وارزاق حسی و روحانی ونعمت ہائے ظاہری و باطنی بواسطہ وطفیل آں حضرت است

اللہ تعالیٰ کے تصرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصرف زمین اور آسمان کو شامل ہے بلکہ دنیا اور آخرت کے ہر قسم کے مشروب اور طعام اور حسی و روحانی رزق اور ظاہری و باطنی نعمتیں حضور ﷺ کے طفیل اور واسطہ سے ہیں

آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

(اے باد صبا یہ سب کچھ تیرا ہی لایا ہوا ہے)

شکر فیض تو چمن چو کند اے ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست وانشد الشیخ العالم العارف محمد البکری قدس سرہ

اے بہار چمن تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا اور پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں شیخ عالم عارف محمد بکری قدس سرہ، نے پڑھا

ما ارسل الرحمن او یرسل — من رحمة یتصعد او یتنزل

فی ملکوت الله او ملکه — من کل ما یختص او یشمل

الا وطه المصطفیٰ عبده — ونبیه المختار المرسل

واسط فیها واصل لها — یعلم هذا کل من یعقل

(اللہ تعالیٰ نے جو رحمت بھیجی ہے یا بھیجتا ہے یا بھیجے گا اور جو رحمت چڑھتی ہے یا نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ملک اور ملکوت میں جو جس کو ملتا ہے اس میں اصل اور واسطہ حضور ہی ہیں ہر عاقل اس بات کو جانتا ہے) (مدارج۔۱۔۲۱۱۔مطالع المسرات۔۲۶۴)

۶۔ایک مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

تصرف وقدرت سلطنت وے ﷺ زیادہ براں بود و ملک وملکوت جن وانس وتمامہ عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی عزو علا در حیطہ قدرت وتصرف وے بود	حضور کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت سے زیادہ تھی ملک وملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب بلکہ کل ماسوا اللہ) جن اور انسان اور سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیئے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف اور قدرت کے حلقہ میں تھے (اور ہیں)
(اشعۃ اللمعات۔۱۔۴۳۳)	

۷۔نیز شیخ محقق حدیث "عادی الارض للہ ورسولہ ثم ھی لکم منی" کے ما تحت ارقام فرماتے ہیں

زمین قدیم ... مر خدای راست و رسول خدای را پس تر آں زمین مر شما را است از من یعنی من تصرف مے کنم در آں بہر وجہ کہ مے خواہم و می بخشم ہر کرا کہ مے خواہم و ظاہر آں بود کہ گفتہ شود "منی و من اللہ" زیرا کہ ہم از خدا است و خدا در ہمہ جا پیغمبر خود را تصرف دادہ است

(اشعۃ اللمعات۔ ۳،۲ ۶ مطبوعہ الرقۃ۔ ۳،۱ ۲۷۴)

(حضور ﷺ نے فرمایا ہے) قدیم زمین اللہ اور رسول کی ملکیت ہے پھر وہ زمین میری طرف سے تمہارے لیے ہے یعنی میں اس زمین میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کہا جاتا "صرف منی کے بجائے "منی ومن اللہ" ہوتا یعنی پھر وہ زمین میری اور اللہ کی طرف سے تمہیں عطا ہوئی تمہاری ملکیت ہے اس لیے کہ ہر چیز کی عطا میں اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول کو تصرف دیا ہوا ہے

۸۔ اس ارشاد الٰہی

تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا۔

یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہوا

کے تحت لکھتے ہیں

ای نورث تلک الجنۃ محمدا ﷺ فیعطی من یشاء و یمنع عمن یشاء و ھو السلطان فی الدنیا والآخرۃ فلہ الدنیا و لہ الجنۃ و لہ المشاھدات ﷺ

(الابریز ۳۲۸ از شیخ عبدالوہاب بغدادی متوفی ۹۳۲ھ)

ہم اس جنت کا وارث محمد ﷺ کو بناتے ہیں پس ان کی مرضی جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں منع کریں دنیا اور آخرت میں وہی سلطان ہیں انہیں کے لیے دنیا ہے اور انہیں کے لیے جنت (دونوں کے مالک وہی ہیں) اور انہیں کے لیے مشاہدات ہیں

شیخ اشرف علی تھانوی (ت:۱۳۶۱) نے لکھا

آپ ﷺ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم کشف میں عطا کی گئی تھیں

(نشر الطیب:۱۶۶)

شیخ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں

آپ ﷺ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصہ آپ ﷺ اصل میں مالک ہیں

(ادلۃ کاملۃ ۱۲۰)

جنہیں کتاب وسنت کی سمجھ آئی ہے انہوں نے سچ کہا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم   رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں

حضرت تمیم داری کا واقعہ

انہی روایات کے پیش نظر اہل علم وفضل نے تصریح کی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو زمین کا مالک نہ مانے وہ کافر ہے اس بارے میں امام غزالی، امام تقی الدین سبکی، امام مناوی، امام ابن العربی، امام سیوطی اور امام شعرانی جیسے آئمہ امت نے باقاعدہ فتویٰ کفر جاری فرمایا، یہاں ہم اس کی تفصیل درج کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ کو زمین کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا تھا

ولما تعرض بعض الولاة لآل
تميم واراد انتزاع الارض
منهم ورفع امرهم الى القاضي
ابي حاتم الهروي الحنفي
قاضي القدس الشريف فاحتج
الداريون بالكتاب فقال
القاضي هذا الكتاب ليس
بلازم، لان النبي ﷺ اقطع
تميماً مالم يملك فاستفتى
الوالي الفقهاء و كان ابو حامد
الغزالي رحمه الله حينئذ بيت
المقدس قبل استيلاء الفرنج
عليه فقال : هذا القاضي كافر
لان النبي ﷺ قال :زويت لي
الارض كلها ، و كان يقطع في
الجنة فيقول : قصر كذا لفلان
، فوعده ﷺ صدق و عطاءه
ﷺ حق فخزي القاضي
والوالي و بقي آل تميم على ما
بايديهم

کسی سربراہ نے آل تمیم سے
جھگڑا کیا اور ان سے وہ زمین چھیننا
چاہی وہ اس معاملہ کو قدس شریف کے
قاضی ابو حاتم ھروی حنفی کے پاس لے
گیا تو حضرت داری کی اولاد نے حضور
ﷺ کی تحریر کو دلیل کے طور پر پیش کیا
تو قاضی نے کہا اس تحریر کی کچھ حیثیت
نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے تمیم کو یہ
زمین بطور عطیہ دی تھی جس کے وہ
مالک نہ تھے تو والی نے فقہاء سے فتویٰ
طلب کیا، امام ابو حامد الغزالی اس وقت
بیت المقدس میں تھے اور ابھی فرنگیوں کا
بیت المقدس پر قبضہ نہ ہوا تھا امام غزالی
نے کہا کہ یہ قاضی کافر ہے کیونکہ نبی
کریم ﷺ کا فرمان ہے تمام زمین
میرے قبضے میں دی گئی ہے اور حضور
ﷺ تو جنت بھی (اپنے اصحاب کو
) دیتے ہوئے فرمایا کرتے فلاں محل
فلاں شخص کے لیے ہے اور آپ ﷺ
کا وعدہ سچا اور آپ ﷺ

وكانت هذا الحادثة لما كان القاضی ابو بکر بن العربی با لشام (نظام الحکومۃ النبویۃ ۱/ ۲۰۹)

کی مطابق ہے۔ تو قاضی اور والی دونوں ہوئے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قاضی ابوبکر بن العربی شام میں تھے

امام غزالی کا فتویٰ

امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی فتویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا

وكان يقطع الا راضی قبل فتحها لا ن الله ملكه الا رض كلها وافتی الغزالی بكفر من عا رض اولاد تميم الداری فيما يقطعهم (الخصائص الصغریٰ)

رسول اللہ ﷺ زمین قبل از فتح عطا فرماتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے۔ امام غزالی نے اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ زمین پر جھگڑا کیا

انہوں نے الخصائص الکبریٰ میں یہ باب قائم کیا

باب اختصاصه ﷺ با لحمی لنفسه و انه لا ينقض ما حماه

رسول اللہ ﷺ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اپنے لیے جس قدر چاہیں زمین رکھ سکتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا

حدیث مبارکہ سے تائید

اور اس کے تحت حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے

اخرج البخاری عن ابن عباس ان الصعب بن جثامة قال قال رسول الله ﷺ لا حمی الا لله و لرسو له

قال الا صحاب من خصائصه

امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاگیر اللہ اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے

ﷺ ان له يحمى الموات
لنفسه ولا يجوز ذلك لسائر
الائمة قطعاً و انما يجوز لهم
الحمى للمسلمين و قيل لا
يجوز ايضا وعلى الجواز يجوز
نقضه لمن بعده وما حماه النبى
ﷺ لا ينقض و لا يغيره بحال و
كان يحمى ﷺ يقطع الا راضى
قبل فتحها لان الله تعالى ملكه ايا
ها يفعل فيها ما يشاء وقد اقطع
لتميم الدارى و ذريته قرية بيت
المقدس قبل فتحها و هى فى يد
ذريته الى اليوم واراد بعض الولاة
التشويش عليهم فا فتى الغزالى
بكفره قال : لان النبى ﷺ
كان يقطع ارض الجنة فارض
الدنيا اولى

(الخصائص الکبریٰ:۲۔۲۲۱)

علماء نے بیان کیا کہ آپ ﷺ بے
مالک زمین کو اپنے لئے رکھ سکتے ہیں اور
دیگر سربراہوں کے لئے ایسا کرنا ہرگز جائز
نہیں ہاں وہ مسلمان کو جاگیر دے سکتے ہیں
بعض نے اس جواز کا بھی انکار کیا ہے اگر یہ
ان کے لیے جائز بھی ہو تو بعد کے سربراہ اس
معاہدے کو ختم بھی کر سکتے ہیں لیکن جو جاگیر
کسی کو رسول اللہ ﷺ نے عطا کی اسے نہ ختم
کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی حال میں تبدیل کیا
جا سکتا ہے حضور ﷺ قبل از فتح زمین الاٹ
فرمایا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو
اس کا مالک بنایا لہذا اس میں جو چاہیں فیصلہ
کریں آپ ﷺ نے حضرت تمیم داری اور انکی
اولاد کو بیت المقدس میں فتح سے پہلے جاگیر عطا
کی جو آج تک ان کی اولاد کے پاس ہے کسی
سربراہ نے ان کو پریشان کیا تو امام غزالی نے اس
پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ
آپ ﷺ جب جنت الاٹ فرماتے ہیں تو
زمین بطریق اولیٰ دے سکتے ہیں

امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

امام عبدالوہاب شعرانی (ت۔۹۷۳) آپ ﷺ کے خصائص کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

وکان یقطع الاراضی قبل فتحها لان الله ملکه الارض کلها و له ان یقطع ارض الجنة من باب اولی ﷺ .	رسول اللہ ﷺ قبل از فتح زمین صحابہ کو الاٹ فرمادیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنادیا ہے اور آپ ﷺ کو جنت تقسیم فرمانا بطریق اولی جائز ہے
واللہ اعلم (کشف الغمہ عن جمیع الامۃ۔۶۵)	

شارح بخاری امام محمد بن محمد قسطلانی (ت۔۹۲۳) الخصائص من المباحات کے تحت رسول اللہ ﷺ کا یہی خاصہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں

وکان یقطع الاراضی قبل فتحها لان الله ملکه الارض کلها و افتی الغزالی بکفر من عارض اولاد تمیم الداری فیما اقطعهم وقال انه ﷺ کان یقطع ارض الجنة فارض الدنیا اولی	رسول اللہ ﷺ قبل از فتح زمین کا ٹکڑا عطا فرمادیا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے امام غزالی نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ زمین میں جھگڑا کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو جنت الاٹ کرنے والے ہیں تو دنیاوی زمین بطریق اولی الاٹ فرماسکتے ہیں
(المواہب اللدنیہ:۲۔۶۲۶)	

امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

اس کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی (ت۔۱۱۲۲) رقمطراز ہیں

وكان يقطع الاراضي قبل فتحها بخلاف غيره من الائمة فانما يقطع بعد فتحها (لان الله ملكه الارض كلها) ولا ينقض شيء مما اقطعه بعده بحال (و) لذا (افتى الغزالي بكفر من عارض اولاد تميم الداري فيما اقطعهم التي ﷺ) من الارض بالشام (و قال انه ﷺ كان يقطع ارض الجنة) ما شاء منها لمن شاء (فارض الدنيا اولى) ونقله ابن العربي عن الغزالي في القانون واقره وافتى به السبكي ايضا

(زرقانی علی المواہب، ۵، ۲۳۲)

رسول اللہ ﷺ زمین قبل از فتح عطا فرماتے اور یہ درجہ کسی اور سربراہ کو حاصل نہیں کیونکہ وہ بعد از فتح ہی دے سکتے ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا) اور بعد از فتح عطا فرمودہ زمین پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس لئے امام غزالی نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جنہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے رسول اللہ ﷺ کی شام میں عطا کردہ زمین کے بارے میں جھگڑا کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں تقسیم فرما سکتے ہیں تو دنیاوی زمین تو بطریق اولیٰ عطا فرما سکتے ہیں اسے امام غزالی سے امام ابن العربی نے القانون میں نقل کیا اور اس کی تائید کی اور امام سبکی کا بھی یہی فتویٰ ہے

امام محمد بن جعفر الکتانی (ت، ۱۳۴۵) اس قطعہ کی تفصیل، حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ نبوی ﷺ کو ہی بحال رکھنا اور فتویٰ امام غزالی کے بارے میں رقمطراز ہیں

وقد ذكر بعض شراح مختصر خليل في الزكاة في الكلام على زكاة المعادن عند استرادهم لقضية اقطاع النبي ﷺ لتميم بن اوس الداري قرية عينون بنواحي بيت المقدس قبل فتحه و امضاء عمر ذلك له لما فتحه ان الله تعالى ملكه الارض كلها وفي عبارة الدنيا و الجنة يقطع منهما ما اراد لمن اراد خصوصية له و نص الشيخ عبد الباقي الزرقاني في شرحه لدى قوله في الزكاة و حكمه للامام الى قوله الا مملوكة لمصالح فله تنبيه اقطاعه ﷺ

بعض شارحین مختصر خلیل نے کتاب الزکاۃ کے باب زکاۃ معدنیات میں یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس فتح ہونے سے پہلے اس کے نواح میں عینون کے مقام پر قطعہ اراضی عطا فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد اس فیصلہ نبوی کو جاری فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے بعض کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ شان و خصوصیت ہے کہ تمام دنیا اور جنت میں سے جس کو جتنا چاہیں عطا فرمائیں امام عبد الباقی نے اس کی شرح میں ایک اہم نوٹ لکھا کہ حضور ﷺ کا بیت المقدس کے نواحی میں قبل از فتح حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قطعہ زمین کا الاٹ کرنا

تميماً الداري بعض ارض بنواحي بيت المقدس قبل فتحه من خصائصه عليه الصلاة و السلام كما في خصاص السيوطي الصغرىٰ زاد المناوي في شرحها و اقره و نقله عنه ابن العربي في القانون.

یہ آپ ﷺ کا خاصہ و امتیاز ہے جیسے امام سیوطی نے خصائص الصغری میں ذکر کیا۔ امام مناوی نے اس کی شرح میں یہ اضافہ کیا کہ امام ابن العربی نے القانون میں نقل کر کے اسے ثابت رکھا

اس کے بعد امام عبدالوہاب شعرانی کی عبارت نقل کی اور لکھا

وجه كون اقطاع النبي ﷺ تميماً من الخصائص كونه اقطاعاً جاز ما لا تقدير فيه و لا تعليق حسبما يظهر من كلامهم و اقطاع غيره من الائمة الارض الحرب لا بد فيه من التعليق على الفتح اذ لا تصرف لهم في ارض الحرب ما دامت ارض حرب و كونه اقطاعا ما ضيا يلزم الائمة بعد انفاذه مطلقاً و ان كانت ارضه ارض معدن و فرضنا انه صولح اهل الارض

رسول اللہ ﷺ کے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمودہ قطعہ زمین کو آپ ﷺ کا خاصہ قرار دینا بتا رہا ہے کہ یہ قطعہ قطعی طور پر ان کا ہی ہوگا اس میں کوئی فتح کی شرط و حد نہیں جیسے کلام آئمہ سے ظاہر و واضح ہے لیکن آپ ﷺ کے علاوہ اگر کوئی سربراہ ارض حرب میں سے کسی کو دے تو اس کے لیے شرط فتح ضروری ہے کیونکہ جب تک ارض حرب ہے سربراہ اس میں تصرف

عليها و غيره من الائمة انما يقطع
ارض المعدن على ما ذهب اليه
المالكية و من وافقهم انتفاعاً بحيث
لا يبيعها من اقطعها ولا تورث عنه و
بهذا تعلم ما في قول بعض
المتاخرين من اصحابنا المالكية لا
يظهر كون اقطاع تميم قبل
الفتح من الخصائص على
مذهبنا لما ذكره ابن يونس من
الاتفاق على ان المعدن في
ارض حكمه للامام و كذا فتيا
الغزالي في ذلك ليست على
مذهبنا لما ذكره ابن عرفة من
ان من اقطعه الامام معدن لا
يورث عنه فان كلام ابن يونس
انما هو في الارض العرب يعني
التي اسلم اهلها عليها و تصحف
ذلك لصاحب التوضيح وهو
الشيخ خليل بارض الحرب

ہی نہیں کر سکتا اگر ماضی میں کسی نے
جاگیر دی تھی تو بعد کے حکمرانوں پر اسے
جاری رکھنا لازم ہے اگر زمین معدنیات
میں سے ہے اور بالفرض اہل زمین اور
سربراہ کے درمیان صلح ہوئی ہے تو ان کے
موافقین کے ہاں اپنی زمین کو بطور نفع دیا جا
سکتا ہے مگر وہ شخص نہ اسے بیچ سکتا اور نہ ہی
اس میں وارث جاری ہوں گے اس سے
ہمارے متاخرین مالکیہ کے اس قول میں
جو گڑبڑ ہے وہ بھی سامنے آ جاتی ہے کہ
ہمارے مذہب کے مطابق فتح سے پہلے
حضرت تمیم داری کو جاگیر دینا رسول اللہ
ﷺ کا خاصہ نہیں کیونکہ شیخ ابن یونس نے
لکھا کہ اس پر اتفاق ہے کہ ارض حرب میں
معدنیات کا معاملہ سربراہ کے سپرد ہے اس
طرح امام غزالی کا فتویٰ ہمارے مذہب
کے مطابق نہیں کیونکہ شیخ ابن عرفہ نے لکھا
جسے سربراہ قطعہ معدنی دے اس میں
وراثت جاری نہ ہوگی گڑبڑ کی وجہ

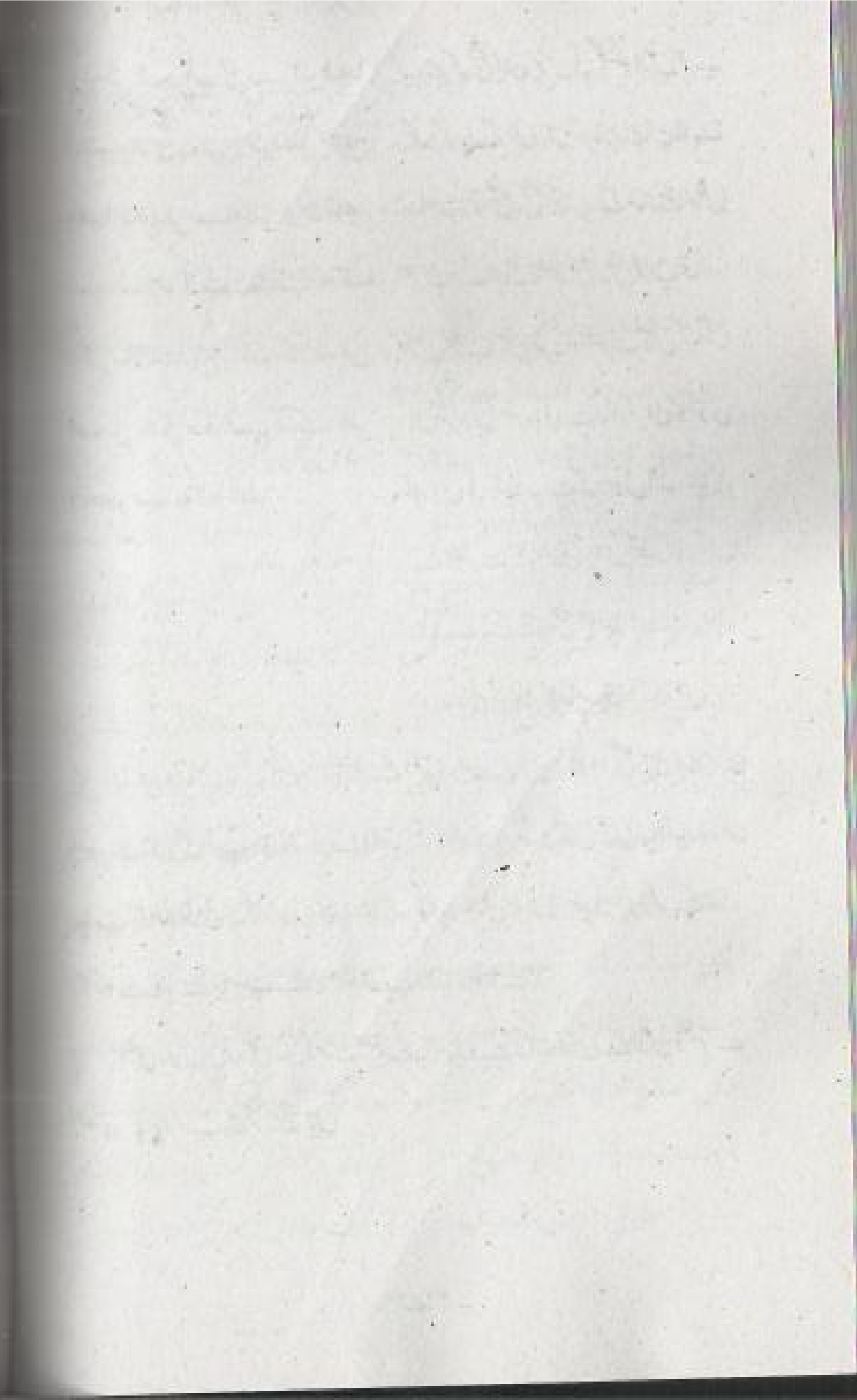
وارض الحرب لا تصرف فيها
للامام الا ان يعلق الامر على الفتح
وفتيا الغزالي مبنية على ان القطاعه
عليه السلام لتميم تمليك له كما
ذكرنا الا انتفاع و عليه فلا بد من
حمل اهل مذهب ذلك على
الخصوصية .والله اعلم

(جواہر الکلوب ج۲۔ص ۲۳۹)

یہ ہے کہ شیخ ابن یونس کی گفتگو ارض حرب
کہ جس کے اہل اس شرط پر ایمان لائے
صاحب توضیح شیخ خلیل کے سامنے ارض
عرب کے بجائے نسخہ ہی ارض حرب تھا اور
ارض حرب میں سربراہ تصرف نہیں کرسکتا
ہاں شرط فتح ضروری ہے امام غزالی کا فتویٰ
اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے حضرت تمیم داری کو اس قطعہ کا مالک
بنایا ہے نہ کہ فقط نفع کا لہذا ہمارے علماء
سرورعالم ﷺ کا خاصہ ہی مانتے ہیں

مذکورہ تمام دلائل حضور ﷺ کے اختیارات پر اس قدر واضح ہیں لہذا کسی صورت میں بھی آپ ﷺ کو بے اختیار قرار دینا درست نہیں ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کامل نائب وخلیفہ مقرر کر کے مختار کائنات بنایا ہے کیا سب سے بڑا خلیفہ بے اختیار ہوتا ہے؟

انہی دلائل کی روشنی میں امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم سے حضور ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں



مسئلہ ترک

تصنیف:

امام عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری

ترجمہ:

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور ۱۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,5300353...03004407048

انتساب

مخدوم اہلسنت استاذ گرامی حضرت العلام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ

ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان کے نام

کہ جن کی استقامت اور شبانہ روز محنت شاقہ کے نتیجہ میں ملک کی عظیم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کی بہاریں قائم ہیں اور ہزاروں نونہالان قوم زیور علم سے آراستہ ہوئے۔

دعاگو

محمد خاں قادری

ضرورت مقالہ

کچھ لوگ بعض اعمال مثلاً جشن میلاد، عرس، مبارک راتوں میں اجتماع کا انعقاد وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ لہٰذا یہ بدعت و حرام ہیں حالانکہ جب تک آپ ﷺ کے ترک کے ساتھ ساتھ اس پر کتاب و سنت میں نہی وارد نہ ہو اسے حرام قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم ہے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا ترجمہ مع عربی متن شائع کیا جا رہا ہے۔

عالم اسلام کے عظیم محدث و مفکر

امام ابوالفضل عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری الحسنی المتوفی ۱۴۱۳ھ

زیر نظر کتاب کے مصنف امام ابوالفضل عبداللہ بن محمد الصدیق الغماری الحسنی ہیں۔ آپ عالم اسلام کی ان اہل علم و فکر شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اور ان کے عظیم خاندان نے گمراہ کن نظریات و عقائد اور اعمال کے خلاف جو علمی' فکری اور تحقیقی محاذوں پر کام کیا ہے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح برصغیر میں امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اور ان کے رفقاء نے ہر طرح کی گمراہ کن تحریکوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح عالم عرب میں شیخ عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری اور ان کے خاندان نے نظریات اسلام کی سرحدوں کی خوب حفاظت کی۔ ایک ایک اختلافی مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل ایسی کتب تحریر کیں جن میں ناقابل تردید دلائل کے انبار لگا دیئے۔ اپنے تو اپنے مخالف بھی دم بخود رہ گئے۔ کسی مخالف کو ان کی تحریرات کا جواب دینے کی جرات نہ ہو سکی۔

ان کی بعض اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱۔ اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)

۲۔ الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین (عقائد صحیحہ کا اثبات)

۳۔ جواہر البیان فی تناسب سور القرآن (قرآنی سورتوں کا درمیانی ربط)

۴- النفحة الالهية فی الصلاۃ علی خیر البریة (درود و سلام)
۵- الاحادیث المنتقاۃ فی فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فضائل و شمائل حضور)
۶- توضیح البیان لوصول ثواب القرآن (ایصال ثواب)
۷- حسن التفہمؒ الدرک لمسالۃ الترک (مسئلہ ترک)
۸- نہایۃ الامال فی صحۃ و شرح حدیث عرض الاعمال
۹- غایۃ التحریر فی صحت حدیث توسل الضریر
۱۰- النفحۃ الذکیۃ فی بیان ان الھجر بدعۃ شرکیۃ (مسلمانوں سے تعلق ختم کرنا بدعت ہے)
۱۱- القول المقنع
۱۲- الاربعین الغماریہ فی شکر النعم (نعمتوں پر شکریہ کے بارے میں چالیس احادیث)
۱۳- حسن البیان فی لیلۃ النصف من شعبان (شب برات کی فضیلت)
۱۴- مصباح الزجاجۃ فی فوائد صلاۃ الحاجۃ (نماز حاجت کے فضائل و فوائد)
۱۵- الاستقصاء لادلۃ تحریم الاستمناء (حرمت مشت زنی)
۱۶- الصبح السافر فی تحقیق صلوۃ المسافر (نماز مسافر کے بارے میں تحقیق)
۱۷- اتحاف النبلا بفضل الشہادۃ وانواع الشہداء (شہید اور شہادت کے اقسام)
۱۸- غایۃ الاحسان فی فضل زکوۃ الفطر و فضل رمضان (روزہ و رمضان اور صدقۃ الفطر کے فضائل)
۱۹- کمال الایمان فی التداوی بالقرآن (علاج بالقرآن)
۲۰- قرۃ العین بادلۃ ارسال النبی الی الثقلین (حضور جن و انس کے رسول میں)

تنویر البصیرۃ ببیان علامات الکبیرۃ (کبیرہ گناہ کی علامات)
حاشیہ علی المقاصد الحسنۃ للسخاوی
ایسے ایسے نئے موضوعات پر لکھا جن پر پہلے مواد بہت کم ملتا تھا' مثلاً بندہ کے
کے مطابق مسئلہ ترک پر مستقل مقالہ سب سے پہلے آپ ہی نے لکھا ہے۔
اس کا نام "حسن التفھم والدرک لمسالۃ الترک" ہے۔ اس میں ان لوگوں کی
خبر لی ہے جو کسی کام کے حرام ہونے پر فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ کام رسول
ﷺ نے نہیں کیا۔ آپ نے اس مقالہ میں واضح کیا کہ آپ ﷺ کے کسی
کام کو ترک فرمانے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نے اس عمل کو اس لیے
ترک فرمایا ہو۔

یکون ترکہ مخافۃ ان یفرض علی امۃ کترکہ صلوۃ التراویح اجتمع الصحابۃ یصلوھا (حسن التفھم' ۵)	کہ کہیں یہ میری امت پر فرض ہی نہ ہو جائے مثلاً صحابہ کے نماز تراویح باجماعت کے لیے اکٹھا ہونے کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی۔

امام العلماء حضرت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہ نے اپنی کتاب "ازہار الانوار" میں
اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اس سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مانعت کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر وہی جہالت قبیحہ وسفاہت فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ وطائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو، آہ ذی ہوشوں کے نزدیک اس میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شئے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت فھو مما عفا عنہ۔	حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ:

یا ایھا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل	اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن اترتے وقت

عنها والله غفور رحيم ۝

پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی ... سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ ... مہربان ہے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جا... جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول ... تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ ہم مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرما... بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف ... کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دارقطنی ابو ثعلبہ ... رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تعالىٰ فرض فرائض فلا تضيعوها، وحرم حرمات فلا تنتهكوها، وحد حدودا فلا تعتدوها، وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں اُنہیں ... سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت ... اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو ... چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں ... نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی ... تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم فاذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه واذا امرتكم بامر فأتوا منه ما استطعتم۔

یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنگی نہ کی ... مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا... ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اس سے ... بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر ... بجا لاؤ۔

احمد و بخاری و مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ ... علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ اعظم المسلمين في المسلمين جرما من سأل عن شيء لم يحرم على الناس فحرم من اجل مسألته۔

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہ ... وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ ... کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلیٰ ندا منادی کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت ... اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے ... کی کیا خطا اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث ... جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ... اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارك وتعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ان الذین یفترون علی الله الکذب لا یفلحون ۝

ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا، اپنی زبانوں کا من گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرتے ہو، بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اُسی سفاہت شدیدہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔

کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

کردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر است تحفہ۔

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے تحفہ (ت)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفی المندوبیة اما ثبوت الکراهة فلا الا ان یدل دلیل اٰخر۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں، رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

۱۔ نہایۃ الامال کا ترجمہ "نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال امت" کے نام سے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۲۔ غایۃ التحریر فی بیان صحت حدیث توسل الضریر کا ترجمہ بھی عنقریب شائع ہو جائے گا۔

۳۔ حسن التفھم کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شیخ عیسیٰ عبداللہ بن مانع الحمیری سربراہ اوقاف دبئی اس رسالہ کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

وقد استوفی المصنف بحثاً لم یسبق الیه ولم یغلب بفضل الله علیه وهو بحث الترک الذی

مصنف نے اتنی کامل بحث فرمائی ہے کہ اس سے پہلے نہیں ملتی اور اللہ کے فضل سے اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ اس

ترک پر ہے جس کے ساتھ کسی امر یا نہی کا اتصال نہیں۔

مصنف کا وصال ۲۰ شعبان ۱۴۱۳ھ کو ہوا۔

یہ مقالہ محدث غماری نے اپنے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح مدظلہ کی گزارش پر لکھا۔ شیخ محمود سعید اس دور کے عظیم محدث اور فاضل ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر نہایت ہی علمی کام کیا ہے۔ ان کی چند تصانیف کا تعارف بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

۱۔ رفع المنارہ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ

بارگاہ نبوی میں حاضری کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے متن و سند پر مخالفین نے اعتراضات وارد کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر مخالفین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے زیارت والے حصہ کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی نے کر دیا ہے۔

۲۔ اس موضوع پر آپ نے ایک اور مقالہ تحریر فرمایا جس کا نام "الاعلام باستحباب شد الرحل الی زیارۃ خیر الانام" اس کا ترجمہ مولانا ممتاز احمد سدیدی نے کیا ہے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ تسبیحات و وظائف شمار کرنے کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں' کچھ لوگوں نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ پر مکمل کتاب تصنیف کی جس کا نام "وصول التہانی" ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے حدیث نماز تسبیح کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ ثابت ہی نہیں۔ شیخ نے امام ابن ناصر الدین دمشقی کی کتاب "الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" شائع کی اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ تحریر کیا۔

۵۔ شیخ ناصر الدین البانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جابجا تضادات کی نشاندہی مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں شیخ غماری کے ایک عظیم شاگرد شیخ حسن بن علی السقاف کا کام "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث و تضعیفها من اخطاء و غلطات" قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید ممدوح کا کام بصورت "تنبیه المسلم الی تعدی الالبانی علی

صحیح مسلم" نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و غایت یوں تحریر کرتے ہیں:

فقد وقفت علی کلام الشیخ الالبانی ضعف فیہ جملة من الاحادیث التی فی (صحیح مسلم) فتکلم علیھا بما یوکد خطاہ ویثبت خروجہ علی ماقررہ العلماء من صحتھا وتلقیھا القبول المفید للعلم وکلامہ یدعو الی التشکیک فی صحیح الامام مسلم و فیہ من الاغراب والمخالفة والتعقیب علی المتقدمین مایوم المفترین بہ انہ استدرک علی الائمة المتقدمین کالبخاری ومسلم فضلا من المتاخرین — وقد رایت ان السکوت علی ھذا التعدی غیر مقبول ویلحق العارف بہ الاثم لذلک کتبت ھذا (التنبیہ) ادفع بہ بعون اللہ تعالی کل تعدیہ علی صحیح مسلم و قد سمیتہ تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم۔ (تنبیہ المسلم ۷)

میں شیخ البانی کے ایسے کلام پر آگاہ ہوا جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی متعدد احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ایسی گفتگو کی جس سے امام مسلم کا خاطی ہونا اور ان اصولوں سے نکلنا لازم آتا ہے جو علماء کے ہاں مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کلام صحیح امام کے بارے میں تشکیک کی دعوت دیتا ہے اور اس میں ایسی مخالفت' اغراب اور متقدمین پر تعقیب ہے جو دھوکہ دینے والوں کو موقعہ فراہم کر رہی ہے کہ انہوں نے بخاری و مسلم جیسے متقدمین کی کمی کا ازالہ کیا ہے۔ متاخرین تو کسی کھاتے میں نہیں—— تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس سے آگاہ ہونے کے باوجود رد نہ کرنا گناہ کا ذریعہ ہے لہذا میں نے اللہ کی توفیق سے البانی کی زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا نام "تنبیہ المسلم علی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم" رکھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

ان علمی چیزوں کو خود پڑھئے دوسروں تک پہنچایئے اور ان کی اشاعت میں تعاون فرمایئے تاکہ عقائد و اعمال صحیحہ کی آبیاری ہو سکے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرمائی' ہمیں معرفت حجت و دلیل کی توفیق دی' صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر' آپ کی مبارک آل پر' اللہ تعالیٰ آپ کے صحابہ و تابعین سے راضی ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔

ایک فاضل شاگرد محمود سعید نے مجھے کہا کہ آپ مسئلہ ترک پر رسالہ تحریر فرما دیں جو قارئین کو پریشانی اور تشکیک سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے اپنی کتاب اتقان الصنعه میں اس پر لکھا ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے' بندہ نے ان کے شوق کو سراہتے ہوئے ان کی رائے کو قبول کر لیا' مذکور مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر کیا ہے تاکہ اس کا ہر قاری کسی بھی مسئلہ پر استدلال کے معاملہ میں ذہن کو واضح رکھ سکے اور اسے دلیل مقبول اور غیر مقبول کی پہچان ہو جائے۔

واللہ الموفق والهادی وعلیه اعتمادی

مقدمہ

وہ دلائل جن سے تمام آئمہ اسلام استدلال کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔
۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول
ان دونوں کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔
۳۔ اجماع ۴۔ قیاس۔
جمہور علما ان کو بھی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔
علم اصول میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر یہی رائے راجح و مختار ہے۔
درج ذیل دلائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔
۱۔ حدیث مرسل ۲۔ صحابی کا قول ۳۔ سابقہ شریعت ۴۔ استصحاب ۵۔ استحسان اہل مدینہ کا عمل، ان پر تفصیلی گفتگو کے لیے امام سبکی کی کتاب جمع الجوامع کے باب الاستدلال کا مطالعہ کیجئے۔

حکم شرعی کسے کہتے ہیں

اللہ تعالی کا وہ خطاب جس کا تعلق مکلف کے کسی فعل سے ہو، حکم شرعی کہلاتا ہے اس کی پانچ اقسام ہیں۔
۱۔ فرض یا واجب، یعنی جس کے بجالانے والے کو ثواب اور تارک کو عتاب ہو مثلاً نماز، زکوۃ، رمضان کا روزہ، والدین کی خدمت۔
۲۔ حرام، جس کے بجالانے پر عتاب اور تارک کو ثواب ہو مثلاً سود، زنا، والدین کی بے قدری، شراب۔

۳۔ مندوب' جس کے بجالانے والے کے لیے ثواب مگر تارک پر عقاب نہ ہو مثلاً نماز نفل۔

۴۔ مکروہ' جس کے تارک کو ثواب لیکن بجالانے کے لیے عقاب نہ ہو مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل۔

۵۔ مباح یا حلال' جس کے فعل و ترک دونوں پر عقاب و ثواب نہ ہو مثلاً تجارت' حلال اشیاء کھانا۔

یہ وہ اقسام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے' کسی مسئلہ کو ثابت کرنے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی حکم کو کسی ایسی دلیل سے ثابت کرے جو سابقہ دلائل میں شامل نہیں خواہ وہ مجتہد صحابی ہو یا غیر صحابی۔

یہ بات اظہر من الشمس اور ضروریات دین میں سے ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

ترک کی تعریف

ترک سے مراد دو چیزیں ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے وہ فعل و عمل نہیں فرمایا۔

۲۔ کسی صحابی اور تابعی نہیں کیا اور اس پر کوئی حدیث نبوی یا اثر صحابی بیان نہ کیا ہو شی متروک کے حرام یا مکروہ ہونے پر دال ہو۔

متاخرین میں بہت سے لوگوں نے اشیاء کی حرمت و مذمت پر اسے دلیل بنا رکھا ہے بعض ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں نے اسے بے تحاشا استعمال کیا ہے مثلاً ابن تیمیہ نے متعدد جگہ پر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جیساکہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر گفتگو آرہی ہے۔

ترک کی وجوہ

حضور علیہ السلام نے کسی شی کو ترک فرمایا تو ضروری نہیں کہ اس کے حرام ہی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا ہو' بلکہ اس کے ترک کی اور کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ عادۃً" ترک فرمادیا ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں حدیث ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی' آپ نے تناول فرمانے کے لیے ابھی دست مبارک بڑھایا ہی تھا تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ گوہ کا گوشت ہے۔ آپ نے اسے تناول نہ فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے فرمایا۔

لاولکنہ لم یکن بارض قومی فاجدنی اعافہ	حرام تو نہیں ہے ہمارے علاقہ میں یہ پایا نہیں جاتی اس لیے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

۱۔ آپؐ کا کسی شی کو ترک فرمانا اگرچہ کرنے کی تیاری کے بعد ہو اس کے حرام ہونے پر دال نہیں ہوتا۔

۲۔ آپؐ کا طبعاً" کسی شی کو ناپسند فرمانا بھی اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہوتا۔

۲۔ نسیاناً" ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز میں سہو ہوگیا' چار کے بجائے دو پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا میں بھی انسان ہوں تمہاری طرح بھول جاتا ہو جب بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

۳۔ امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز تراویح' صحابہ کرام کے اجتماع کے باوجود آپؐ نے جماعت نہ کروائی (کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائیں)

۴۔ آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو

مثلاً آپؐ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے' صحابہ کرام نے محسوس کیا آپ کے لیے منبر ہونا چاہیے۔ منبر کے بارے میں عرض کیا گیا آپ نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ لوگوں تک آواز پہنچانے میں معاون ہے۔ اسی طرح آپ کی

رواج نہ تھی مگر صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ کے لیے بلند جگہ ہونی چاہیے کیونکہ باہر سے آنے والے وفود کو آپ کے بارے میں پوچھنا پڑتا ہے۔ عرض کیا گیا تو آپ نے قبول فرمالیا مگر خود اس کے لیے رائے نہ دی۔

۵۔ عموی آیات یا احادیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو

مثلاً چاشت کی نماز اور دیگر بہت سے مندوبات جو باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت آتے ہیں۔

وافعلو الخیر لعلکم تفلحون — خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

۶۔ اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ نے فرمایا۔

لولا حداثة قومک بالکفر لنقضت ... البیت ثم لبینته علی اساس ابراهیم علیه السلام فان قریشا استقصرت بناءه

اگر نئے نئے لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں کعبہ ڈھا دیتا اور اسے انہی بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ قریش نے اس کی تعمیر میں کمی کی ہے۔

تو یہاں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کو محض آپؐ نے اس لیے ترک فرمایا تاکہ لوگوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

الغرض آپ نے اگر کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی متعدد حکمتیں ہوں گی، کسی حدیث یا قول صحابی میں یہ نہیں ہے کہ جس شی کو آپ نے ترک فرمایا وہ حرام ہوگی۔

ترک، حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا

ہم نے اپنی کتاب "الرد المحکم المتین" میں واضح کیا ہے کہ شی کا ترک اس کی حرمت پر دال نہیں ہوا کرتا وہ تمام گفتگو درج ذیل ہے۔

اگر ترک کے علاوہ اس عمل کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہ ہو تو فقط ترک

اس کی ممنوعیت پر حجت نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کا فائدہ دے گا
ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض ترک
سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

امام ابو سعید بن لب اور ضابطہ

امام ابو سعید بن لب نے یہ ضابطہ بھی ذکر کیا ہے' انہوں نے نماز کے بعد دعا
مکروہ ٹھہرانے والوں کا رد کرتے ہوئے کہا۔

نماز کے بعد منکرین دعا نے جو دلیل دی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت
ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ کا التزام' سلف سے ثابت نہیں' اگر صحت نقل کو تسلیم بھی
لیا جائے۔ تو

فالترک لیس بموجب لحکم فی ذلک المتروک الالجواز الترک انتفاء الحرج فیہ واما تحریم او لصوق کراھیۃ بالمتروک فلا' ولاسیما فیما لہ اصل جملی متقرر من الشرع کالدعا

ترک' متروک کے لیے کسی حکم کو واجب نہیں کرتا ہاں اس سے اس فعل کے ترک کا جواز اور بجا لانے کی پابندی کی نفی ہوتی ہے۔ رہا اس متروک کا حرام یا مکروہ ہونا تو ترک سے یہ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس عمل میں جس کی شریعت میں اجمالاً اصل موجود ہو مثلاً دعا

شیخ ابن حزم کی تائید

شیخ ابن حزم نے المحلی میں مالکی اور حنفی علماء کا نماز مغرب سے پہلے دو
نوافل کی کراہت پر امام نسخی کا یہ قول بطور استدلال ذکر کیا۔

ان ابابکر و عمر و عثمان کا نوا لایصلونھا

حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے یہ نفل نہیں پڑھتے تھے۔

پھر اس استدلال کا ان الفاظ کے ساتھ رد کیا۔

ولو صح لما كانت فيه حجة لانه ليس فيه انهم رضی اللہ عنهم نهوا عنها

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں یہ کہاں ہے کہ انہوں نے اس نماز سے منع کیا ہے۔

ایک اور ان کی دلیل نقل کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ما رایت احدا" یصلیها

میں نے کسی کو یہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کا رد یوں کیا۔

وایضا" فلیس فی هذا لو صح نهی عنهما ونحن لاننکر ترک التطوع مالم ینه عنه

(المحلی ۲: ۲۵۴)

اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تو اس میں ان رکعات سے منع کرنا کہاں ہے اور ہم ترک نوافل کا انکار نہیں کریں گے جب تک اس سے منع ثابت نہ ہو۔

المحلی کے دوسرے مقام پر نماز عصر کے بعد نوافل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حدیثِ علی تو قطعاً حجت نہیں۔

لانه لیس فیه الا اخباره بما علم من انه لم یر رسول اللہ صلی اللہ علیه صلاهما ولیس فی هذا نهی عنهما ولا کراهة لها فما صام علیه السلام قط شهرا کاملا غیر رمضان ولیس هذا بموجب کراهیة صوم شهر کامل تطوعا

(المحلی ۲: ۲۷۱)

اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ انہوں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس میں نہ تو ان سے منع ہے اور نہ ہی کراہت ہے (آپ ذرا غور کریں) آپؐ نے رمضان کے علاوہ پورا مہینہ کبھی روزہ نہیں رکھا مگر یہ چیز نفلاً" پورا مہینہ روزہ رکھنے کی کراہت کو مستلزم تو نہیں ہے۔

یہ عبارات صراحۃ" دال ہیں کہ محض ترک کسی شی کی کراہت کو مستلزم نہیں چہ جائیکہ اس سے کسی شی کا حرام ہونا ثابت ہو۔ کچھ ہٹ دھرم لوگ اس ضابطہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اصول فقہ کا ضابطہ ہی نہیں حالانکہ ان کا یہ قول ان

کی جہالت اور عقل بیمار پر دال ہے۔

اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

آیئے ہم اس پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ کسی فعل کے حرام ہونے پر تین اشیاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ اس پر نہی وارد ہو۔

لاتقربوا الزنا — زنا کے قریب نہ جاؤ

ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ

۲۔ اس عمل کے بارے میں لفظ تحریم و حرام وارد ہو۔ مثلاً

حرمت علیکم المیتة — تم پر مردار حرام کیا گیا ہے

۳۔ اس فعل کی مذمت یا اس پر عقاب کی وعید ہو۔ مثلاً

من غش فلیس منا — جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں

ترک ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں لہٰذا اس سے حرمت کا ثبوت ہرگز نہیں ہوگا

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا — اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اس میں یہ تو نہیں فرمایا۔

وماترکہ فانتھوا عنہ — جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رک جاؤ۔

تو ترک ہرگز مفید تحریم نہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما امرتکم بہ فاتوا منہ مااستطعتم وما نھیتکم عنہ — جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور جس سے

فاجتنبوه   میں منع کروں اس سے بچو۔
آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔
وماترکنه فاجتنبوه   جسے میں ترک کروں اس سے بچو
تو اب ترک کسی کی حرمت پہ کیسے دال ہو سکتا ہے؟
۴۔ علماء اصول نے سنت کی تعریف یوں کی ہے۔
هی قول النبی صلی الله علیه   حضور ﷺ کا ارشاد گرامی' فعل اور
وسلم وفعله و تقریره   آپ کا کسی عمل کی تائید کرنا
انہوں نے "ترکہ" (آپ نے نہ کیا ہو) نہیں کہا کیونکہ ترک دلیل ہی نہیں بنتا۔
۵۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حکم خطاب اللہ کا نام ہے' اور علماء اصول نے واضح کر دیا ہے کہ اس پر دال قرآن' سنت' اجماع یا قیاس ہو سکتا ہے' ترک ان میں سے کوئی بھی نہیں لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا۔
۶۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا کہ ترک میں تحریم کے علاوہ متعدد احتمال ہیں اور اصولی قاعدہ یہ ہے کہ جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔
بلکہ پیچھے یہ بھی گزرا کہ اگر کسی شی کو حضور ﷺ نے ترک فرمایا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ وہ فعل حرام ہے اور یہ بات تنہا' ترک سے استدلال کے بطلان پر کافی ہے۔
۷۔ ترک اصل ہے کیونکہ یہ عدم فعل کا نام ہے اور عدم اصل ہوتا ہے اور فعل عارضی ہے اصل نہیں اور اصل کسی شی پر لغۃ اور شرعاً" دلالت ہی نہیں کرتا (کہ وہ جائز ہے یا ناجائز) لہذا ترک ہرگز کسی عمل کی حرمت کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

غیر پسندیدہ اقوال

شیخ ابن سمعانی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی اتباع ہم پر لازم ہے اس پر دلیل یہ دی کہ جب آپ' نے گوہ سے دست مبارک کھینچ لیا تو صحابہ بھی کھانے سے رک گئے اور آپ سے پوچھ کر کھایا۔
جواب: ہم کہتے ہیں آپ' کا جواباً" فرمانا کہ یہ حرام نہیں' دلالت کر رہا ہے کہ

ترک حرمت کا تقاضا نہیں کرتا' حدیث میں ابن سمعانی کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

پہلے یہ بھی تفصیلاً گزر چکا ہے کہ ترک میں متعدد احتمال ہوتے ہیں تو آپ کی کسی ایسے معاملہ میں متابعت کیسے لازم قرار دی جاسکتی ہے جس میں عادت' سہو وغیرہ کا احتمال ہو۔

ابن تیمیہ کی گفتگو

ابن تیمیہ سے سوال ہوا' جو شخص زیارت قبور کرتا ہے اور صاحب قبر کو وسیلہ وغیرہ بناتا ہے ان سے تکلیف رفع کے لیے دعا کرواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

اس کا انہوں نے بڑا تفصیلی جواب دیا جس میں لکھا۔

"ایسا عمل صحابہ و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا' نہ آئمہ میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے دعا کے بارے میں عرض نہیں کیا جیسا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے۔

تحقیقی رد

یہ گفتگو متعدد وجوہ کی بنا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۔ صحابہ کا یہ فعل امر اتفاقی ہو اس میں یہاں یہ احتمال ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے وہاں اس میں یہ بھی تو احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ عمل جائز تھا مگر انہوں نے افضل کو اختیار کر لیا وغیرہ۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

ہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے عدم جواز کی وجہ سے یہ عمل ترک نہیں کیا۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی قحط کے سال حضور ﷺ کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ استسق لامتک — اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمایئے۔

آپؐ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

اذھب الی عمر واخبرہ انکم مسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس — عمر کے پاس جاؤ اطلاع کرو بارش ہو جائے گی اور ان سے کہو خوب محنت اور دانائی سے کام لو۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو آپ رو پڑے اور عرض کیا۔

اللھم ما الو الا ما عجزت عنہ — اے اللہ ہر وہ کام جو مجھ سے بھاری ہے اس کے علاوہ میں سستی نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ ان کے اس عمل پر ناراض نہ ہوئے اور نہ منع فرمایا اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ انہیں ضرور منع فرماتے۔

یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضورﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ میں اسے نہیں پہنوں گا اور آپ نے اسے پھینک دیا' صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(البخاری' باب الاقتدا بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن حجر نے اس کے تحت فرمایا۔

امام بخاری نے یہاں ایک ہی مثال پر اکتفا کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کی اقتدا فعل اور ترک دونوں پر مشتمل ہے۔

جواب : پھینکنے کو مجازاً "ترک کہہ دیا ہے ورنہ پھینکنا فعل ہے اور صحابہ نے فعل ہی کی اقتدا کی ترک تو اسے عارض ہوا ہے' اس طرح آپ نے جب نعلین اتارے تو صحابہ نے اقتدا میں نعلین اتار دیے تو انہوں نے ایسے فعل میں اقتدا کی جس کا نتیجہ ترک ہے اور یہ محل بحث ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کب آپؐ کے افعال کی اقتدا کا انکار کیا ہے
ہم تو انہی میں فوز و سعادت مانتے ہیں لیکن زیر بحث تو وہ معاملات ہیں جو آپ سے
صادر ہی نہیں ہوئے مثلاً مروجہ محفل میلاد' محفل شب معراج وغیرہ ہم انہیں حرام
نہیں کہہ سکتے ورنہ یہ تو اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئے گی کیونکہ ترک سے
تحریم ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع
ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں۔

کل مالہ مستند من الشرع فلیس ببدعة ولولم یعمل بہ السلف	ہر وہ عمل و فعل جس کی سند شرع میں ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو

کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے
افضل پر عمل پیرا ہوں

ترک کا تقاضا کیا ہے؟

ہم نے سابقاً بیان کیا کہ ترک' حرمت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ تو متروک کے
جواز و مشروعیت پر دلالت کرتا ہے' علما حدیث نے ترک کا یہ مفہوم اپنی کتب میں لیا
ہے مثلاً۔

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری معمول یہ تھا کہ آگ کی مس کردہ چیز کے استعمال کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

واضح رہے انہوں نے یہ قول اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

ترک الوضوء مما مست النار	(جس شی کو آگ نے چھوا اس کے استعمال کے بعد وضو نہ کرنا)

اس مسئلہ پر مذکورہ قول سے استدلال نہایت ہی واضح ہے اگر آگ کی مس کردہ چیز سے وضو لازم ہوتا تو آپ اسے ترک نہ فرماتے۔ جب آپ نے ترک فرما دیا تو واضح ہو گیا کہ وہ لازم نہ تھا۔

امام ابو عبداللہ تلمسانی نے "مفتاح الوصول" میں فرمایا۔

دلالت میں فعل کے ساتھ ترک بھی شامل ہے کیونکہ جس طرح عدم تحریم پر آپ کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ترک سے عدم وجوب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کی مثال وہ استدلال ہے جو ہمارے علماء نے آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کے عدم وجوب پر کیا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی دستی کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ کیا۔

اسی طرح ہمارے علماء کا یہ استدلال پچھنے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا' آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے پچھنے لگوائے مگر وضو نہ فرمایا۔

(مفتاح الوصول' ۹۳ مطبوعہ مکتبہ خانجی)

اس سے یہ ضابطہ از خود سامنے آجاتا ہے۔

جس کا ترک جائز ہو وہ واجب نہیں ہوا کرتا	جائز الترک لیس بواجب

اشتباہ کا ازالہ

حضور ﷺ نے جس چیز کو ترک فرمایا اس کی علماء نے دو اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ اس فعل کی ضرورت آپ کی ظاہری حیات پیش نہ آئی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی یہ جائز ہے۔

۲۔ دوسرا وہ فعل جس کی ضرورت پیش آئی مگر ظاہری حیات میں نہ کیا۔

ترک کی اس قسم کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے بجالانے میں مصلحت ہوتی تو آپ بجالاتے جب آپ نے نہیں کیا تو وہ ناجائز ہوگا۔

عیدین کے لیے اذان کا بدعت ہونا مسلمہ ہے مگر

اس کی مثال ابن تیمیہ نے نماز عیدین کے لیے اذان کی دی ہے جسے بعد کے حکمرانوں نے ایجاد کیا اس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا' اذان جیسے افعال جنہیں حضور ﷺ نے ترک فرمایا باوجود ان کی ضرورت بھی تھی۔

کوئی بھی مبتدع اس سے استدلال کرسکتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہے' لوگوں کو عبادت الٰہی کی طرف بلانا ہے اور اسے اذان جمعہ پر قیاس کرے تو جب آپؐ نے جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین کی نماز بلا اذان و تکبیر ادا فرمائی تو آپ کا ترک فرمانا اس پر شاہد ٹھہرا کہ ترک اذان سنت ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں وہ عیدین کے لیے اذان کا اضافہ کرے۔ الخ

دو مسائل میں التباس

واضح رہے امام شاطبی' ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے بھی یہ بات کی ہے حالانکہ ان پر "مسئلہ ترک اور مسئلہ مقام بیان میں سکوت" میں التباس ہوگیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عیدین کے اذان بدعت و ناجائز ہے مگر اس وجہ یہ نہیں کہ آپؐ نے اسے ترک فرمایا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے عیدین میں جو کرنا تھا وہ بیان فرمایا مگر اذان کا ذکر نہ فرمایا تو آپ کا سکوت فرمانا اس پر دال ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے

ان السکوت فی مقام البیان یفید الحصر — بوقت بیان' خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے

مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا ثبوت فراہم کررہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما احل الله فی کتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافیته فان الله لم یکن ینسی شیا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال فرما دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا سیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان ربک نسیا

اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

امام موصوف اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں۔

اسناده صالح و صححه الحاکم

اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دار قطنی نے حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله فرض فرائض فلاتضیوها وحد حدودا" فلاتعتدوها و حرم اشیاء فلاتنتهکوا وسکت عن اشیاء رحمة بکم من غیر نسیان فلاتبحثوا عنها

اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیئے ہیں' انہیں ضائع نہ کرو' حدود مقرر فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء حرام فرما دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہٰذا ان کے بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں قاعدہ مذکورہ کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہاں وہ ترک نہیں جو محل بحث ہے اور ایک مسئلہ کا دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیے۔

ہم نے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے تاکہ معاملہ اب کسی پر مخفی نہ رہے' یہ اہم فائدہ شاید آپ کو اس رسالہ کے علاوہ سے دستیاب نہ ہو۔

تتمہ کلام

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں ہمیں حضرت سلام بن ابی مطیع نے ابن ابی رشید سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ عن الزبیب والتمر	رسول اللہ ﷺ نے زبیب اور تمر سے منع فرمایا ہے

یعنی ان دونوں کو ملانے سے منع فرمایا' میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اس بارے میں کچھ کہا تو میں نے کہا۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ التمر والزبیب	رسول اللہ ﷺ نے تمر اور زبیب (کے ملانے کو) حرام قرار دیا ہے

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

کذبت	تو نے جھوٹ کہا۔

میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ آپ نے خود نہیں فرمایا؟

نھی رسول اللہ صلی اللہ فھو حرام	رسول اللہ صلی اللہ نے منع فرمایا تو یہ حرام ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

انت تشھد بذلک	کیا تو اس کا گواہ ہے؟

حضرت سلام کہتے ہیں آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔

مانھی النبی صلی اللہ تھو ادب	یہ حضور ﷺ کا منع کرنا بطور کراہت تھا

ذرا غور تو کیجئے حضرت عبداللہ بن عمر (جو فقہاء صحابہ میں سے ہیں) اس شخص کی کس طرح تکذیب فرما رہے ہیں جس نے لفظ "نھی کی تفسیر" حرم سے کی' اگرچہ

ہی مفید تحریم ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں بلکہ یہ بعض اوقات مفید کراہت ہوتی ہے "فھو ادب" سے حضرت سلام کی مراد بھی کراہت ہی ہے۔

حضرت ابن عمر کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ کتاب و سنت کی واضح دلیل کے بغیر کسی شی کو حرام کہنے کی جرات کرے اور اس ضابطہ پر صحابہ' تابعین اور تمام ائمہ عمل پیرا ہوئے۔ امام ابراہیم نخعی تابعی کہتے ہیں۔

کانوا یکرھون اشیاء لایحرمونھا۔	اسلاف امت اشیاء کو مکروہ کہتے حرام نہیں کہتے تھے۔

اسی طرح امام مالک' امام شافعی اور امام احمد جب تک کسی شی کے حرام ہونے کا یقین نہ ہوتا اس پر حرام کا اطلاق نہ کرتے اگر شبہ ہوتا یا اختلاف وغیرہ تو صرف اتنا کہتے میں اسے پسند نہیں کرتا اس پر اضافہ نہ کرتے۔

امام شافعی فرماتے۔

اخشی ان یکون حراما	میں اسے حرام کہنے سے ڈرتا ہوں

وہ کسی عمل و فعل پر یقینی طور پر حرام کا حکم لگاتے ہوئے ڈرتے کہیں اللہ تعالی کے اس ارشاد گرامی کے تحت ہم بھی نہ آجائیں۔

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب	اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

ان کا کیا حال ہوگا جو بغیر (کتاب و سنت کی) کسی دلیل کے بہت سے اعمال کو حرام کہتے ہیں اور صرف اتنی بات کرتے ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حالانکہ آپ پڑھ چکے اس سے عمل کا حرام یا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو یہ لوگ آیت مذکورہ کے عموم میں شامل ہوں گے۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

۱- مروجہ محافل میلاد۔

۲- محفل شب معراج۔

۳- شب برات کے موقعہ پر شب بیداری

۴- جنازہ کے ساتھ ذکر

۵- گھر میں میت پر تلاوت قرآن

۶- قبر کے پاس تلاوت قرآن

۷- آٹھ رکعت سے زائد نماز تراویح۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اس دعویٰ کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک مت آئے گا۔
اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون "کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔"

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء کو مباح قرار دینا بھی عموم آیت میں داخل ہے کیونکہ جب تک ان کے بارے میں کوئی نہی وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے آپ کا ارشاد عالی ہے۔

وما سکت عنه فهو عفو — جس سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی ان کی اجازت ہے)

یہاں تک ہم نے مسئلہ ترک کو خوب واضح کر دیا ہے' اس سے استدلال کرنے والوں کا بھی' ایسے دلائل سے محاسبہ کیا جو کسی منصف کے لیے محل اعتراض نہیں اور کسی مناظر اور مجادل کے لیے محل مفر نہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی حق کہنے والا ہے' اور وہی سیدھے راہ کی رہنمائی فرماتا ہے والحمدللہ رب العالمین

نوٹ: یہ ترجمہ ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ جامعہ اسلامیہ لاہور میں شروع ہوا اور اس کی تکمیل دوسرے روز ۳ ستمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع رحمانیہ شالامار لاہور میں ہوئی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے دو دن میں یہ ترجمہ مکمل ہوگیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ولي النعم والصلاة والسلام على سيد العرب والعجم، سيدنا محمد المخصوص بكامل العز والشرف وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والكرم.

وبعد

فهذه رسالة وجيزة في صفحاتها، مهمة في موضوعها، دبجتها براعة ... العلامة المحدث المحقق الشريف سيدي عبدالله بن الصديق الغماري الحسني رحمه الله تعالى ونوّر مرقده، والذي أسعده بجواره في ٢٠ شعبان سنة ١٤١٣ هـ وقد استوفى المصنف بحثاً لم يسبق إليه، ولم ينسب بفضل الله عليه، وهو بحث الترك الذي لا يقترن بأمر أو نهي.

فإننا نجد جمهرة من المتشددين يستدلون بالترك على تحريم المتروك، وهي شهادة على نفي /

فما أسرع انهيار صرحها وتهاويه أمام الأدلة المذكورة في هذه الرسالة.

وإننا نلفت نظر القارىء الكريم إلى عدم التسرع بالحكم بالتحريم لمجرد الترك فإن في ذلك استحداثاً في الدين، وشهادة على النفي، وافتئاتاً على الشرع.

وقد أشار المصنف رحمه الله تعالى إلى مسألة الترك في كتابيه «اتقان الصنعة في تحقيق البدعة» وفي «الرد المحكم المتين على كتاب القول المبين» وكلاهما سارت بهما الركبان.

والله نسأل أن ينفع بها وبسائر مصنفاته وان يتغمده برحمته والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأولين والآخرين.

عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

تقديم

التــرك ليس بحجــة في شرعنا
لا يقتضي منعــاً ولا إيجابا
فمــن ابتغــى حظــراً بترك نبينا
ورآه حكماً صادقــاً وصوابا
قد ضل عن نهــج الأدلــة كلها
بــل أخطأ الحــكم الصــحيح وخابا
لا حظــر يمــكن إلا إن نهــى أتى
متــوعداً لمخــالفيه عــذابا
أو ذم فعــل مؤذنٌ بعقوبة
أو لفــظ تحــريم يواكب عابا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا سواء السبيل ، ووفقنا لمعرفة الحجة والدليل ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الأكرمين ، ورضي الله عن صحابته والتابعين .

أما بعد : فقد طلب مني تلميذنا الفاضل الأستاذ محمود سعيد أن أحرر رسالة في مسألة الشرك ، تزيل عن قارئها كل حيرة وشك ، وذكر أنه وجد في (إتقان الصنعة) إشارة إليها موجزة ، فأجبت طلبه وأسعفت رغبته ، وكتبت هذا المؤلف محرراً ليكون قارئه في ميدان الاستدلال على بصيرة من أمره ، ويعرف الدليل المقبول من غيره ، والله الموفق والهادي وعليه اعتمادي .

المقدمة

الأدلة التي احتج بها أئمة المسلمين جميعا هي :

الكتاب والسنة - لا خلاف بينهم في ذلك - وإنما اختلفوا في الإجماع والقياس ، فالجمهور احتج بهما وهو الراجح لوجوه مقررة في علم الأصول . وتوجد أدلة مختلف فيها بين الأئمة الأربعة ، هي الحديث المرسل ، وقول الصحابي ، وشرع من قبلنا ، والاستصحاب ، والاستحسان ، وعمل أهل المدينة والكلام عليها مبسوط في كتاب الاستدلال من جمع الجوامع للسبكي .

ما هو الحكم الشرعي؟

الحكم هو خطاب الله المتعلق بفعل المكلف ، وأنواعه خمسة :

(١) الواجب أو الفرض : وهو ما يثاب فاعله ويعاقب تاركه مثل الصلاة والزكاة وصوم رمضان وبر الوالدين .

(٢) الحرام : وهو ما يعاقب فاعله ويثاب تاركه ، مثل الربا والزنا والعقوق والخمر .

(٣) المندوب : وهو مايثاب فاعله ولا يعاقب تاركه ، مثل نوافل الصلاة .

(٤) المكروه : وهو ما يثاب تاركه ولا عقاب على فاعله ، مثل صلاة النافلة بعد صلاة الصبح أو العصر .

(٥) المباح أو الحلال : وهو ما ليس في فعله ولا تركه ثواب ولا عقاب مثل أكل الطيبات والتجارة . فهذه أنواع الحكم التي يدور عليها الفقه الاسلامي . ولا يجوز لمجتهد صحابياً كان أو غيره ان يصدر حكماً من هذه الأحكام إلا بدليل من الأدلة السابقة ، وهذا معلوم من الدين بالضرورة لا يحتاج الى بيان .

ما هو الترك؟

نقصد بالترك الذي ألفنا هذه الرسالة لبيانه :

أن يترك النبي ﷺ شيئاً لم يفعله أو يتركه السلف الصالح من غير أن يأتي حديث أو أثر بالنهي عن ذلك الشيء المتروك يقتضي تحريمه أو كراهته .

وقد أكثر الاستدلال به كثير من المتأخرين على تحريم أشياء او ذمها ، وأفرط في استعماله بعض المتنطعين المتزمتين . ورأيت ابن تيمية إستدل به واعتمده في مواضع سيأتي الكلام عليها بحول الله .

أنواع الترك

إذا ترك النبي ﷺ شيئاً فيحتمل وجوها غير التحريم :

(١) أن يكون تركه عادة : قدم إليه ﷺ ضب مشوي فمد يده الشريفة ليأكل منه فقيل : إنه ضب ، فأمسك عنه ، فسئل : حرام هو؟ فقال : لا ، ولكنه لم يكن بأرض قومي فأجدني أعافه !.. والحديث في الصحيحين وهو يدل على أمرين :

أحدهما : أن تركه للشيء ، ولو بعد الاقبال عليه لا يدل على تحريمه .

والآخر : أن استقذار الشيء ، لا يدل على تحريمه أيضاً .

(٢) أن يكون تركه نسياناً ، سها ﷺ في الصلاة فترك منها شيئاً فسئل : هل حدث في الصلاة شيء؟ فقال : «إنما أنا بشر أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني» .

(٣) أن يكون تركه مخافة أن يفرض على أمته ، كتركه صلاة التراويح حين اجتمع الصحابة ليصلوها معه .

(٤) أن يكون تركه لعدم تفكيره فيه ، ولم يخطر على باله . كان ﷺ يخطب الجمعة الى جذع نخلة ولم يفكر في عمل كرسي يقوم عليه ساعة الخطبة ، فلما اقترح عليه عمل منبر يخطب عليه وافق وأقره لأنه أبلغ في الاسماع . واقترح الصحابة ان يبنوا له دكة من طين يجلس عليها ليعرفه الوافد الغريب ، فوافقهم ولم يفكر فيها من قبل نفسه .

(٥) أن يكون تركه لدخوله في عموم آيات أو أحاديث ، كتركه

صلاة الضحى ، وكثيراً من المندوبات لأنها مشمولة لقول الله تعالى ﴿ وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ﴾ وأمثال ذلك كثيرة .

(٦) أن يكون تركه خشية تغير قلوب الصحابة أو بعضهم قال ﷺ لعائشة : «لولا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت ثم لبنيته على أساس ابراهيم عليه السلام فإن قريشاً استقصرت بناءه» وهو في الصحيحين . فترك ﷺ نقض البيت وإعادة بنائه حفظاً لقلوب أصحابه القريبي العهد بالاسلام من أهل مكة . . ويحتمل تركه ﷺ وجوهاً أخرى تعلم من تتبع كتب السنة . ولم يأت في حديث ولا أثر تصريح بأن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام .

الترك لا يدل على التحريم

قررت في كتاب (الرد المحكم المتين) أن ترك الشيء ، لا يدل على تحريمه ، وهذا نص ما ذكرته هناك :

والترك وحده إن لم يصحبه نص على أن المتروك محظور لا يكون حجة في ذلك بل غايته أن يفيد أن ترك ذلك الفعل مشروع . وإما أن ذلك الفعل المتروك يكون محظوراً فهذا لا يستفاد من الترك وحده ، وإنما يستفاد من دليل يدل عليه .

ثم وجدت الإمام أبا سعيد بن لب ذكر هذه القاعدة أيضاً ، فإنه قال في الرد على من كره الدعاء عقب الصلاة : غاية ما يستند إليه منكر الدعاء أدبار الصلوات أن إلتزامه على ذلك الوجه لم يكن

من عمل السلف ، وعلى تقدير صحة هذا النقل ، فالترك ليس بموجب لحكم في ذلك المتروك إلا جواز الترك وانتفاء الحرج فيه ، وأما تحريم أو لصوق كراهية بالمتروك فلا ، ولا سيما فيما له أصل كلي متقرر من الشرع كالدعاء .

وفي (المحلى) ج : ٢ ص : ٢٥٤ ذكر ابن حزم احتجاج المالكية والحنفية على كراهية صلاة ركعتين قبل المغرب بقول ابراهيم النخعي أن أبا بكر وعمر وعثمان كانوا لا يصلونها . ورد عليهم بقوله : لو صح لما كانت فيه حجة ، لأنه ليس فيه أنهم رضي الله عنهم نهوا عنهما .

قال أيضاً : وذكروا عن ابن عمر أنه قال : ما رأيت أحداً يصليهما . ورد عليه بقوله : وأيضاً فليس في هذا لو صح نهى عنهما ، ونحن لا ننكر ترك التطوع ما لم ينه عنه .

وقال أيضاً في (المحلى) ج ٢ ص ٢٧١ في الكلام على ركعتين بعد العصر : وأما حديث علي ، فلا حجة فيه أصلاً ، لأنه ليس فيه إلا إخباره بما علم من أنه لم ير رسول الله ﷺ صلاهما ، وليس في هذا نهي عنهما ولا كراهة لهما ، فما صام عليه السلام قط شهراً كاملاً غير رمضان وليس هذا بموجب كراهية صوم شهر كامل تطوعاً . اهـ . فهذه نصوص صريحة في أن الترك لا يفيد كراهة فضلاً عن الحرمة .

وقد أنكر بعض المتنطعين هذه القاعدة ونفى أن تكون من علم

الأصول فدل بانكاره على جهل عريض ، وعقل مريض .

وها أنذا أبين أدلتها في الوجوه الآتية :

أحدها : إن الذي يدل على التحريم ثلاثة أشياء :

(١) النهي ، نحو « ولا تقربوا الزنا. ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل » .

(٢) لفظ التحريم ، نحو « حرمت عليكم الميتة » . . .

(٣) ذم الفعل أو التوعد عليه بالعقاب ، نحو « من غش فليس منا » . والترك ليس واحداً من هذه الثلاثة ، فلا يقتضي التحريم .

ثانيها : إن الله تعالى قال : ﴿ **وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا** ﴾ ولم يقل : وما تركه فانتهوا عنه ، فالترك لا يفيد التحريم .

ثالثها : قال النبي ﷺ : « **ما أمرتكم به فائتوا منه ما استطعتم وما نهيتكم عنه فاجتنبوه** » ولم يقل : وما تركته فاجتنبوه . فكيف دل الترك على التحريم؟

رابعها : أن الأصوليين عرفوا السنة بأنها قول النبي ﷺ وفعله وتقريره ولم يقولوا : وتركه ، لأنه ليس بدليل .

خامسها : تقدم أن الحكم خطاب الله ، وذكر الأصوليين : أن

الذي يدل عليه قرآن او سنة أو إجماع أو قياس ، والترك ليس واحداً منها فلا يكون دليلاً .

سادسها : تقدم أن الترك يحتمل أنواعاً غير التحريم ، والقاعدة الأصولية أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال ، بل سبق أيضاً أنه لم يرد أن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام ، وهذا وحده كاف في بطلان الاستدلال به .

سابعها : أن الترك أصل لأنه عدم فعل ، والعدم هو الأصل والفعل طارىء والأصل لا يدل على شيء لغة ولا شرعاً ، فلا يقتضي الترك تحريماً .

اقوال غير محررة

قال ابن السمعاني : إذا ترك الرسول ﷺ شيئاً وجب علينا متابعته فيه ، واستدل بأن الصحابة حين رأوا النبي ﷺ أمسك يده من الضب توقفوا وسألوه عنه . .

قلت : لكن جوابه ﷺ بأنه ليس بحرام - كما سبق - يدل على أن تركه لا يقتضي التحريم . فلا حجة له في الحديث ، بل الحجة فيه عليه .

وسبق أن الترك يحتمل أنواعاً من الوجوه ، فكيف تجب متابعته في أمر محتمل لأن يكون عادة أو سهواً أو غير ذلك مما تقدم ؟!

سئل عمن يزور القبور ويستنجد بالمقبور ، في مرض به بفرسه أو بعيره ويطلب إزالة الذي بهم أو نحو ذلك ؟

فأجاب بجواب مطول وكان مما جاء فيه قوله :

ولم يفعل هذا أحد من الصحابة والتابعين ولا أمر به أحد من الأئمة ، يعني أنهم لم يسألوا الدعاء من النبي ﷺ بعد وفاته كما كانوا يسألونه في حالة حياته .

وقلت في الرد عليه : وأنت خبير بأن هذا لا يصح دليلاً لما يدعيه وذلك لوجوه :

أحدها : أن عدم فعل الصحابة لذلك يحتمل أن يكون أمراً إتفاقياً ، أي اتفق أنهم لم يطلبوا الدعاء منه بعد وفاته . ويحتمل أن يكون ذلك عندهم غير جائز ، أو يكون جائزاً وغيره أفضل منه فتركوه الى الأفضل . . . ويحتمل غير ذلك من الاحتمالات والقاعدة أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال انتهى المراد منه

قلت : ويؤيد أنهم لم يتركوه لعدم جوازه أن بلال بن الحارث المزني الصحابي ذهب عام الرمادة الى القبر النبوي وقال : (يا رسول الله استسق لأمتك) فأتاه في المنام وقال له : «اذهب الى عمر وأخبره أنكم مسقون وقل له: عليك الكيس الكيس» فأخبر عمر فبكى وقال : (اللهم ما آلو إلا ما عجزت عنه) ولم يعنفه على ما فعل ، ولو كان غير جائز عندهم لعنفه عمر .

حديث صحيح لا يرد قولنا

قال البخاري في صحيحه:

(باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ) وروى فيه عن ابن عمر قال: اتخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب. فقال: إني اتخذت خاتماً من ذهب). فنبذه وقال: (إني لن ألبسه أبداً) فنبذ الناس خواتيمهم. قال الحافظ: اقتصر على هذا المثال لاشتماله على تأسيهم به في الفعل والترك.

قلت: في تعبيره بالترك تجوز، لأن النبذ فعل، فهم تأسوا به في الفعل، والترك ناشىء عنه.

وكذلك لما خلع نعله في الصلاة، وخلع الناس نعالهم، تأسوا به في خلع النعل، وهو فعل نتيجته الترك.

وليس هذا محل بحثنا كما هو ظاهر.

وأيضاً فإننا لا ننكر اتباعه ﷺ في كل ما يصدر عنه، بل نرى فيه الفوز والسعادة لكن ما لم يفعله كالاحتفال بالمولد النبوي وليلة المعراج، لا نقول إنه حرام، لأنه افتراء على الله، إذ الترك لا يقتضي التحريم.

وكذلك ترك السلف لشيء ـ أي عدم فعلهم له ـ لا يدل على أنه محظور. قال الامام الشافعي: (كل ما له مستند من الشرع فليس ببدعة ولو لم يعمل به السلف). لأن تركهم للعمل به قد

يكون لعذر قام لهم في الوقت ، أو لما هو أفضل منه أو لعله لم يبلغ جيعهم علم به .

ماذا يقتضي الترك؟

بيّنا فيما سبق أن الترك لا يقتضي تحريماً ، وإنما يقتضي جواز المتروك ، وهذا المعنى أورده العلماء في كتب الحديث . فروى أبو داود والنسائي عن جابر رضي الله عنه قال : (كان آخر الأمرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما غيرت النـــار) .

أوردوه تحت ترجمة : (ترك الوضوء مما مست النار) والاستدلال به في هذا المعنى واضح ، لأنه لو كان الوضوء مما طبخ بالنار واجباً ما تركه النبي ﷺ وحيث تركه دل على أنه غير واجب .

قال الإمام أبو عبد الله التلمساني في مفتاح الوصول : (ويلحق بالفعل في الدلالة ، الترك . فإنه كما يستدل بفعله ﷺ على عدم التحريم يستدل بتركه على عدم الوجوب . وهذا كاحتجاج أصحابنا على عدم وجوب الوضوء مما مست النار به) .

روى أنه ﷺ أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ ، وكاحتجاجهم على أن الحجامة لا تنقض الوضوء ، بما روى أنه ﷺ احتجم ولم يتوضأ وصلى . أنظر مفتاح الوصول ص : ٩٣ طبعة مكتبة الخانجي ومن هنا نشأت القاعدة الأصولية : جائز الترك ليس بواجب .

قسم العلماء ترك النبي ﷺ لشيء ما ، على نوعين : نوع لم يوجد ما يقتضيه في عهده ثم حدث له مقتض بعده ﷺ . فهذا جائز على الأصل .

وقسم تركه النبي ﷺ مع وجود المقتضي لفعله في عهده ، وهذا الترك يقتضي منع المتروك ، لأنه لو كان فيه مصلحة شرعية لفعله النبي ﷺ ، فحيث لم يفعله دل على انه لا يجوز .

ومثل ابن تيمية لذلك بالأذان لصلاة العيدين الذي أحدثه بعض الأمراء وقال في تقريره : فمثل هذا الفعل تركه النبي ﷺ مع وجود ما يعتقد مقتضياً له مما يمكن أن يستدل به من ابتدعه ، لكونه ذكر الله ودعاء للخلق الى عبادة الله وبالقياس على آذان الجمعة ،

فلما أمر الرسول ﷺ بالأذان للجمعة ، وصلى العيدين بلا أذان ولا إقامة ، دل تركه على أن ترك الأذان هو السنة ، فليس لأحد أن يزيد في ذلك . . . إلخ كلامه .

وذهب الى هذا أيضاً الشاطبي وابن حجر الهيثمي وغيرهما ، وقد اشتبهت عليهم هذه المسألة بمسألة السكوت في مقام البيان . صحيح أن الأذان في العيدين بدعة غير مشروعة ، لا لأن النبي ﷺ تركه ولكن لأنه ﷺ بيّن في الحديث ما يعمل في العيدين ولم يذكر الأذان ، فدل سكوته على أنه غير مشروع .

والقاعدة : أن السكوت في مقام البيان يفيد الحصر .

وإلى هذه القاعدة تشير الأحاديث التي نهت عن السؤال ساعة البيان .

روى البزار عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : «ما أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئاً ثم تلا ﴿وما كان ربك نسياً﴾» .

قال البزار : إسناده صالح ، وصححه الحاكم .

وروى الدارقطني عن أبي ثعلبة الخشني عن رسول الله ﷺ قال : «إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها، وحد حدوداً فلا تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها، وسكت عن أشياء رحمة بكم من غير نسيان فلا تبحثوا عنها» .

في هذين الحديثين إشارة واضحة الى القاعدة المذكورة . وهي غير الترك الذي هو محل بحثنا في هذه الرسالة ، فخلط إحداهما بالأخرى مما لا ينبغي .

ولذا بينت الفرق بينهما حتى لا يشتبها على أحد . وهذه فائدة لا توجد إلا في هذه الرسالة والحمد لله .

* * *

تتميم

قال عبد الله بن المبارك : أخبرنا سلام بن أبي مطيع عن ابن أبي دخيلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر فقال : (نهى رسول الله ﷺ عن الزبيب والتمر يعني أن يخلطا).

فقال لي رجل من خلفي ما قال ؟ فقلت : (حرم رسول الله ﷺ التمر والزبيب). فقال عبد الله بن عمر : (كذبت)! فقلت : (ألم تقل نهى رسول الله ﷺ عنه ؟ فهو حرام) فقال : (أنت تشهد بذلك)؟ قال سلام كأنه يقول : ما نهى النبي ﷺ فهو أدب .

قلت : أنظر الى ابن عمر - وهو من فقهاء الصحابة - كذب الذي فسر نهى بلفظ حرم ، وإن كان النهي يفيد التحريم . لكن ليس صريحاً فيه بل يفيد الكراهة أيضاً وهي المراد بقول سلام : فهو أدب . ومعنى كلام ابن عمر : ان المسلم لا يجوز له أن يتجرأ على الحكم بالتحريم إلا بدليل صريح من الكتاب أو السنة ، وعلى هذا درج الصحابة والتابعون والأئمة .

قال إبراهيم النخعي وهو تابعي : كانوا يكرهون أشياء لا يحرمونها . وكذلك كان مالك والشافعي وأحمد كانوا يتوقون إطلاق لفظ الحرام على ما لم يتيقن تحريمه لنوع شبهة فيه ، أو اختلاف أو نحو ذلك ، بل كان أحدهم يقول أكره كذا ، لا يزيد على ذلك .

ويقول الامام الشافعي تارة : أخشى أن يكون حراماً ، ولا

يجزم بالتحريم يخاف أحدهم إذا جزم بالتحريم أن يشمله قول الله تعالى : ﴿ ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ﴾ .

. فما لهؤلاء المتزمتين اليوم يجزمون بتحريم أشياء مع المبالغة في ذمها بلا دليل إلا دعواهم أن النبي ﷺ لم يفعلها ، وهذا لا يفيد تحريماً ولا كراهة ، فهم داخلون في عموم الآية المذكورة .

نماذج من الترك

هذه نماذج لأشياء لم يفعلها النبي ﷺ :

(١) الاحتفال بالمولد النبوي .

(٢) الاحتفال بليلة المعراج .

(٣) إحياء ليلة النصف من شعبان .

(٤) تشييع الجنازة بالذكر .

(٥) قراءة القرآن على الميت في الدار .

(٦) قراءة القرآن عليه في القبر قبل الدفن وبعده .

(٧) صلاة التراويح أكثر من ثمان ركعات .

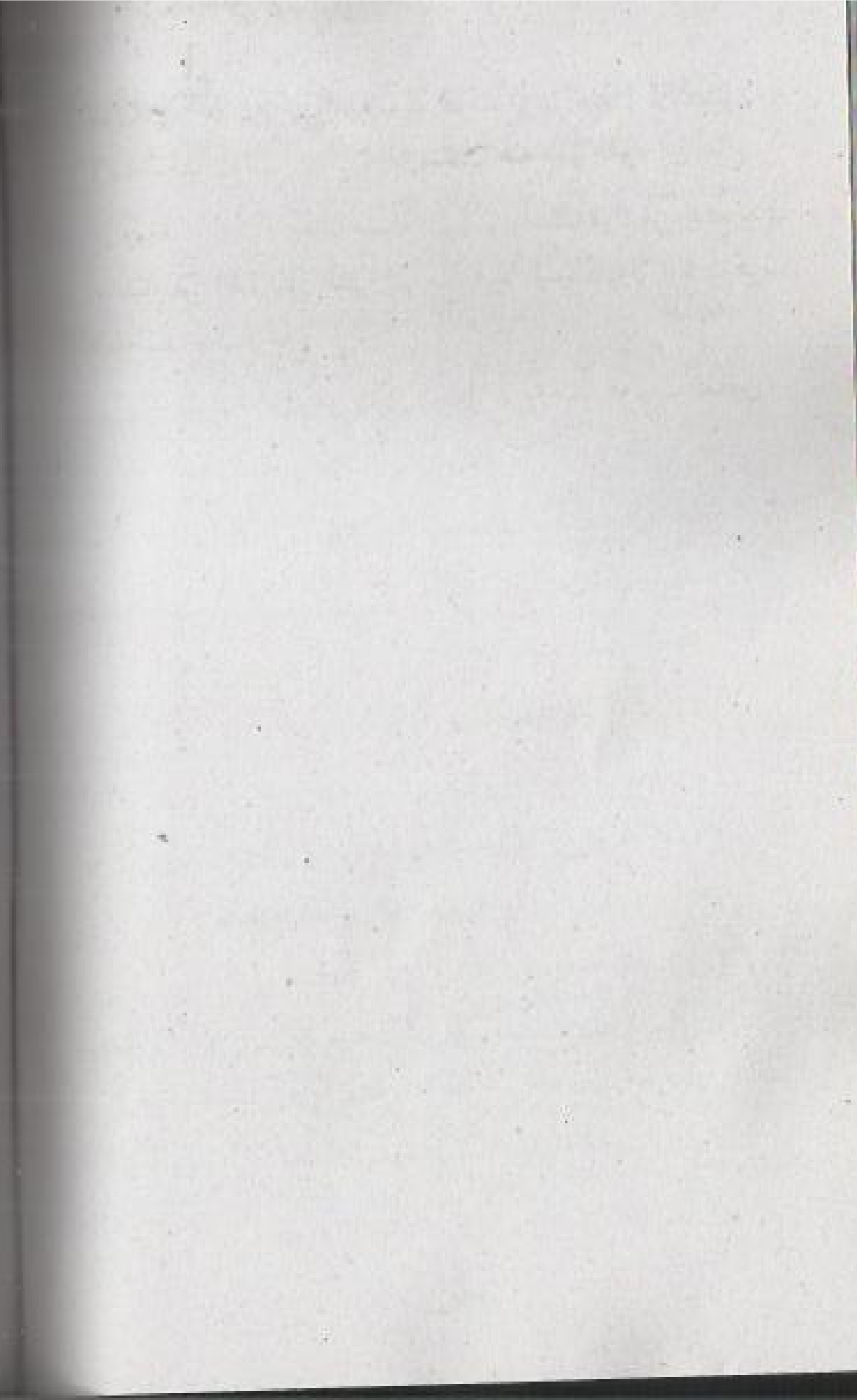
فمن حرّم هذه الأشياء ونحوها بدعوى أن النبي ﷺ لم يفعلها قائل عليه قول الله تعالى ﴿ آلله أذن لكم أم على الله تفترون ﴾ .

لا يقال : وإباحة هذه الأشياء ونحوها داخلة في عموم الآية لأنا

نقول : ما لم يرد نهي عنه يفيد تحريمه أو كراهته ، فالأصل فيه الإباحة لقول النبي ﷺ : «**وما سكت عنه فهو عفو**» أي مباح .

وبعد : فقد أوضحنا مسألة الترك ، وأبطلنا قول من يحتج به بما بديناه من الدلائل التي لم تدع قولاً لمنصف ولا تركت هرباً لصاحب جدل ولجاج .

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ، والحمد لله رب العالمين .



نعلین مصطفیٰ ﷺ کا چور کب گرفتار ہو گا؟؟؟

آثارِ رسول ﷺ کی عظمتیں

از افادات

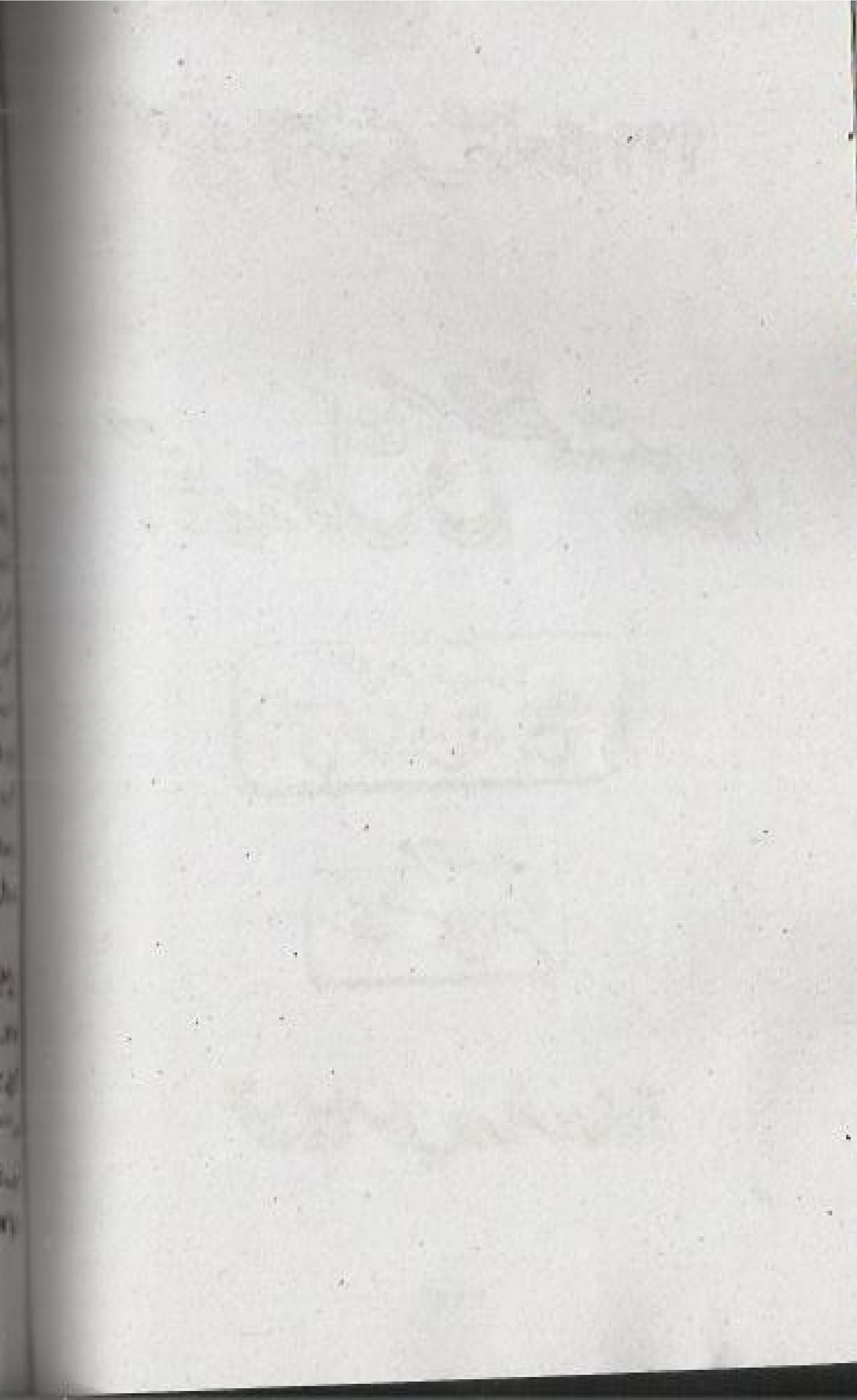
محقق العصر حضرت علامہ

مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

مرتبہ

منظور حسین اختر

تحفظ ناموس رسالت محاذ



لسان العرب میں ابن منظور نے لفظ "النبی" کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ النبی: المرتفع اور المرتفع۔
ہوتا ہے جو خود بھی بلند رتبے والا ہو اور جس کو چاہے اسے بلند رتبہ عطا کرنے والا بھی ہو۔ یعنی جس چیز کو نبی سے نسبت
ہو جائے وہ بھی بلند مرتبت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو آقا حضور ﷺ سے گہری نسبت ہونے کی بدولت
عطا ہوا کہ کروڑوں ولی، قطب، غوث، ابدال اکٹھے ہو جائیں کسی ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے بلکہ حضور ﷺ
"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرو تو تم صحابہ کے ایک مد یا
آدھا صدقہ کے ثواب کو بھی نہ پا سکو گے۔ (بخاری و مسلم) یہ ساری عظمتیں نسبت مصطفےٰ ﷺ کی مرہون منت
یہ نسبت کا فیضان ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب! میں تو مکہ کی بھی قسم اسی لئے کھاتا ہوں کہ تو اس میں تشریف فرما
ہو (والد) یہی نہیں اللہ کریم نے کسی چہرے کی قسم نہیں کھائی۔ اور اگر کھائی ہے تو "رخ والضحیٰ" کی۔ کسی حسین سے حسین
قسم نہیں اٹھائی، اگر قسم اٹھائی ہے تو "واللیل اذا سجی" کی۔ کسی کے انداز تکلم نے اللہ کریم کو نہیں لبھایا، لیکن اس بے
نے "وقیلہ" فرما کر محبوب کی گفتار کی بھی قسم اٹھائی اور زمانے سارے ہی اللہ کریم نے پیدا فرمائے، آدم علیہ السلام سے
لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام زمانوں کی خالق وہی ذات کریم ہے لیکن اس نے کسی زمانے کی قسم نہیں اٹھائی، ہاں
بلکہ "والعصر" کہہ کر محبوب ﷺ کے زمانے کی قسم اٹھائی۔ اس خالق کائنات کے سامنے کتنی عظیم شخصیات نے
گزاریں۔ تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء سب کی عمریں گزریں، لیکن خدا نے "لعمرک" فرما کر واضح کیا کہ جس عمر مبارک کو
سے نسبت ہے وہ عمر بھی ہمیں پیاری ہے۔ گویا ہر وہ شے جسے محبوب کریم سے نسبت ہو وہ رب کریم کو بھی پیاری ہے اور
اس کو ماننے والے مسلمانوں کو بھی پیاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والے تبرکات
ان میں محفوظ ہے اور عاشقان مصطفےٰ ﷺ ان تبرکات کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ اور یہ تو سب پر عیاں ہے کہ صحابہ
آقا حضور ﷺ کے بال مبارک، لعاب مبارک، خون مبارک، حتیٰ کہ بول مبارک کی عظمت جانتے تھے اور انہیں جان
سے عزیز رکھتے۔ آئندہ صفحات میں یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح صحابہ کرام نے تبرکات نبوی کی حفاظت کی اور وقت
بھی ان کے متعلق وصیتیں فرمائیں اور ہمیں یہ عقیدہ دیا کہ "اگر بگڑی بنے گی تو انہی تبرکات کی وجہ سے بنے گی۔"
حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات شریف میں نعلین شریف کا ایک ممتاز مقام ہے۔ اور جنھوں نے حضور ﷺ
سے محبت کی ان میں سے سرفہرست حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اسماء ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
ہی "صاحب نعلین مصطفےٰ ﷺ" ہے، کہ جب بھی حضور ﷺ نعلین شریف اتارتے آپؓ انہیں جلدی سے اٹھا کر
بغل میں دبا لیتے اور ان کی حفاظت فرماتے اور اس محبت اور حفاظت کا انعام اللہ کریم نے انہیں یوں دیا کہ انہیں "حبر الامۃ"
عالم امت" کا لقب عطا ہو گیا اور حضور ﷺ نے قرآن سیکھنے کے متعلق جن چار صحابہ کے نام ارشاد فرمائے ان میں سے
ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی ہے۔ گویا نعلین کی حفاظت کا انعام، علم کی صورت میں ملا اور وہ بھی قرآن کا علم۔ اور یہ تو
دنیا کا انعام تھا نہ جانے آخرت میں کیا بلند رتبہ ملا ہو گا۔

31 جولائی 2002 پاکستانی تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب بادشاہی مسجد میں زیارت کے لئے رکھے گئے نعلین

مصطفیٰ ﷺ کا ایک حصہ چوری ہو گیا (ایک نعل مقدس)۔ اور اس سے آگے کیا لکھیں کہ دل غم سے پھٹا جا رہا ہے۔ ہاتھ
قابو سے باہر ہو رہے ہیں، آنکھیں خون برسا رہی ہیں، دماغ صدمے سے نڈھال ہو رہا ہے۔ اگر قلم کی زبان ہوتی تو
"چوری" کا لفظ لکھتے ہوئے چیخ اٹھتا۔ یہ داستان غم سیاہی کی بجائے آنسوؤں سے رقم ہوتی۔ ان صفحات پر ٹکڑوں کی صورت
دل بکھرا ہوا نظر آتا۔ ہاں ہاں!!! ہر شے نوحہ کناں ہے۔ ہر دل مغموم ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر دماغ پریشان ہے۔
ہماری متاع چھن گئی۔ ہماری دولت لٹ گئی۔ ہماری ثروت کھو گئی۔ گویا ہم آسمان سے زمین پر پٹخے گئے۔ گویا ہماری خوشیاں غم
میں بدل گئیں۔ ہمارا سب کچھ ہی تو لٹ گیا۔ یہ اونچی اونچی بلڈنگیں، یہ سر سبز باغات، یہ شیشے جیسی شاہراہیں، یہ خوبصورت محلات
سب کسی کام کے نہیں۔ اگر ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کے نعلین نہیں۔ ہاں ہاں خدا کی قسم!!! ہم سب کچھ،
گھر لٹانے کو تیار ہیں۔ ہم اولاد قربان کرنے کو تیار ہیں۔ "فداک ابی و امی یا رسول اللہ ﷺ" ہم حضور
کے نعلین شریف پر ماں باپ بھی قربان کرتے ہیں۔ خدارا!! ہم سے سب کچھ لے لو۔ مگر ہمیں ہمارے پیارے ﷺ کے نعلین
واپس کر دو۔ کہ ان کے سوا ہمارا ہے ہی کیا؟ صاحبو! کبھی محبت بھی بیچی جاتی ہے؟ کبھی پیار بھی فروخت کیا جاتا ہے؟ کبھی وفا
بھی سر بازار بکتی نظر آتی ہے؟ نہیں نہیں۔ ایک محب کے پاس سوائے محبوب کی یاد کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟ وہ تو زندگی اسی کے
سہارے پر گزارتا ہے۔ وہ تو رات کی تنہائیاں، ذکر محبوب کی انجمن میں گزارتا ہے۔ ایک محب کیسے برداشت کرے کہ محبوب
سے منسوب کوئی شے دور ہو جائے۔ وہ تو اسے دیکھ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔

نعلین پاک کے متعلق ہی تو مولانا حسن رضا خان بریلوی" نے فرمایا تھا کہ

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں!

گویا آج ہمارے سر سے ہمارا تاج اتر گیا۔ ہماری تاجداری ختم ہو گئی۔ ہم کیوں نہ روئیں؟ ہمارا جگر کیوں نہ
پھٹے؟ ہم یہ کیسے برداشت کریں؟؟؟ ہاں ہاں! یہ کوئی معمولی شے نہیں۔ یہ تو نعلین مصطفیٰ ﷺ تھے۔ جن کو اٹھا کر حضرت عبد
اللہ بن مسعود جیسے صاحب علم فخر کرتے تھے، ان کی حفاظت کرتے تھے، گویا نعلین شریف کی حفاظت حضرت عبداللہ بن مسعود کی
سنت ہے۔ یا خدا! ہماری غلطیوں کو معاف فرما دے، تیرے محبوب کے نعلین کی حفاظت میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی۔ مولا ہمیں
معاف فرما دے۔ ہمیں علم ہوتا تو اس کے گرد پہرہ دیتے۔ دن رات سینے سے لگائے رکھتے۔ مگر مگر۔ ہمیں کب علم تھا ہم تو
حکومت پر مطمئن تھے۔ مولا! ہماری متاع ہمیں واپس کر دے۔ ہمیں محبوب کی یاد سے محروم نہ کر۔ اے رب قدیر! تو تو
علیم بذات الصدور ہے۔ ہم کمزور ناتواں ہیں۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ یا مولا کریم!۔

زیر نظر صفحات میں صحابہ و آئمہ امت کے حوالے سے تبرکات نبوی ﷺ اور خصوصاً نعلین شریف کے متعلق
روایات نقل کی گئی ہیں تا کہ ہم پر تبرکات شریفہ اور نعلین مقدسہ کی فضیلت واضح ہو۔

ڈاکٹر منظور حسین اختر

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی نسبتِ مصطفےٰ ﷺ سے محبت:۔

مجھے انہیں ہاتھوں سے غسل دینا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے جب حضرت ابو بکرؓ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے مجھے بلایا۔ اور یہ وصیت
[کی کہ] مجھے اپنے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن سے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا

مجھے محبوبِ خدا کے پہلو میں دفن کرنا:

ابن سعید حضرت عروہ اور قاسم بن محمدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وصال کے وقت آپ نے اپنی بیٹی ام المومنین
[سیدہ عائشہ] صدیقہؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کی قبر اس طرح
[بنائی] گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کاندھے مبارک کے برابر تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے
[اپنی بیٹی] ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو یہ وصیت فرمائی مجھے آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہوا تو ان کی قبر
[اس طرح] بنائی گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کاندھے کے برابر تھا (تاریخ الخلفاء ۸۵)

حضرت علیؓ کی تبرکات مصطفےٰ ﷺ سے محبت:۔

میرے کفن و جسم کو یہ خوشبو لگانا:۔

حضرت ابو وائل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوشبو تھی فرمایا اس
[کے] ساتھ کفن کو معطر کیا جائے اور ساتھ فرمایا یہ حضور ﷺ کے کفن کو لگائی گئی خوشبو سے بچی ہوئی ہے۔ (المستدرک ۱: ۵۱۵)'
حافظ ابن اثیر نے یہی وصیت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔
حضرت علیؓ کے پاس حنوط رسول ﷺ سے بچی ہوئی خوشبو تھی وصیت کرتے ہوئے فرمایا میرے کفن کو یہی خوشبو
[لگائی] جائے۔

امام بدر الدین عینی نے میت کو خوشبو لگانے پر دلائل دیتے ہوئے اس وصیت کا ذکر بھی کیا ہے۔ ''حضرت علیؓ نے
[خوش]بو لگانے کی وصیت کی اور فرمایا یہ خوشبو رسول اللہ ﷺ سے بچی ہوئی ہے یہی مجھے لگائی جائے۔

اس وصیت کی تفصیل شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ یوں فرماتے ہیں

''منقول ہے کہ غسل کے وقت پانی کے قطرات آپ ﷺ کی پلکوں اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علی
[نے] منہ لگا کر انہیں چوس لیا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری قوتِ حفظ اور کثرتِ علم اسی پانی کی برکت سے ہے۔ جب غسل مکمل ہو
[گیا] تو آپ ﷺ کے اعضاء سجود پر خوشبو لگائی تین بار کفن کو دھونی دی گئی اس کے بعد جسدِ اطہر کو چارپائی پر رکھا گیا یہ بھی
منقول ہے کہ اس خوشبو کا کچھ حصہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کے سپرد کرتے ہوئے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو میں سے
[بچ]ا ہے اسے محفوظ کر لو اور میرے کفن کو اسی خوشبو سے معطر کرنا۔

...رت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تبرکات نبوی سے محبت

آپ نے وصال کے وقت دوسری وصیتوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا "یہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک ...
اس مبارک کرتے کو میرے سینے پر رکھ کر مجھے دفن کرنا شاید میں اس کی برکت سے عذاب قبر سے نجات پا ...
اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰:۳۳۳)

نوٹ فرمائیں! حضرت عائشہ صدیقہ بھی ہمیں یہ عقیدہ دیتی ہیں کہ پگڑی ہمیشہ حضور ﷺ کی ...
نبی ہے۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تبرکات نبوی سے محبت

محمد بن ابراہیم التیمی آپ کے مرض وصال کے احوال میں بیان کرتے ہیں" آپ نے وصیت فرمائی ...
اللہ ﷺ والی چارپائی پر لے جانا اور اس پر پالکی کی شکل بنالینا۔'' (ابن سعد ۸:۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آثار رسول ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان درختوں کو ہمیشہ پانی دیا کرتے تھے جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ ان کے ...
جہاں ﷺ تشریف فرما ہوئے پوچھنے پر بیان کرتے یہ اس لئے کرتا ہوں تا کہ میرے آقا ﷺ کی یادیں تروتازہ ...
"صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کیکر کے درخت کی زیارت کے لئے جاتے جس ...
رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اس کے نیچے بیٹھتے اور پانی دیتے کہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے۔'' کنز العمال میں ابن ...
کے حوالے سے حضرت نافع سے یہ الفاظ مروی ہیں '' حضرت ابن عمرؓ ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں جہاں آپ
ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ یہاں تک کہ آپ اس درخت کے پاس ہمیشہ جاتے جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ تشریف ...
ہوئے تھے اور اسے پانی دیتے تا کہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے۔'' (کنز العمال ۱۳:۴۶۸، سیر اعلام: ۳:۲۱۳)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے اپنے معمو...
زندگی کی عجیب کیفیت تھی۔ حضرت عمرو بن دینار کا بیان ہے مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا'' میں نے وصال حبیب ...
کے بعد نہ کوئی تعمیر کی ہے اور نہ ہی کوئی کھجور کا درخت لگایا ہے۔ ''یعنی ہجر محبوب میں اپنے پودے لگانے تو ترک کر دیئے مگر ...
کے تبرکات کو تروتازہ رکھنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ کی آثار شریفہ سے محبت:

حضرت انسؓ کے شاگرد حضرت ثابتؓ البنانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں
نے مجھے یہ وصیت کی اے ثابت! یہ میرے آقا ﷺ کے مقدس بال لے لو جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے

... چنانچہ انا صاحب بن سیرا ... کے لئے آپ ... ﷺ کا بال مبارک ہے
... ت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا میں نے آپ کی وصیت کے مطابق وہ بال آپ کی زبان کے
... اور آپ کو اس حال میں دفن کیا گیا کہ بال آپ کی زبان کے نیچے تھا۔" (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۱:۱۷)

پسینۂ محبوب سے کفن کو معطر کرنا:

امام محمد بن عبد اللہ انصاری اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ثمامہ نے حضرت انسؓ سے بیان ... میری والدہ حضرت ام سلیم آپ ﷺ کا بچھونا بچھاتی آپ ﷺ اس پر قیلولہ فرماتے جب آپ ﷺ سو جاتے تو وہ ... ﷺ کا پسینہ اور بال مبارک ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں۔ جب حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا تو وصیت کی ... کفن کو حضور ﷺ کے محفوظ پسینہ سے خوشبو لگائی جائے لہٰذا ان کی وصیت کے مطابق پسینہ مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر ... لگایا گیا۔ (البخاری۔ کتاب الاستیذان، المسلم۔ باب طیب عرق النبی التبرک بہ) طبقات میں روایت کے الفاظ یہ ہیں ... نے ہم کفن کو اس خوشبو سے معطر کرنا جس میں آپ ﷺ کا مبارک پسینہ اور بال شریف ہیں۔" (ابن سعد ۷:۲۵)

امام محمد بن سیرین تابعیؒ اور تبرک نبوی ﷺ سے محبت:

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے بھی حضرت انسؓ کی والدہ سے مبارک پسینہ کا عظیم تحفہ حاصل کیا۔" میں ... حضرت ام سلیمؓ سے وہ خوشبو مانگ لی انھوں نے مجھے اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔ اسی طرح حضرت ایوب کا بیان ہے کہ ... نے مبارک پسینہ امام محمد بن سیرین سے حاصل کیا۔" میں نے وہ پسینہ امام محمد بن سیرین سے طلب کیا تو انھوں نے مجھے ... عطا فرمایا جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔"

معلوم ہوا تبرکات نبوی کو حاصل کرنا اور پھر ان کی حفاظت کرنا شروع سے ہی سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

کفن بھی اسی مبارک پسینہ سے معطر ہوا:

فرماتے ہیں" جب امام محمد بن سیرین کا وصال ہوا تو ان کے کفن کو اسی پسینہ مبارک سے معطر کیا گیا۔" (سیر اعلام ... ۳۰۷:۴) ابن سعد میں ہے امام ابن سیرین میت کو اسی سے خوشبو لگانا پسند کرتے۔" امام محمد بن سیرین یہ پسند کرتے کہ ... ت کو اس مبارک پسینہ سے معطر کیا جائے۔" (الطبقات ۴۲۸:۴)

حضور علیہ السلام کی چھڑی مبارک میرے ساتھ دفن کرنا:

سنن بیہقی اور ابن عساکر میں امام محمد بن سیرین سے حضرت انس بن مالکؓ کے بارے میں مروی ہے" ان کے ... ان رسول اللہ ﷺ کی مبارک چھڑی تھی جو ان کے ساتھ ان کے پہلو اور قمیض کفن کے درمیان دفن کی گئی۔" (کنز العمال، ۲۸۹:۱۳)

حافظ ابن اثیر آپؓ کے احوال میں تحریر کرتے ہیں" ان کے پاس حضور ﷺ کی مبارک چھڑی تھی وصال کے

...آپ کے بالوں کو میرے منہ اور ناک پر رکھ دینا۔'' (اسد الغابہ ۱۵۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو کہنے لگے کہ میں مروہ
صفا کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے بال مبارک کٹوانے کا ارادہ فرمایا'' میں نے تینچی لے
کر آپ کے بال بنائے اور مبارک بال حاصل کر لئے جب میں فوت ہو جاؤں تو ان بالوں کو میرے منہ اور ناک پر رکھ دینا۔''
تاریخ ابن عساکر ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان)

ناخن مبارک مصطفوی ﷺ اور حضرت معاویہؓ کی آنکھیں:

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے آپ ﷺ کے مبارک ناخنوں کے تراشے پاس رکھے ہوئے تھے ان کے بارے
میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا'' ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ناخن اور بال کاٹے میں نے انھیں جمع کر لیا۔ جب میں فوت
ہو جاؤں تو انھیں میرے منہ اور ناک پر رکھ دینا۔ میں نے ایک شیشی میں آپ کے ناخن آج کے لئے محفوظ کیے تھے میری موت
کے بعد انھیں میری آنکھوں پر رکھ دینا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ اسلام
۲_۳۹۳)

توجہ فرمایئے! حضرت معاویہؓ بھی ہمیں یہ عقیدہ دے رہے ہیں کہ تبرکات نبوی ﷺ کی بدولت اللہ کا رحم
ہوتا ہے۔

ناخن پیس کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنادینا:

امام شمس الدین محمد بن عثمان الذہبی نے آپ کی وصیت یوں بیان کی ہے'' میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کروا رہا
تھا۔ آپ ﷺ نے قمیص مبارک اتار کر مجھے پہنا دیا۔ میں نے وہ قمیص اور آپ ﷺ کے ناخن مبارک محفوظ کر لئے
جب میں فوت ہو جاؤں قمیص مبارک کو میرے جسم پر رکھ دینا اور ناخن مبارک کو پیس کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنا دینا امید
ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (سیر اعلام النبلا ۳: ۱۶۰)

ناخن مبارک رکھ کر مجھے سپرد خدا کر دینا

امام نووی نے آپ کی یہی وصیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔'' ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ناخن مبارک
تھے انھوں نے یہ وصیت کی انھیں پیس کر میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دینا اور کہا ایسا کر کے مجھے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے
کے سپرد کر دینا۔'' (تہذیب الاسماء واللغات ۲: ۱۰۲)

تبرک نبوی ﷺ مرنے کے بعد بھی جدا نہ ہو:

حضرت امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے بیان کیا کہ'' میں سرور عالم

[illegible] خدمت اقدس میں حاضر تھا آپ ﷺ حاجت کے لئے تشریف لے گئے میں پانی کا کوزہ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ
[illegible] اپنے جسد اقدس کا ایک کپڑا مجھے پہنا دیا میں نے اس کپڑے کو آج کے دن کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔"
امام نووی نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو "انھوں نے وصیت
[illegible] ہوئے کہا مجھے اس قمیص میں کفن دینا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنائی تھی اور اسے میرے جسم سے ملا کر رکھنا۔ (
[illegible] الاسماء ۲: ۱۰۳)
امام ابن عبد البر نے وصیت کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ "اس قمیص کو میرے کفن کے نیچے جسم سے متصل کر کے رکھنا
[illegible] نفع مند چیز ہے تو یہی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (الاستیعاب ۳: ۳۹۹)
حضرت معاویہؓ کے یہ الفاظ ذرا غور سے پڑھیں کہ "اگر کوئی نفع مند چیز ہے تو یہی ہے" گویا ساری دنیا اور اس
[illegible] اؤں میں سب سے زیادہ قیمتی اور فائدہ مند چیز تبرکات نبوی ﷺ ہیں، بدقسمت ہیں وہ لوگ جو انھیں کھو کر اطمینان کی
[illegible] رہے ہیں۔

دولت قربان کر کے حضور ﷺ کا تبرک حاصل کرنا:

حضور انور ﷺ نے حضرت کعب بن زہیر بن ابی اسلمی شاعر کو کمال شفقت فرماتے ہوئے جو چادر عنایت کی
[illegible] حضرت معاویہؓ نے اسے ان کی اولاد سے بیس ہزار درہم دے کر حاصل کر لی تھی۔ (السیرۃ الحلبیہ ۳: ۲۲۲)

ساری دولت ایک طرف حضور ﷺ کا تبرک شریف ایک طرف:

حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا تھا کہ وہ چادر جو حضور ﷺ نے انھیں عطا کی تھی وہ انھیں معاوضۃً
[illegible] عنایت کر دیں تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا "میں حضور ﷺ کے مبارک کپڑے پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔"
یہی وہ چادر تھی جس سے خلفاء بنو امیہ اور پھر خلفاء بنو عباس تبرک حاصل کرتے اور عیدین کے موقع پر اسے پہنتے۔ (
[illegible] السیرۃ الحلبیہ ۳: ۲۲۲)
معلوم ہوا پہلے مسلمان حکمران حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار شریف کی حفاظت اور ان سے تبرک حاصل کرتے،
[illegible] یہی وجہ تھی کہ مسلمان ساری دنیا پر حکمران تھے، کاش ہم اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکیں۔

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجیے!

طبرانی، ایوب مخزومی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ولید بن ولید مکہ میں محبوس تھے انھوں نے ہجرت کے وقت سارا
[illegible] مال بیچ دیا اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ پیدل ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں
حاضر ہو کر عرض کیا "میری تمنا ہے جب فوت ہو جاؤں تو آپ ﷺ مجھے اپنے مبارک جسم سے مس ہونے والے کپڑے میں
کفن دیں۔ جب اس صحابی کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے قمیص میں کفن دیا۔ (الاصابہ ۳: ۶۴۰)

حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لئے چادر مانگنا:

حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ کو اوڑھاؤں۔ آپ ﷺ پہن کر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ چادر کتنی خوبصورت ہے مجھے اوڑھا دیں۔ فرمایا ٹھیک ہے آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور وہ چادر اسے بھجوا دی۔ دیگر صحابہ نے ان پر ناراضگی کی کہ تجھے علم ہے آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی پھر تو نے سوال کر کے لے لی، تجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس صحابی نے جواباً عرض کیا ''اللہ کی قسم میں نے چادر پہننے کے لئے نہیں لی، ہاں میں نے اس لئے لی ہے تاکہ موت کے دن میرا کفن بنے۔'' ابن جریر نے اس صحابی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں'' اللہ کی قسم مجھے اس سوال پر صرف اس بات نے ابھارا ہے کہ میں اس چادر سے برکت حاصل کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنا اور میں اسے اپنا کفن بناؤں۔'' (الرسول، ۱:۳۹)

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ان کی وصیت کے مطابق وصال کے دن وہی مبارک چادر ان کا کفن بنی۔ (مسند احمد ۵:۳۳۳) علماء کے نزدیک یہ صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ایک صحابیہ کا آثار شریفہ سے محبت کرنا:

حضرت امیہ بنت ابی الصلت قبیلہ بنو غفار کی ایک خاتون کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے خیبر میں فتح دی اور مال غنیمت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ ہار جو میرے گلے میں آپ دیکھ رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا بلکہ میرے گلے میں پہنایا تھا۔ اللہ کی قسم میں اسے کبھی بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گی۔ راوی کا بیان ہے جب ان کا وصال ہوا تو وہ ہار ان کے گلے میں تھا پھر انھوں نے یہ وصیت بھی کی کہ اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

حضرت ابو محذورہ الجمعیؓ اور نسبتِ مصطفےٰ ﷺ کا ادب:

حضرت ابو محذورہ الجمعیؓ کو حضور ﷺ کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت بلالؓ مسجد نبوی کے مؤذن اور یہ حرم کعبہ کے مؤذن تھے۔ انھیں جب حضور ﷺ نے اذان کی تعلیم دی تو ان کے سر کے اگلے حصہ پر آپ ﷺ نے مبارک دست اقدس رکھا۔ احترام نبوی کے پیش نظر زندگی بھر وہ بال نہ منڈوائے اور نہ کٹوائے وہ بال اتنے بڑھ گئے تھے کہ جب بیٹھتے تو بال زمین پر پھیل جاتے۔ لوگ جب پوچھتے! آپ انھیں کٹوا کیوں نہیں دیتے؟ آپ فرماتے رسول اللہ ﷺ نے ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا تھا موت تو آسکتی ہے مگر میں انھیں منڈوا نہیں سکتا۔ راوی کا بیان ہے انھوں نے بال نہ منڈوائے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (المستدرک، ۳:۵۸۹)

ابوداؤد میں آپ کے بیٹے سے یہ الفاظ مروی ہیں'' ابو محذورہ نے اپنے بال نہ کبھی منڈوائے نہ ان میں مانگ نکالی

کان پر رسول اللہ ﷺ نے دست اقدس رکھا تھا۔ (ابوداؤد: باب الاذان)

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ اور آثار نبوی ﷺ:

حضرت خالد بن سعید بن العاص کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے تو انھوں نے ... پہنی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ انگوٹھی بنوائی ہے فرمایا دکھاؤ، ... نے پیش کی تو وہ لوہے کی تھی فرمایا اس کا نقش کیا ہے عرض کیا " محمد رسول اللہ " حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی لے کر ... پہنائی تو جب موت آئی تو وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی۔ (المستدرک ۳: ۲۷۹)

حضور ﷺ کا عصا مبارک میرے کفن میں رکھ دینا:

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے بیٹے سے مروی ہے کہ والد گرامی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ... طلب کیا اور فرمایا اطلاع ملی ہے خالد بن سفیان مقام عرنہ پر ہمارے خلاف لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تم جاؤ اور ... قتل کر دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا حلیہ بیان کر دیجئے تاکہ اسے پہچان سکوں فرمایا اس کا جسم زمین کی طرح ... ہوگا میں تلوار چھپا کر مقام عرنہ پہنچا عصر کا وقت تھا جب میں نے اسے دیکھا تو اسی طرح تھا جیسے رسول اللہ ﷺ نے بیان ... تھا اب خوف لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نماز ادا کروں تو یہ نکل جائے میں نے رکوع و سجود سر کے اشارے سے کیا اس ... پاس پہنچا تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا عرب میں سے ہوں سنا ہے تو کسی شخص کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تو ... بھی آ گیا ہوں۔ کہنے لگا ہاں درست ہے میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلا جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہوگئی تلوار سے حملہ ... کر کے اسے قتل کر دیا جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ چہرہ ... کامیاب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا ہے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ... میرے ساتھ چلنا شروع فرمایا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر داخل ہوئے پھر اپنا عصا مبارک عطا کیا اور فرمایا اے عبداللہ اسے اپنے پاس ... سنبھال کر رکھو۔ میں عصا مبارک لے کر باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا یہ عصا تمہارے ہاتھ میں کیسے ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرما کر کہا ہے اسے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا تو واپس جا کر آپ ﷺ سے عرض ... کرے کہ عصا عطا کرنے کی حکمت کیا ہے؟ میں نے واپس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کرم فرمائی کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ روز قیامت میرے اور تیرے درمیان ملاقات کی علامت ہوگا۔ حضرت عبداللہ نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ محفوظ کر لیا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے حتیٰ کہ وصال کے وقت وصیت کی اسے میرے کفن میں رکھ دینا پھر تلوار اور عصا ان کے کفن میں رکھ دیئے گئے۔

امام طبرانی نے حضرت محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ عصا دیا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگایا کرتے تھے اور فرمایا اے عبداللہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ یہاں تک کہ تم مجھے روز قیامت ملو وہ عصا ان کے جسم پر رکھ کر کفن دیا اور ان کے ساتھ انھیں دفن کر دیا گیا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ: ۲۰۰)

نبی کریم ﷺ نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے:

آپ ﷺ نے اپنے غلاموں پر یہ کرم بھی فرمایا کہ اپنے تبرکات اپنے چاہنے والوں میں تقسیم فرما دیے تاکہ وہ ان کے ذریعے برکات حاصل کر لیں اور ان کی زیارت سے اپنے من کی دنیا کو آباد رکھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تبرکات نبوی ﷺ سے فیضیاب ہونا درحقیقت حضور انور ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

حضرت انسؓ اس مقدس خیرات کی تقسیم کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب آقائے دو جہاں حج کے موقع پر منیٰ تشریف لائے۔ جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماریں اور اس کے بعد قربانی دے کر اپنے خیمے میں تشریف لائے۔ تو آپ نے حجام کو طلب فرمایا حجام نے پہلے آپ کے سر اقدس کی دائیں جانب کے بال تراشے۔ آپ ﷺ نے ابو طلحہ انصاریؓ کو بلا کر وہ بال عنایت فرمائے۔ پھر حجام نے بائیں جانب کے بال تراشنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ نے ابو طلحہؓ کو عطا کر کے فرمایا یہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری و مسلم)

ساری دنیا ایک طرف، نسبتِ محبوب ﷺ ایک طرف:

صحابہؓ آپ کے تبرکات کو حاصل کر کے محفوظ کر لیتے اور فخر کرتے کہ ان کے پاس سید کونین ﷺ سے منسوب تبرکات ملے ہے۔ مشہور تابعی محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سلمانیؒ کو بتایا کہ ہمارے پاس رسالت مآب ﷺ کے مبارک بال ہیں جو ہمیں آلِ انسؓ سے ملے ہیں۔ اس پر حضرت عبیدہؓ نے فرمایا ''میرے پاس آقا علیہ السلام کے بال کا ہونا مجھے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر محبوب ہے۔ (بخاری)

تبرکات نبوی ﷺ کی فکر اور حضرت خالد بن ولیدؓ:

جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کا مقابلہ ''نسطورہ'' نامی ایک پہلوان سے ہو رہا تھا کہ آپ کی ٹوپی زمین پر گر پڑی۔ آپؓ اس کے مقابلے کی بجائے ٹوپی کی طرف لپکے اور رفقاء کو بھی پکار کر کہا کہ خدا تم پر رحم کرے میری ٹوپی مجھے دو۔ اتنے میں بنی مخزوم کی قوم میں سے ایک آدمی نے آپ کی ٹوپی پکڑا دی۔ آپؓ نے پھر مقابلہ کیا یہاں تک کہ آپ نے نسطورہ کو قتل کر دیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو اہل لشکر نے آپ سے سوال کیا کہ اتنے کڑے وقت میں آپ ٹوپی کی طرف متوجہ کیوں ہوئے؟ اگر وہ اس وقت سر پر نہ بھی ہوتی تو اس سے کیا فرق پڑتا؟ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بیان فرمایا ''تمہیں کیا معلوم اس میں کیا ہے؟'' میں نے یہ فکر اپنی ٹوپی کی وجہ سے نہیں کی، بلکہ اس میں رسالت مآب ﷺ کا مبارک بال تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور یہ کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ (الشفاء،۲: ۶۱۹)

حضور ﷺ کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے:

سیدنا علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں پکڑ کر ارشاد فرمایا ''جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے۔'' (کنزالعمال ۳: ۲۷۶) اسی وجہ سے علماءِ امت نے تصریح کی

ہر اس چیز کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف و مشہور ہو اس کا احترام لازم ہے۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفاء میں
لکھتے ہیں "ان تمام اشیاء کا ادب کیا جائے گا جس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف ہے۔"

نسبت کے لئے شہرت ہی کافی ہے:

مندرجہ بالا عبارت پر مولانا عبدالحلیم (والد گرامی مولانا عبدالحی لکھنوی) حاشیہ میں لکھتے ہیں "منسوبات کے لئے
اتنی شہرت ہی کافی ہے اگرچہ اس کا ثبوت نہ ہو۔" (نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن، ۷۷)

خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال

صرف نعلین شریف کے موضوع پر علمائے امت کی تقریباً 50 تصنیفات منظر عام پر ہیں اور ایک مکمل کتاب تو
صرف نعلین شریف کے "تمثال مبارک" کی فضیلت پر مبنی ہے۔ علماء مشائخ میں سے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی نعلین شریف پر
کتاب لکھی ان میں سے چند قابل ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں۔
امام ابو بکر ابن العربی، حافظ ابو الربیع بن سالم الکلاعی، الکاتب الحافظ ابو عبد اللہ بن لابار، ابو عبد اللہ بن رشید
الفہری، ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادی آشی، خطیب الخطباء ابو عبد اللہ بن مرزوق التلمسانی، ابن البراء التونسی، الشیخ الولی الصالح
المعمر ابو الاسحاق ابراہیم بن الحاج السلمی الاندلسی المغربی ابو الحکم مالک بن المرحل ابن ابی الخصال ابن عبد الملک ابن عساکر
الفارقی، حافظ عراقی، حافظ امام سخاوی، سیوطی، امام قسطلانی وغیرہ۔
امام نظم و نثر الشیخ فتح اللہ بن احمد الورع العابد الشیخ محمود البیلونی کے اس موضوع پر سو سے زائد قصائد ہیں امام
المقری نے فتح المتعال فی مدح النعال میں 230 سے زائد قصائد کو جمع کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور نعلین نبوی ﷺ:

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو
جاتے اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے
نعلین پہناتے اور آپ ﷺ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ آپ ﷺ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔

نعلین شریف کے نقش کی برکات

درد کا فی الفور ختم ہو جانا:

امام ابو اسحاق ابن الحاج یعنی امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اندلسی سلمیؒ اور ان سے اس کو ابو الیمن ابن عساکر او
دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد نے خبر دی انہیں ابو جعفر احمد بن عبد المجید (جو کہ شیخ کامل صالح عالم باعمل اور متقی

ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقش ہو یا وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ
اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی میں نے پوچھا تو نے اس کی کون سی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اچانک درد
ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے درد والی جگہ پر رکھ کر عرض کی "اللھم ارنا صاحب
النعل فشفاها الله للحین" (یا الٰہی مجھ کو صاحب نعلین شریف کی برکت دکھلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمادی)

خزینہ برکات ودافع البلیات:

ابو اسحاق ابن الحاج نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات میں
سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرک رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان مردود کے شر سے
ظالم سلطان کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حاملہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو
زہ کی شدت سے بفضل الٰہی نجات ہو۔

نظر اور جادو سے نجات:

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو ٹونہ سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین الطوفی
کے کلام میں بھی مذکور ہے۔

زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ:

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لئے بعض آئمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تام حاصل ہو جاتا
ہے اور دنیا میں اس کی عزت ووقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حال کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت
ہوگی یا پھر وہ گنبد خضری کی حاضری سے مستفید ہوگا (فتح المتعال فی مدح النعال)

حفظ وامان کی ضمانت:

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہوگی۔ جس قافلے میں ہو وہ
قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہوگا اور
جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی اور جو کوئی صاحب نعل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری
ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

وقار وعزت کا حصول:

امام احمد المقری فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کو
حاصل کرے گا اور اگر کوئی شخص اس کو تعویذ بنا کر عمامہ میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام ہم جنسوں سے ترقی کر جائے

شخص علم میں اس کی برابری نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کرے گا جس کا وہ طلب گار ہوگا۔ حتیٰ مرتبہ وغیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عصروں سے زیادہ لائق ہوگا۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن وصدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت ... اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اخیار متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اشرار سے محفوظ رکھے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

شفائے بیماراں:

امام احمد المقری فرماتے ہیں مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب ہلاکت ... تو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقش نعلین مصطفےٰ ﷺ سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم ... اور مجھے شفا بخش دی۔ خود امام احمد المقری اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو ... مسافر میری عزت کرتا تھا اور اس نقش شریف کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدقے سرسبز زمین اور پانی کے چشمے دستیاب ہوئے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

ابن الرشید نے (ملی العیبہ) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان مدارس میں ایک عمارت بہت بالا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی ایک نعل مبارک ہے اور میں نے تبرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری ... شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا قصد کیا، پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مریض اسی ارادے سے آئے ہوئے پائے جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین عبداللہ الفارقی شافعی ہے (فتح المتعال فی مدح النعال)

ساری دولت نعلین شریف پر تصدق:

جامعہ اشرفیہ دمشق کی نعلین شریف کے متعلق لکھتے ہوئے امام احمد المقری فرماتے ہیں کہ اس نعل مبارک کے یہاں پہنچنے کے بارے میں مجھے ابو عبداللہ محمد بن القصاب نے خبر دی کہ اکیس شعبان المکرم ۲۷ھ کی تاریخ کو یہ نقش مبارک اس نقش سے بنوایا گیا جو کہ شیخ ابو یعقوب الحاسی" کے پاس تھا اور وہ نقش مبارک اس نعلین مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث کے پاس تھی اور وہ آپ ﷺ کے ترکہ سے حضرت میمونہ کو ملی تھی۔ تو یہ اسی طرح وراثتاً چلتی چلتی بنو ابی الحدید کے پاس پہنچی اور اسی طرح یہ متوارثاً آخر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تیس ہزار درہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے تو مال لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعلین مبارک لے لی اور نعلین شریف لے کر ملک عجم کی طرف چلا گیا اور یہ نعلین مبارک حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اخلاط شہر میں آیا اور اس نعلین مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے گیا تا کہ وہ اس سے برکت حاصل کرے تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعلین مبارک مجھے دے دو تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص

ہے یہ نعلین مبارک حاصل کر لی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لئے اس نے یہاں ایک دارالحدیث
اس مدرسہ کے لئے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لئے ایک خوبصورت عالی شان مسجد
کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس نعلین مبارک لئے بنوایا اور اس میں آبنوس کا تابوت بنا کر اس میں یہ نعلین مبارک
۔اس پر چاندی کے کیل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تالہ لگوایا اور اس پر تین قسم سبز سرخ اور پیلے رنگ کے غلاف
اس پر ایک شخص کو چالیس ناصری درہم وظیفہ کے طور پر دیے جاتے تا کہ وہ اس دروازے کو پیر اور جمعرات کے روز
زیارت کرنے کے لئے کھولے۔(فتح المتعال فی مدح النعال)

ابن الرشید اسحٰق کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سبتہ میں واپس گیا تو میں نے نقش نعلین پاک نظم و نثر
اپنے شیخ قاسم المنصوری کو دکھائی تو انھوں نے اس کی شان میں ایک مکمل قصیدہ تحریر فرمایا اس قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ
ذیل ہے۔

۱۔ میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا جس نعلین مبارک کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدم
آتے اور جاتے تھے۔

۲۔ اور خیر خلق ﷺ کے آثار مبارک دیکھ وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں اور ہر صاحب امت کے لئے
رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں۔

۳۔ پس اللہ کی طرف سے اس نقش کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا منہ اس کے
سے پلٹنے سے نہ تھکے۔

۴۔ میں نے اپنے اعضاء جوارح اس کے ساتھ مس کئے اور بے شمار غم والم سے نجات پائی۔

۵۔ اور اپنے نفس سے کہوں کہ اب خوشیاں منا کہ فضل رب سے تجھے بہت بڑی نعمت ملی ہے۔

۶۔ اور اے نقش نعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے پاک
گذار۔

۷۔ یہ مجھے کتنی ہی نعمتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لئے بہت اہتمام
کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی۔

اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعل پاک کی طرف رجوع کرتے:

اہل دمشق نزول مصائب کے وقت اس نعل مبارک سے شفاعت پکڑتے اور اس کی زیارت کر کے برکت حاصل
کرتے۔ اہل دمشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اس نے اپنے نائب
۔۔۔ سیف الدین کرای کو دمشق کا حاکم بنا کر اہل دمشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہل دمشق پر مقرر کر دیا
آنے والے ایرانیوں سے اہل دمشق عاجز آ گئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل بازار اور شہر میں وارد ہو

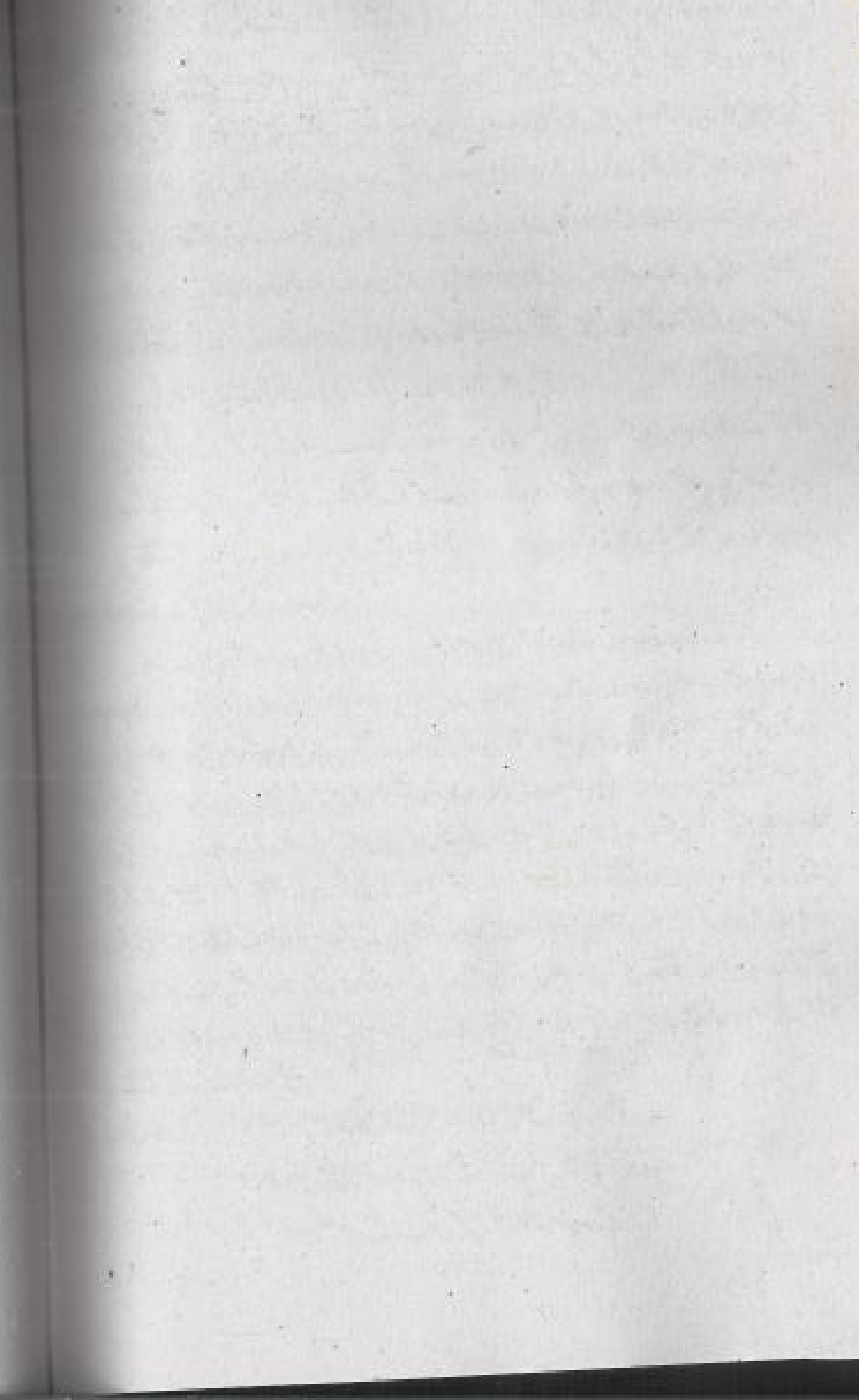
اور ان کے املاک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکورہ نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ بازار، چوک، او
کی ساری املاک اور اس کے وظیفے اور اماموں کی تنخواہوں کے لئے ہے تو اہل دمشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں، خطباء
سے شکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکورہ کے پاس جائیں تو جب پیر شریف کا دن جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ
کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزوینی صاحب ''تلخیص المصباح والایضاح'' نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور
میں نعل نبی ﷺ کو دار الحدیث اشرفیہ سے پکڑا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطبا جمع تھے تشریف لائے اور باب
سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علما، فقہا، قراء، موذن، آئمہ اور عامۃ الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ
کیا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سر کردہ لوگوں کو مارا اور مصحف
کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزوینی کو پکڑ کر قل سے
ئے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آزاد کرایا اور دوبارہ شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گزرے تھے اللہ
اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب الناصر محمد بن قلاوون کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف
نعل نبویہ ﷺ کی بے ادبی کے سبب ملی اور اہل دمشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا، بہت
خوش ہوئے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس شے کو حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ کس قدر عالی
مرتبت ہو جاتی ہے اور کس طرح صحابہ کرام، اولیاء عظام و علماء امت نے ان منسوب اشیاء سے محبت کی خصوصاً نعلین شریف کو
اور اپنی مشکلات میں ان نعلین پاک یا ان کے نقش سے توسل کرتے۔ تو غور طلب امر یہ ہے کہ ایسی متبرک و عظیم شے سے
غفلت کس قدر بڑا جرم ہے چاہئے تو یہ تھا کہ حکمران اس نعلین شریف کے توسل سے ملک پاکستان کی ترقی چاہتے لیکن افسوس کہ
ایسی بیش قیمت شے کے کھو جانے پر حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، کیا اس سے بڑھ کے بھی دینی بے حسی کا دور ہوگا؟
کیا ہمیں قبر میں مصطفےٰ کریم ﷺ کے سامنے پیش نہیں ہونا؟ کیا بروز حشر مصطفےٰ کریم ﷺ کی شفاعت سے فیض یاب نہیں
ہونا اور اگر آقا کریم ﷺ کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں ہو سکتا تو آج ہم سب کو اپنے گریبان میں جھانک کر
دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس عظیم سانحہ پر کوئی کردار انجام دیا ہے یا نہیں؟ اگر کل حضور نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ کے متعلق
استفسار فرمایا تو کیا جواب دیں گے؟ آئیے نعلین مقدس کی بازیابی کی تحریک میں اپنا فرض ادا کریں تاکہ کل قبر و حشر میں ہم آقا
حضور ﷺ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

نوٹ: اس مقالہ کی تیاری میں محقق عصر مفتی محمد خان قادری کی مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔

۱۔ خصائل نعلین حضور ۲۔ صحابہ کی وصیتیں ۳۔ شاہکار ربوبیت۔

لہٰذا تفصیل کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔



اِسلام اور خدمتِ خلق



تصنیف

مُفتی مُحمّد خان قادری

کاروانِ اسلام رحمانیہ مسجد
205 شادمان لاہور







بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلام وہ دین کامل و اکمل ہے جو نہ صرف دینی اور دنیوی ضابطہ حیات ہے بلکہ اس کی تعلیمات قیامت تک بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتی رہیں گی اسلام بنیادی طور پر اخوت و محبت کا دین ہے یہ ہمیں محبت و الفت اور ایثار و ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ اور ہمیں ایسے معاشرتی اصول بتاتا ہے جن پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور انسان ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کے بتائے ہوئے انہیں زریں اصولوں میں سے ایک خدمت خلق بھی ہے قرآن و حدیث میں خدمت خلق کے متعدد پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بلکہ اسلام نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت سے تعبیر کیا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث پاک میں اس حقیقت کو بہت ہی موثر اور دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری مزاج پرسی نہیں کی بندہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں آپ کی بیمار پرسی کیسے کرتا جب کہ آپ تو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں ارشاد ہوگا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کھانا کیسے کھلاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہوگا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے ہاں پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا بندہ عرض کرے گا

پروردگار! میں آپ کو پانی کیسے پلاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہوگا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اس کو پانی نہیں پلایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں ملتا۔ (مسلم شریف)

اسلام ہی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس کی ذات سے ہر حال میں خیر کے چشمے جاری ہوں وہ جہاں بیٹھے امن و سلامتی کا پیغام بکھیرتا رہے دوسروں کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے اس کی جسمانی و ذہنی صلاحیتیں اور مالی وسائل دوسرے انسانوں کے کام آئیں کیونکہ اسلام کے نزدیک انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کی ہر کوشش عبادت ہے اگر آج بھی ہم اسلام کے انہیں زریں اصولوں کو اپنائیں تو ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے

اسلام اور خدمت خلق کے حوالے سے عالم اسلام کے نامور محقق حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ نے خوبصورت مقالہ تحریر فرمایا ہے اللہ رب العالمین حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام

عمر حیات قادری

ڈائریکٹر صفہ اکیڈمی

لاہور

اسلام اور خدمت خلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق اپنی عبادت قرار دیا ہے ارشاد فرمایا

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون — ہم نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے

یہ مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ اور خالق و مالک کی خاطر بسر ہو اس کی ہر حال میں یہ کیفیت ہو

ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین — میری نماز' قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا فقط اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

جو لمحات و اوقات اس مقصد سے ہٹ کر بسر ہوئے وہ بے مقصد' لغو اور غفلت میں بسر ہوگئے

اسلام جہاں نماز کو عبادت قرار دیتا ہے وہاں والدین کی خدمت کو بھی عبادت قرار دیتا ہے جہاں روزہ عبادت ہے وہاں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت ہے جہاں حج فریضہ و عبادت ہے وہاں اولاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت بھی فریضہ اور عبادت ہے جہاں اپنے ایمان و اعمال کی حفاظت ضروری اور لازم ہے اس طرح دوسروں کی خیر خواہی بھی لازم ہے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے حالانکہ ہمارے معاشرے سے یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں

آج ہم نے نماز' روزہ اور حج کو تو عبادت سمجھ رکھا ہے۔ مگر انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کی طرف توجہ ہی نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابجا اس چیز کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے آیئے اس سلسلہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات عالیہ سامنے لاتے ہیں تاکہ ہمارے نوجوان بھی ان اہم امور کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں

۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا

1۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من نفس عن مسلم کربه من کرب الدنیا نفس الله عنه کربه من کرب یوم القیامه (المسلم)

جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں تکلیف دور کرنے کے لئے کوشش کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس سے تکلیف دور فرمائے گا

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من فرج عن مسلم کربه فرج الله عنه بها کربه من کرب یوم القیامه (بخاری و مسلم)

جس نے کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کر کے اسے کشادگی دی اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا

تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کا یہ عالم ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ایک آدمی نے راستہ میں

وجد غصن شوک فاخره فشکر الله له فغفر له

کانٹے دار شاخ پائی اس نے اسے وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی

۲۔ تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرہ (مسلم)	جس نے کسی تنگ دست کو آسانی دی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا

۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامہ (بخاری و مسلم)	جس نے کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا

دوسری روایت میں ہے جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا

۴۔ مسلمان بھائی کی مدد

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ (مسلم)	اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ (بخاری و مسلم)	جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت پورا کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں رہتا ہے۔

۳۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لایزال اللہ فی حاجۃ العبد مادام العبد فی حاجۃ اخیہ (المعجم الکبیر للطبرانی)

اللہ تعالیٰ بندے کی حاجت میں اس وقت رہتا ہے جب تک وہ کسی بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے

دس سالہ اعتکاف سے بہتر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے وہاں ایک شخص آیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں وجہ کیا ہے؟ عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی میں اس لئے پریشان ہوں کہ فلاں کا میں نے قرض دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اس صاحب مزار کی قسم میں اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا اس سے میں تیری سفارش کروں؟ عرض کیا آپ جیسے مناسب سمجھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت جوتا پہنا اور مسجد سے باہر تشریف لائے اس نے عرض کیا حضرت۔ آپ اعتکاف میں ہیں کہیں آپ بھول تو نہیں گئے فرمایا

لا ولکنی سمعت صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والعھد قریب فدمعت عیناہ وھو یقول من مشٰی فی حاجۃ اخیہ وبلغ فیھا کان خیرا لہ من اعتکاف

میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس صاحب مزار صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا یہ کہتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام کے لئے نکلے اور اس کے

عشر سنين ومن اعتكف يوما ابتغاء وجه الله جعل الله بينه وبين النار ثلث خنادق ابعد مما بين الخافقين

(المعجم الاوسط للطبرانی)

لئے کوشش کرے اس کے لئے دس سالہ اعتکاف سے افضل ثواب ہے اور جو شخص ایک دن رضائے الٰہی کے لئے اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا ہے جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی چوڑی ہے

یعنی جب ایک دن اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کا کیا مقام ہو گا؟ مستدرک میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی حاجت برآری کے لئے نکلا پھر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

افضل من ان یعتکف فی مسجدی هذا شهرين

وہ افضل ہے اس سے کہ وہ میری اس مسجد (نبوی) میں دو ماہ اعتکاف کرے

پچھتر فرشتوں کا دعا کے لئے تقرر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بھائی کی حاجت وضرورت پورا کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ وہ پوری ہو گئی

اظله الله عزوجل بخمسة وسبعين ملك يصلون عليه ويدعون له ان كان صباحا حتى فی وان كان مساء حتى يصبح

(کتاب الثواب لابن الشیخ)

اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اگر صبح ہو تو شام تک اور اگر شام ہو تو صبح تک وہ دعا کرتے ہیں

ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند

مذکورہ انہی دو صحابیوں سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش میں نکلا

ولا یرفع قدما الاحط اللہ عنہ	اس کے ہر قدم پر گناہ معاف اور ہر
بھا خطیئہ ورفع لہ بھا درجہ	قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے

گناہوں سے پاکیزگی

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے نکلتا ہے

کتب اللہ لہ بکل خطوہ	اللہ تعالیٰ اس کے قدم پر ستر نیکیاں
سبعین حسنہ ومحاعنہ	لکھتا ہے اور ستر برائیاں ختم فرماتا
سبعین سئیہ الی ان یرجع من	ہے یہاں تک کہ وہ واپس ہو کر جب
حیث فارقہ فان قضیت	اس سے جدا ہوتا ہے اگر حاجت پوری
حاجتہ علی یدیہ خرج من	ہو گی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک
ذنوبہ یوم ولاقہ الہ وان ھلک	ہو جاتا ہے کہ اسے آج ماں نے جنا اور
فیما بین ذلک دخل الجنہ	اگر وہ اس دوران فوت ہو گیا تو وہ
بغیر حساب	جنت میں بلا حساب داخل ہو جائے گا

روز قیامت ثابت قدمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من اعان عبدا فی حاجتہ ثبت اللّٰہ لہ مقامہ یوم تزول الاقدام (کنلب المنولب)

جس نے کسی کی حاجت میں مدد کی اللہ تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے

اللہ کے عذاب سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مخلوق کی حاجات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہوتا ہے۔

یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الامنون من عذاب اللّٰہ (المعجم الکبیر للطبرانی)

لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں

دوزخی کے لئے شفاعت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا روز قیامت لوگوں کو صفوں میں کھڑا کیا جائے گا پھر اہل جنت کو وہاں سے گزارا جائے گا ایک جنتی، دوزخی کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے پہچان جائے گا اور کہے گا اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں۔

استقیت فسقیتک شربہ؟

تو نے پیاس میں پانی مانگا تھا تو میں نے پانی پلایا تھا

تو وہ کہے گا ہاں پھر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا
ایک شخص کہے گا میں نے تجھے وضو کے لئے پانی دیا تھا اس کی بھی شفاعت کی جائے گی ایک کہے گا میں تیری حاجت کے لئے فلاں فلاں جگہ گیا تھا

فیشفع ا۔ (ابن ماجہ) تو اس کی بھی شفاعت کی جائے گی۔

نعمتوں، چھن جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو اپنے بندوں کے نفع لیے نعمتیں عطا کیں ہوتی ہیں۔

یقرھم فیھامابذلوھا فاذا منعوھا نزعھا منھم فحولھا الی غیرھم (المعجم الکبیر للطبرانی)	جب تک وہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں انہیں اور دیتا رہتا ہے جب وہ روک لیں اور خرچ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں ان سے چھین کر دوسروں کو دے دیتا ہے

بھوکے کو کھانا کھلانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ کے بندوں کی یہ شان ہوتی ہے وہ اپنے رب کی محبت میں مخلوقِ خدا کو کھلاتے پلاتے ہیں۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا	وہ اس کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں

دوسری جگہ پر اسلام کا تعارف ان کلمات سے فرمایا۔

فک رقبہ او اطعام فی یوم ذی مسغبہ یتیما ذامقربہ اومسکینا ذامتربہ	گردن آزاد کرنا قحط کے دنوں میں کھانا کھلانا یتیم کو یا

سب سے بہتر اسلام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا اسلام بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تطعم الطعام وتقرا السلام علی من عرفت ومن لم	یہ کہ تو کھانا کھلائے اسلام کہے اس پر جسے تو جانتا ہے یا نہیں جانتا

نعرفنی سے نقل کی سیل یہ الفاظ مروی ہیں۔

اعبدوالرحمن واطعموالطعام وافشوالسلام تدخلوالجنہ بسلام	رحمن کی عبادت کرو' مخلوق کو کھانا کھلاؤ' سلام پھیلاؤ اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ

جنت میں اعلیٰ رہائش

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسی رہائش ہے جس کا ظاہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے

اعدھا اللہ تعالی لمن اطعم الطعام وافشی السلام وصلی والناس نیام (صحیح ابن حبان)	اسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمایا ہے جو مخلوق کو کھلائیں' سلام پھیلائیں اور لوگوں کے سونے کے وقت نماز ادا کریں

جنت میں داخلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل

بتائیں جسے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلاؤ' سلام کثرت کے ساتھ کہو' صلہ رحمی کرو' جب لوگ سو جائیں تو رات کو نماز پڑھو۔

فدخل الجنہ بسلام — اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جا

(المستدرک)

گناہ جھڑتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چیزیں جو گناہوں کے جھڑنے کا سبب بنتی ہیں وہ تین ہیں۔

اطعام الطعام وافشاء السلام والصلاہ باللیل والناس نیام — کھانا کھلانا' سلام کی اشاعت اور لوگوں کے سو جانے پر رات کو نماز ادا کرنا

(المستدرک)

سب سے افضل صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

افضل الصدقه ان تشبع کبدا جائعه (شعب الایمان بیہقی) — سب سے افضل صدقہ کسی بھوکی مخلوق کو کھانا کھلانا ہے۔

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھوکے مومن کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔

ادخله الله بابا من ابواب الجنه لا یدخله الا من کان مثله (الطبرانی) — اللہ تعالیٰ اسے جنت کے اس خصوصی دروازے سے جنت میں داخل فرمائے گا جس سے اس کی مثل ہی داخل ہو گا۔

دخول جنت کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من موجبات الجنہ لطعام المسلم الشبعان — بھوکے کو کھانا کھلانا دخول جنت کا ذریعہ ہے۔

(کتاب الثواب)

مستدرک میں بھوکے کو کھانا کھلانے کو رحمت کا سبب اور شعب الایمان میں مغفرت و بخشش کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے آپ نے فرمایا مخلوق اور غلاموں کو آزاد کرو اور اگر اس کی طاقت نہیں۔

فاطعم الجائع واسق الظمان — تو بھوکے کو کھانا اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔

(صحیح ابن حبان)

لقمہ پہاڑ کی مانند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ ایک لقمہ اور روٹی کا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے۔

تربو عنداللہ عزوجل حتی تکون مثل احد — وہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاں پہاڑ کی مانند بڑھ جاتا ہے۔

کھانا کھلانے سے تین آدمی جنتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ مسکین کے لئے روٹی کے لقمہ یا مٹھ کھجور یا اس کی مثل نافع شے دینے سے تین آدمیوں کو جنتی بنا دیتا

ہے

الآمریه والزوجه المصلحه له والخادم الذی یناول المسکین	اس صدقہ کا حکم دینے والا' اس پر تعاون کرنے والی بیوی اور مسکین تک پہنچانے والا خادم۔

(طبرانی)

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله یباهی ملائکته بالذین یطعمون الطعام من عبیده (کتاب الثواب)	اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ایسے لوگوں پر فخر فرماتا ہے جو اپنے ملازمین کو کھانا کھلاتے ہیں

دوزخ اور سات خندقیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھوکے بھائی کو سیر کر کے کھلایا اور پیاسے کو سیر کر کے پلایا

باعده الله من النار سبع غنادق مابین کل خندقین سیره خمس مائه عام (المستدرک)	اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات خندقیں دور فرما دیتا ہے جبکہ دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے

اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ عمل سب سے محبوب ہے کسی مسلمان کو خوش کیا جائے یا اس سے کسی تکلیف کو دور کیا جائے۔

اوتطرد عنه جوعا" لوتقضی عنه دینا (کتاب الثواب)	یا اس سے بھوک کو دور کیا جائے یا اس کا قرض چکا دیا جائے

جنت کا پھل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی بھوکے مومن کو کھلائے گا

اطعمه الله یوم القیامه من ثمار الجنه (ابوداؤد)	روز قیامت' اللہ تعالیٰ اسے جنتی پھل کھلائے گا

عرش کا سایہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین چیزیں ہونگی اللہ تعالیٰ اسے سایہ رحمت عطا فرما کر جنت میں داخل فرمائے گا

رفق بالضعیف وشفقه علی الوالدین واحسان الی المملوک	کمزور کے ساتھ نرمی' والدین کے ساتھ پیار اور ملازمین کے ساتھ احسان

اور جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی انہیں اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جبکہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا ناپسندیدگی کی حالت میں وضو' تاریکیوں میں مسجد کی طرف چل کر جانا

واطعام الجائع	بھوکے کو کھانا کھلانا

(کتاب الثواب)

جنتی خصائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا انہوں نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج جنازہ میں کسی نے شرکت کی ہے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج مریض کی عیادت کس نے کی۔ یہ عرض کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما اجتمعت هذه الخصال قط — یہ خصائل فقط اس میں جمع ہوتے ہیں
فی رجل الا دخل الجنه — جو جنت میں داخل ہو گا

(صحیح ابن خزیمہ)

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بندے میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی؟ بندہ عرض کرے گا تم تو رب العالمین ہو میں تمہاری عیادت کیسے کرتا؟ فرمان ہو گا اگر تو فلاں بندے کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پالیتا پھر فرمائے گا بندے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کرے گا رب العالمین میں آپ کو کیسے کھلا سکتا ہوں؟ فرمائے گا۔

اما علمت انک لواطعمته — اگر تو فلاں بندے کو کھلاتا تو آج وہ تو
لوجدت ذلک عندی (المسلم) — میرے پاس اسے پاتا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے مروی فرمایا میرے لئے ایک یا دو صاع کھانے پر مسلمان بھائیوں کو جمع کرنا اس سے افضل ہے

لن ادخل سوقکم فاشتری — کہ میں بازار جا کر غلام خریدوں اور
رقبه فاعتقها — اسے آزاد کروں

امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے فرمایا کسی بھائی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر لقمہ
کھلانا

...ب الی من ان اتصدق علی | مجھے کسی مسکین پر ایک درہم خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے
...سکین درہم

...لوق خدا کو پانی پلانا

جس طرح مخلوق خدا کو کھانا کھلانا عبادت اور ثواب کا عمل ہے اس طرح اسے
...پانی پلانا بھی نہایت ہی اجر و ثواب کا عمل ہے

...پیاسا کتا اور بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
...وسلم نے ایک شخص کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ سفر میں تھا اس نے
...گرمی محسوس کی کنواں تلاش کیا اس میں داخل ہو کر پانی پیا جب باہر نکلا تو

...وإذا کلب یلهث ویاکل الثری من العطش | ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا تھا

اس آدمی نے سوچا اسے بھی پیاس کی وجہ سے میری ہی طرح تکلیف ہو رہی
ہے وہ دوبارہ کنویں میں اترا

فملاء خفه ماء ثم امسکه بفیه حتی رقی فسقی الکلب | اپنا جوتا پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا

اس پر

فشکر اللہ له فغفر له | اللہ نے اسے بدلہ عطا فرماتے ہوئے بخش دیا

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان لنا فی البهائم لاجرا | کیا چار پایوں کی خدمت میں ہمارے لئے اجر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فی کل کبد رطبه اجر ۔ ہر ذی روح کی خدمت سے اجر ملتا ہے

پانی کا صدقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لیس الصدقه اعظم اجرا من ماء ۔ پانی پلانے سے بڑھ کر بڑا کوئی صدقہ نہیں (شعب الایمان)

مخلوق کو پانی پلاؤ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میری والدہ کا وصال ہو گیا وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں کیا انہیں فائدہ ہو گا؟ فرمایا

نعم وعلیک بالماء ۔ ہاں فائدہ ہو گا تم مخلوق کو پانی پلاؤ

(طبرانی)

پانی کا انتظام

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا وصال ہو گیا۔

فای الصدقه افضل؟ ۔ کون سا صدقہ افضل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی، انہوں نے کنواں کھدوا دیا اور اس کا نام بئر ام سعد (سعد کی ماں کا کنواں) رکھ دیا (ابوداؤد)

پانی کے انتظام پر ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من حفرماء لم تشرب منه بكلاضرى من جن ولاانس ولاطائر الا اجره الله يوم القيامه(صحیح ابن حبان)	جس نے کنواں (پانی کا انتظام) کھودوایا اس سے جس جن' انسان اور چرند و پرند نے پانی پیا روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر ایک پر اجر عطا فرمائے گا

نو چیزوں کا صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو موت کے بعد بھی جن اعمال و حسنات کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ یہ ہیں علم کی اشاعت 'نیک اولاد' کسی کو قرآن دیا' مسجد بنائی' مسافر خانہ بنایا' نہر کھدوائی' درخت لگایا' کنواں کھودا یا کوئی بھی حالت صحت میں صدقہ کیا

(ابن ماجہ' مسند بزاز)

ننگے کو کپڑا پہنانا

جس طرح کسی بھوکے کو کھانا کھلانا' پیاسے کو پانی پلانا نہایت ہی اجر وثواب کا عمل ہے اسی طرح کسی ننگے کو کپڑے پہنانا بھی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ایمامسلم کسا مسلما ثوبا علی عری کساه الله من ، خضر الجنه	جس نے کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنایا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لباس عطا فرمائے گا

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے میں نے حبیب خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا۔

کان فی حفظ اللہ مادام علیہ منہ خرقہ (الترمذی)

وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر ہوتا ہے

امام حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے

لم یزل فی ستر اللہ مادام علیہ منہ خیط اوسلک (المستدرک)

وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے جب تک اس کے بدن پر اس سے ایک دھاگہ یا لڑی رہے گی

امام ترمذی' ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا تمام حمد اللہ کے لئے جس نے مجھے جسم چھپانے کے لئے کپڑا عنایت فرمایا اور مجھے زندگی میں اس کے ذریعے زینت بخشی اس کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے جس نے نیا کپڑا پہنا مذکورہ دعا کی اور پرانا کپڑا صدقہ کر دیا

کان فی کنف اللہ وفی حفظ اللہ وفی ستر اللہ حیاو میتا

دنیاوی اور اخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس کی حفاظت اور اس کی شفقت میں ہو جاتا ہے۔

مسلمان کو خوش کرنا

کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ اہم فریضہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور

اللہ تعالیٰ کو فرائض کے بعد کسی کا دل خوش رکھنا پسندیدہ عمل ہے

علی المسلم

(المعجم الکبیر للطبرانی)

بخشش کا ذریعہ

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخشش کے اسباب میں سے ایک یہ ہے

ادخالک السرور علی اخیک المسلم — کہ تم مسلمان بھائی کے دل کو خوش رکھو

افضل عمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل عمل یہ ہے

ادخال السرور علی المومن — کہ مسلمان کے دل کو خوش کیا جائے خواہ یہ کپڑا پہنا کر ہو یا اس کی بھوک کو دور کرکے یا اس کی کسی بھی ضرورت کو پورا کرکے ہو

اللہ تعالیٰ کی خوشی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسے ملا کہ وہ اس سے اسے خوشی ہوئی

سرّہ اللہ عزوجل یوم القیامہ (الطبرانی) — روز قیامت اللہ اسے خوشی عطا فرمائے گا

مقالات کی فہرست

جلد اول میں یہ ۹ مقالات ہیں:

جلد سوم میں مقالات

جلد سوم میں مندرجہ ذیل ۱۱ مقالات ہیں

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا
(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعتِ ذکر مصطفےٰ ﷺ

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۴۔ تحفۂ درود و سلام

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفےٰ ﷺ

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)

۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۱۰۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی کی حیات و خدمات

۱۱۔ کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضية فی الرد علی من ینکر الزیارة المحمدية — قاضی القضاۃ امام ابو عبداللہ محمد سعدی مصری اخنائی مالکی (ت: ۷۵۰)

جلد دوم میں مقالات

جلد دوم میں یہ ۱۲ مقالات ہیں:

۱۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ کا صحیح مفہوم

۲۔ صحابہ اور علم نبوی ﷺ

۳۔ وسعت علم نبوی ﷺ

۴۔ قرآن اور روحانی علوم

۵۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ

۶۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

۷۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے

(طرح السقط للسیوطی کا ترجمہ)

۸۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے

(شعلۃ نار للسیوطی کا ترجمہ)

۹۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

۱۰۔ نعل پاک حضور ﷺ

۱۱۔ کیا اولیاء اللہ اور جنت ایک ہیں؟

۱۲۔ نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی

کی

حیات وخدمات

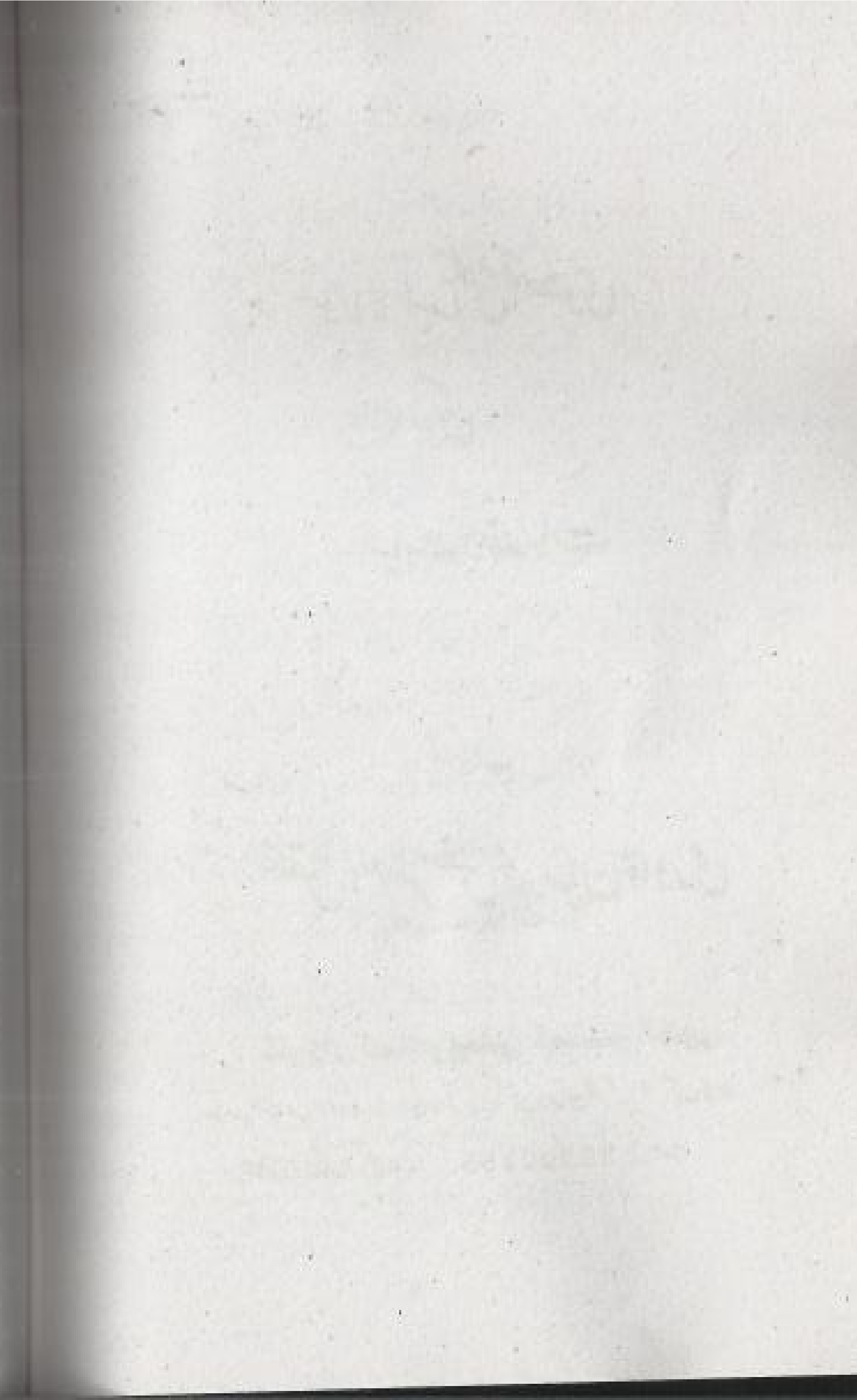
تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1 ،میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048



علامۃ الہند

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حیات و خدمات

تحریر: مفتی محمد خان قادری

فقہ حنفی پر دیگر مسالک ثلثہ کی طرح عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بہت کام ہوا ہے۔ برصغیر میں اس موضوع پر جن اہل علم نے اہم خدمات سرانجام دیں ان میں علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی بھی ہیں۔ عرب کے مشہور فاضل شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مرحوم نے اپنے استاذ امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر علامہ پر خوب کام کیا ان کی متعدد کتب پر نہایت ہی علمی وقیمتی حواشی تحریر کر کے انہیں شائع کیا۔ اسی وجہ سے بحمد اللہ عالم عرب بھی علامہ کے نام سے محض متعارف ہی نہیں ہوا بلکہ مستفید بھی ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے ۱۴۱۳ ہجری میں جامعہ سکندریہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ انصاری الجوینی کی رہنمائی میں علامہ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا اس کا عنوان تھا "الامام عبدالحی اللکھنوی وجھودہ فی علوم الحدیث"۔ اس مقالہ کا نصف حصہ دمشق سے الامام عبدالحی اللکھنوی کے نام سے ۱۴۱۵ کو شائع ہو گیا۔ بقیہ حصہ بقول مصنف عنقریب شائع ہو جائے گا، بندہ نے زیادہ استفادہ اس مطبوعہ مقالہ سے کیا ہے۔ آیئے اختصاراً علامہ کی حیات وخدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا خاندان مدینہ طیبہ سے ہرات، وہاں سے لاہور، پھر سہالی اور پھر لکھنو منتقل ہوا۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت عبداللہ انصاری ابو منصور بن ابوایوب انصاری، حضرت عثمان رضی اللہ کے دور خلافت یعنی ۳۱ ہجری میں شہر مدینہ سے خراسان کے علاقہ میں جہاد کے لئے تشریف لائے وہاں سے ہرات منتقل ہوئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ سب سے پہلے جو شخص اس خاندان میں سے ہرات سے ہندوستان آئے ان کا اسم گرامی ملا جلال الدین بن خواجہ سلیم ہے۔

علمی خاندان:

آپ کا خاندان نہایت ہی علمی ہے آپ کے آباء واجداد میں سے اکثر اپنے وقت کے

علماء فتویٰ میں شامل تھے۔ مثلاً آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم اپنے وقت کے مسلم الثبوت عالم ہیں اسی طرح آپ کے جد اول شیخ امین حافظ قرآن تھے اور فتویٰ تحریر فرمایا کرتے۔ آپ کے جد ثانی ملا محمد اکبر، جد ثالث مفتی احمد ابو الرحم عظیم فقیہ و عابد تھے آپ کے جد سادس ملا عبدالعزیز، فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین میں شامل تھے۔ لے

علماء کا مرکز:

آپ کا تعلق لکھنؤ شہر سے ہے اور اس شہر میں آپ کے علاوہ تقریباً ۲۵۰ سے زائد علماء پیدا ہوئے جو فقہ، حدیث، تفسیر، لغت، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے ماہر تھے۔ ۲

ان اہل علم میں سے ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید بھی ہیں جو مدارس اسلامیہ کے موجودہ نصاب کے بانی اور مؤسس ہیں۔ سید غلام آزاد کہتے ہیں۔

ھو عالم خبیر فاضل نحریر وھو مونس الدرس النظامی الذی ما زال یطبق فی مدارس شبہ القارۃ الھندیہ۔ ۳

''وہ بہت بڑے فاضل اور جید عالم ہیں۔ وہ اس نصاب درس نظامی کے بانی ہیں جو اب ہندوستان میں رائج ہے''۔

مولانا عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:

جاء الشیخ نظام الدین السھالوی واحدث فی دروس الھند نظاما جدیدا تلقاہ الناس بالقبول ولم ینقص الی الآن منہ شئی۔ ۴

''شیخ نظام الدین سہالوی کا دور آیا تو انہوں نے ہندوستان کے مدارس کے لئے نیا نصاب مرتب کیا اسے قبول کیا گیا اور اب تک اس میں کسی قسم کی کوئی کمی و ترمیم نہیں کی گئی''۔

انہی علماء میں سے ملا عبدالعلی بن ملا نظام الدین ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انہیں بحر العلوم کا لقب دیا ہے۔ ۵ رسائل الارکان جیسی عظیم کتاب انہی کی تصنیف ہے۔

آپ کے والد اور استاذ مولانا عبدالحلیم لکھنوی:

مولانا محمد عبدالحلیم بن شیخ محمد امین آپ کے والد گرامی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے استاد بھی ہیں سب سے زیادہ تعلیم انہی سے حاصل کی۔ موصوف کی ولادت ۱۲۳۹ ہجری کو لکھنؤ میں ہوئی، دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اس کے بعد دیگر علوم دینیہ کے حصول

میں مشغول ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی شیخ محمد امین سے پڑھیں۔ ۱۲۵۳ میں ان کے وصال کے بعد اپنی والدہ کے دادا مولانا محمد ظہور اللہ المتوفی ۱۲۹۰ اور اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد اصغر المتوفی ۱۲۸۶ سے حاصل کیے۔ حدیث کی تعلیم، شیخ محدث حسین احمد ملیح آبادی اور شیخ محدث مرزا حسن علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔

آغاز تدریس:

علوم نقلیہ وعقلیہ کے حصول کے بعد اپنے شہر میں ہی تدریس شروع کی۔ ۱۲۶۰ھ میں شہر باندہ کی طرف سفر کیا وہاں نواب ذوالفقار دولہ کے مدرسہ میں چار سال تک تدریس فرمائی پھر واپس اپنے شہر لکھنؤ آگئے ایک سال تک وہاں رہے۔

مدرسہ امامیہ حنفیہ میں:

پھر شہر جونپور کے رئیس محمد امام بخش (المتوفی ۱۲۷۸ المکرمہ) نے اپنے مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کے لئے بلایا وہاں نو سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کثیر تعداد میں اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۲۷۶ میں وطن لوٹے ایک سال تک لکھنؤ رہے۔

مدرسہ نظامیہ میں:

پھر شجاع الدولہ مختار الملک النواب تراب علی خاں المتوفی ۱۳۰۰ نے حیدر آباد میں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے لئے عرض کیا تو وہاں تشریف لے گئے۔

زیارت حرمین شریفین:

۱۲۷۹ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس مبارک سفر میں وہاں کے اہل علم سے ملاقات اور سند حدیث لینے کا شرف ملا۔

۱۔ محدث مفسر شیخ محمد جمال بن عمر حنفی المتوفی ۱۲۸۴ (۲)۔ محدث مفسر شیخ احمد بن زینی دحلان المتوفی ۱۳۰۴ (۳)۔ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی مدرس مسجد نبوی (۴)۔ محدث شیخ عبد الغنی بن ابی سعید مجددی (۵)۔ مولانا عبد الرشید بن احمد سعید مجددی، حیدر آباد میں عدالت نظامیہ کے ناظم بھی رہے۔

وصال:

۱۲۸۵ھ ماہ شعبان میں حیدر آباد میں وصال ہوا اس وقت ان کی عمر چھیالیس برس تھی۔

تصانیف:

تدریس کے ساتھ ساتھ گراں قدر تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، شیخ محمد عنایت اللہ فرنگی محلی نے ان کے حواشی اور تصانیف کی تعداد چوبیس تحریر کی ہے۔[6]

ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن۔ ۲۔ نظم الدرر فی سلک شق القمر۔ ۳۔ الکلام فی مسائل الصیام۔ ۴۔ رسالہ فی الاشارہ بالسبابہ۔ ۵۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار۔ ۶۔ حاشیہ ہدایہ آخرین۔ ۷۔ نور الایمان فی آثار حبیب الرحمان

علامہ کی ولادت:

علامہ عبدالحی لکھنوی کی ولادت ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۴ ہجری بروز منگل بمقام باندہ ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم لکھنوی ان دنوں وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ شیخ الطاف الرحمن نے احوال علماء فرنگی محل میں آپ کی ولادت کا سن ۱۲۶۵ قرار دیا ہے جو درست نہیں کیونکہ علامہ نے خود تصریح کی ہے۔ ولدت فی بلدۃ باندا فی السادس والعشرین من ذی القعدہ یوم الثلاثا من السنۃ الرابعۃ والستین بعد الالف والمائتین۔[7]

"بندہ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۴ کو منگل کے روز مقام باندا میں پیدا ہوا"۔

نام:

والد گرامی نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا نام "عبدالحی" رکھا[8] حضور ﷺ کے اسم گرامی سے حصول برکت کے لئے اپنے نام کے ساتھ "محمد" لکھا کرتے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابوالحسنات ہے اس کے بارے میں خود رقمطراز ہیں۔

کنیتی ابوالحسنات کنانی بہ والدی بعد بلوغی[9]

"میری کنیت ابوالحسنات ہے میرے بلوغ کے بعد والد گرامی نے مجھے یہ کنیت عطا کی"۔

نسب:

نسبی طور پر آپ کا سلسلہ میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے

۔اسی وجہ سے انصاری کہلائے،صحابی رسول اللہ اور آپ کے درمیان ۳۴ واسطے ہیں۔[۱]

لکھنوی:

یہ شہر لکھنؤ کی طرف نسبت ہے۔ہندوستان میں لکھنؤ مشہور شہر کا نام ہے۔فرنگی محل اس کے ایک محلہ کا نام ہے جسے ایک فرانسیسی تاجر نے آباد کیا تھا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ایک نہایت ہی علمی خاندان اور گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن میں ہی علم دین کی تعلیم شروع کر دی۔

حفظ قرآن:

پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا۔پہلے حافظ قاسم علی لکھنوی سے آخری پارہ پڑھا۔پھر وہاں سے آپ کے والد جونپور میں مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کیلئے تشریف لے گئے تو وہاں حافظ ابراہیم مرحوم سے بقیہ قرآن مجید حفظ کیا۔دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل ہوا،اسی سال تراویح میں قرآن کریم سنانے کا شرف ملا۔خود لکھتے ہیں:

وصلیت اماما فی التراویح وکان عمری عشر سنین ۔[۱]

"میں نے تراویح میں امامت کی،حالانکہ اس وقت میری عمر دس سال تھی"۔

تحصیل علوم:

حفظ قرآن پاک کے بعد عمر کے گیارہویں سال میں علوم دینیہ و درسیہ کی تعلیم شروع کی جن میں صرف نحو،معانی،منطق،حکمت،طب،فقہ،اصول فقہ،علم کلام،حدیث،اصول حدیث اور تفسیر شامل ہیں۔

سترہ سال کی عمر میں فراغت:

ان علوم درسیہ سے فراغت اور تکمیل کے وقت علامہ کی عمر ۱۷ سال تھی خود رقمطراز ہیں:

ففرغت من جمیع الکتب معقولا و منقولا حین کان عمری سبع عشرة سنة "میں جب تمام کتب معقول و منقول سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر ۱۷ سال تھی"۔[۲]

والد گرامی سے حصول علم:

آپ نے اپنے والد گرامی سے ہی زیادہ تحصیل علم کیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد نعمت اللہ المتوفی ۱۲۹۰ اور مولانا خادم حسین سے علم ریاضی اور حساب کی تعلیم لی۔

تدریس و تالیف سے محبت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی تدریس و تالیف سے وافر محبت عطا فرمائی تھی، زندگی بھر ان کا یہی مشغلہ رہا حتیٰ کہ زمانہ طالب علمی میں بھی تدریس کرتے تھے ایک جگہ یہ لکھتے ہیں۔

وقد القی اللہ فی قلبی من عنفوان الشباب بل فی زمن الصبا محبۃ التدریس و التالیف فلم اقراء کتابا درسته بعده [۱۳]

"اللہ تعالیٰ نے ابتداء جوانی بلکہ بچپن سے ہی میرے دل میں تدریس و تالیف کی محبت پیدا فرما دی میں نے جو کتاب بھی پڑھی بعد میں میں نے اسے پڑھایا بھی"۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و من منحہ تعالیٰ علی انه القی محبۃ العلم فی قلبی و اخراج الفۃ امور الریاسۃ منی حتی ان الوالد العلام ادخله اللہ فی دار السلام لما توفی فی حیدر آباد من مملکۃ الدکن و کان ناظما للعدالۃ اصرمنی جمیع الاحباب ایثار عهدۃ القضاء فتنفرت منها ظنامنی ان ایثاره مع مالیه من خطر الحساب یعوقنی عن الاشتغال بالتدریس والتصنیف فقنعت بالیسیر و ترکت الکثیر [۱۴]

"مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے میرے دل میں علم کی محبت ڈال دی اور اس نے حکومت کی ہوس ختم فرما دی حتیٰ کہ میرے والد علامہ (اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے) جب فوت ہوئے تو حیدر آباد دکن میں عدالت کے ناظم تھے مجھے بھی تمام احباب نے یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا لیکن میں نے بیزاری کا اظہار کیا اس لئے کہ ایک تو اس کا حساب دینا مشکل ہے اور دوسرے مجھے یہ تدریس و تالیف سے مشغول رکھے گا اس لئے میں نے تھوڑے پر اکتفا کرتے ہوئے کثیر کو ترک کر دیا"۔

فرماتے ہیں میں نے ایسی کتب بھی طلبہ کو پڑھائی ہیں جو میں نے کسی استاذ سے نہیں پڑھی تھیں۔ مثلاً شرح اشارات للطوسی، الافق المبین، قانون الطب اور رسائل عروض [۱۵]

مطالعہ سے محبت:

مطالعہ کتب کا یہ عالم تھا کہ ان کے شاگرد مولانا محمد حفیظ اللہ کا بیان ہے استاذ گرامی اکثر فرمایا کرتے:

انی لما اکون مریضا فمن علامات صحتی شوقی الی مطالعة کتب العلوم

''میں جب کبھی بیمار ہوتا تو میری صحت کی علامت مطالعہ کتب علوم کا شوق ہے''

خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جب استاذ گرامی کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا لوگ تعزیت کے لئے آپ کے پاس آرہے تھے۔

فوجدوا مشغولا بمطالعة الکتب فعجبوا منه فلله المشتکی ما جاء عنده احد الا تعجب و قام بحیرة النفس [۱۶]

''تو انہوں نے آپ کو مطالعہ کتب میں پایا تو حیران ہوئے، اللہ کی شان جو بھی آتا دیکھ کر ششدر رہ جاتا''۔

تحصیل و خدمت علم میں سردی گرمی اور بھوک پیاس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

آدھی رات تک:

مطالعہ، تدریس اور تصنیف کا اندازہ اس سے کیجئے کہ دن کے علاوہ روزانہ نصف رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا اس میں کسی قسم کا ملال و تھکاوٹ محسوس نہ کرتے، تصنیف اور تالیف کا سلسلہ تو سفر میں بھی جاری رہتا۔

۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف:

ان کی علمی محبت و محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی کے ابتدائی سالوں یعنی بارہ سال کی عمر میں انہوں نے دو کتب تصنیف کیں۔ (۱) المبین فی شرح المیزان (یہ میزان الصرف کی شرح ہے) (۲) امتحان الطلبہ فی الصیغ المشکلہ

عقد نکاح:

۱۲۸۳ میں علامہ کی شادی ان کے چچا حافظ محمد صدری کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس وقت علامہ کی عمر انیس سال تھی۔ [۱۷]

زیارت حرمین شریفین:

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف عطا فرمایا، پہلی دفعہ

۱۲۷۹ ہجری میں اپنے والد گرامی کی معیت میں یہ مبارک سفر نصیب ہوا، اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ دوسری دفعہ ۱۲۹۲ میں حاضری ہوئی۔ ۱۸

سفر حج میں ان علماء سے استفادہ کیا۔

ا۔ شیخ احمد زینی دحلان المتوفی ۱۳۰۴۔ (۲)۔ شیخ عبدالغنی دہلوی المتوفی ۱۲۹۶۔ (۳)۔ شیخ عبداللہ حنبلی المتوفی ۱۲۹۵

علامہ کا مسلک:

علامہ بلاشبہ مسلکاً حنفی تھے۔ متعدد مقامات پر انہوں نے خود اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

اللکھنوی وطنا الانصاری والایوبی القطبی نسباً الحنفی مذھباً و مشرباً۔

"میں وطن کے اعتبار سے لکھنوی، نسب کے اعتبار سے انصاری، ایوبی اور قطبی ہوں مذہب اور مسلک کے اعتبار سے حنفی ہوں"۔

مسلک اعتدال:

لیکن وہ ہمیشہ اعتدال کی راہ پر بڑی سختی سے گامزن رہے۔ افراط و تفریط سے دور رہنے کی کوشش کرتے رہے اور کسی بھی اہل علم کی یہی شان ہونی چاہیے اسی بارے میں علامہ لکھتے ہیں:

من منحه التی رزقت التوجه الی فن الحدیث و فقه الحدیث ولا اعتمد علی مسألة مالم یوجد اصلها من حدیث او آیة وما کان خلاف الحدیث الصحیح الصریح اترکه و اظن المجتهد فیه معذورا بل ماجورا ؟ و لکنی لست ممن یشوش العوام الذین هم کالانعام بل اکلم الناس علی قدر عقولهم۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے فن حدیث اور درایت حدیث کے مطالعہ کی توفیق دی ہے میں کسی مسئلہ پر آیت یا حدیث کے بغیر اعتماد نہیں کرتا جو حدیث صریح صحیح کے خلاف ہو میں اسے ترک کر دیتا ہوں اور مجتہد کو اس میں معذور بلکہ ماجور سمجھتا ہوں لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عوام کالانعام کو پریشان کرتے ہیں بلکہ میں ان کی عقول کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہوں"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ومن منحه انه جعلنی سالکا بین الافراط و التفریط لاتاتی مسألة معرکة

الاراء بين يدى الا المهت الطريق الوسط فيها ولست ممن يختار التقليد البحث بحيث لا يترک قول الفقهاء و ان خالفه الادلة الشرعية ولا ممن يطعن عليهم و يهجر الفقه بالكلية ۲۰ع

''اللہ تعالیٰ کی مجھ پر یہ بھی عنایت ہے کہ میں افراط و تفریط کے درمیان رہتا ہوں کوئی مسئلہ معرکۃ الآراء ایسا نہیں جس میں متوسط راہ نہ اپناسکوں میں اس طرح کا مقلد نہیں ہوں کہ فقہا کے قول نہ چھوڑوں اگرچہ وہ ادلہ شرعیہ کے خلاف ہو اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو فقہا کرام پر طعن کرتے ہوئے بالکلیہ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔''

مخالف کا احترام:

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں سے ان کا علمی اختلاف تھا آپ اسے ذاتی اختلاف نہیں بناتے تھے بلکہ ان کا احترام و اکرام کرتے، شیخ محمد بشیر سہوانی سے زیارت نبوی کے بارے میں اختلاف تھا لیکن شیخ سہوانی جب بھی لکھنؤ آتے آپ ہی کے مہمان بنتے۔ مولانا عبدالباقی لکھتے ہیں۔

كان الشيخ محمد بشير السهسواني كلما دخل لكهنو نزل ضيفاً على الشيخ عبدالحی فيستقبله بالاحترام و البشاشه و يمسكه فی ضيافته اياما كثيرة ازيد مما يريد الشيخ۔

''شیخ محمد بشیر سہوانی جب بھی لکھنؤ آتے تو شیخ عبدالحی کے مہمان بنتے۔ آپ انہیں بڑے احترام اور خوشی سے ملتے اور شیخ کے ارادے سے بھی زائد ان کی میزبانی کرتے۔ ۲۱

نواب صدیق حسن خاں کا اعتراف:

اس بنا پر اختلاف رکھنے والے لوگ بھی آپ کے علم و کمال کے معترف تھے۔ نواب صدیق حسن خان کے بیٹے علی حسن خان کا بیان ہے جب میرے والد بزرگوار کو علامہ کے وصال کی خبر پہنچی تو ان کا سر جھک گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے دعا کرتے ہوئے کہنے لگے:

اليوم غربت شمس العلم ''آج علم کا سورج غروب ہو گیا''۔ ۲۲

ایک مجلس میں شیخ نذیر حسین دہلوی نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا:

انت فريد دهره و وحيد عصره ماجاء احدبما جئت به فی هذه المائة فبارک الله فی حياتک و بركاتک

"آپ اپنے دور میں منفرد و یکتا عالم ہیں اس صدی میں تمہاری مثل سامنے نہیں
اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی میں برکت عطا فرمائے"۔ ۴۳

خدمت فقہ حنفی:

برصغیر میں جن اہل علم نے فقہ حنفی کی نمایاں خدمت کی ہے ان میں علامہ کا نام بھی ہے۔ آپ نے فقہ اور اصول فقہ حنفی پر تقریباً اکاون کتب تحریر کی ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر تصانیف کے عنوان کے تحت آ رہا ہے۔

یاد رہے اس موضوع پر ان علماء کا کام بھی نہایت اہم اور قیمتی ہے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں قادری۔ خصوصاً ان کا فتاویٰ رضویہ۔

۲۔ مولانا ظفر احمد تھانوی۔ اعلاء السنن (عربی میں)

۳۔ مولانا امجد علی اعظمی، بہار شریعت (اردو میں)

۴۔ مولانا سید عبداللہ شاہ محدث دکن، زجاجۃ المصابیح یعنی حنفی مشکوٰۃ

وصال:

آپ کے عظیم شاگرد ابوالفضل محمد عبداللہ کا بیان ہے کہ ۱۳۰۴ کے وسط میں علامہ کا مرض وصال شروع ہوا۔ ۱۳۰۴ ربیع الاول کے آخر میں آپ نے تمام دوستوں کی دعوت کی جس میں خود شریک ہوئے اور فرمایا:

الصحبہ غنیمہ لا یعلم احد من یبقی بعد ھذ الجلسہ

۱۳۰۴ ہجری تیس، ربیع الاول پیر کی رات آپ کا وصال ہوا۔

نماز جنازہ:

تین دفعہ جنازہ ادا کیا گیا، بیس ہزار سے زائد افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ ۴۴

مزار اقدس:

آپ کا مزار اقدس، باغ انوار الحق لکھنؤ میں ہے۔

انتالیس سال عمر:

آپ کی کل عمر انتالیس سال چار ماہ ہوئی، اس مختصر عرصہ میں ان کے کام سے آگاہ ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خصوصی رحمت و فضل تھا۔

اہل علم و فضل کی نظر میں:

ان کے معاصرین سے لے کر اب تک علماء عرب و عجم نے ان کے علمی مقام کو بڑے شرح صدر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۔ نامور مورخ فقیہ شیخ محمد بن عبداللہ مفتی حنابلہ مکہ المکرمہ المتوفی ۱۲۹۵ھ رقمطراز ہیں:

قاله اية في هذا لزمان و نعمة من الله على انواع الانسان وقد اجتمعت به فرايت منه ما يملأ العين قرة و يفعم القلب مسرة من استحضاره للاحاديث النبوية و تصوره للنصوص الفقهية ۴۵

وہ اس دور میں اللہ تعالیٰ کی نشانی اور انسان پر اس کی نعمت ہیں میں ان سے ملا ہوں۔ ان میں ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو مسرور کرتی ہیں۔ مثلاً احادیث نبوی کا استحضار اور نصوص فقہیہ کا حفظ"۔

۲۔ علامہ محدث حافظ عبدالحی الکتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

انه خاتمة علماء الهند و اكثرهم تاليفاً و اتمهم تحريرا واطلاعا و انصافا و توسطا و كان صاحب مهة لا تعرف الملل ۴۶

"وہ ہندوستان میں خاتمہ العلماء کا درجہ رکھتے ہیں۔ دیگر علماء سے تالیف میں کثرت، تحریر معلومات انصاف اور توسط میں کامل ہیں۔ بڑے باہمت و حوصلہ ہیں، تھکاوٹ و ملال کا ان میں نشان نہیں"۔

۳۔ شیخ عمر رضا کحالہ نے عظیم محدث قرار دیتے ہوئے لکھا:

ابو الحسنات عبدالحي محدث مورخ۔ ۴۷

"علامہ ابوالحسنات عبدالحی عظیم محدث اور مورخ ہیں"۔

۴۔ شیخ خیر الدین زرکلی کہتے ہیں:

عالم بالحديث والتراجم من فقهاء الحنفيه ۴۸

"فقہاء حنفیہ میں سے حدیث اور فن رجال کے فاضل ہیں"۔

۵۔ شیخ محمد زاہد الکوثری لکھتے ہیں شیخ محمد عبدالحی لکھنوی

اعلم اهل عصره باحاديث الاحكام ۴۹

"اپنے دور میں احادیث احکام سے سب سے بڑے عالم ہیں"۔

۶۔ علامہ فقیر محمد جہلمی، قدوۃ المحققین قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

انه كان فقيها محدثا فضلا عديم النظير جامعا للمعقول و المنقول عارفا للاصول والفروع قدوة المحققين ۔ ۳۰

"آپ فقیہ، محدث اور بے مثل فاضل تھے۔ معقولات و منقولات کے جامع، اصول و فروع کے عارف اور محققین کے سرخیل کا درجہ رکھتے تھے"۔

۷۔ سید نواب صدیق حسن خان نے آپ کے وصال پر کہا:

اليوم غربت شمس العلم۔ ۳۱

"آج علم کا سورج غروب ہو گیا"۔

۸۔ علامہ ابراہیم بن عثمان مصری آپ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مولانا علامة الزمان و شمس اهل العرفان الصالح الكامل ۳۲

"مولانا زمانہ کے علامہ اور اہل عرفان کے سرتاج تھے۔ نہایت صالح اور کامل تھے"

۹۔ مشہور مورخ عبدالحی حسنی معاصر ہونے کے باوجود کہتے ہیں:

كان متبحرا فى العلوم معقولا و منقولا مطلعا على دقائق الشرع و غوامضه تبحر فى العلوم و تحرى فى نقل الاحكام و حرر المسائل و انفرد بالهند بعلم الفتوى فسارت بذكره الركبان بحيث ان علماء كل اقليم يشيرون الى جلالته ....

انه كان من عجائب الزمن و من محاسن الهند ، كان الثناء عليه كلمة اجماع والاعتراف بفضله ليس عليه نزاع ۳۳

''معقول و منقول علوم کے متبحر عالم، شرع کے دقائق و غوامض سے آگاہ، علوم میں راسخ، نقل احکام میں صاحب رائے تھے۔ ہندوستان میں علم فتوی میں یکتا تھے۔ ان کے تذکرے اور شہرت کا یہ عالم کہ تمام ممالک میں ان کی جلالت مسلمہ ہے.......... اپنے دور کے عجائب میں سے ہیں اور ہندوستان کی زینت بھی، وہ متفقہ اور مسلمہ عالم ہیں، ان کے فضل کے اعتراف میں کوئی اختلاف نہیں"۔

۱۰۔ علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ علامۃ الہند کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الرجل امام فی العلم و امام فی کثرة التالیف المفیدة المتقنة مع قصر العمر فقد عاش تسعا و ثلاثین سنه و اربعة اشهر ۳۴؎

''یہ شخصیت علم میں امام، اسی طرح تالیفات مفیدہ میں بھی امام ہیں۔ حالانکہ ان کی عمر انتالیس سال چار ماہ ہوئی''۔

تصنیف و تالیف:

علامہ لکھنوی نے متعدد علوم و فنون پر نہایت ہی علمی اور تحقیقی تصانیف و کتب تحریر کیں۔ کسی مسئلہ پر جس قدر وہ مواد فراہم کرتے ہیں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہل علم ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس کرتا ہے شاید انہوں نے ایک طویل عمر اس موضوع کے مطالعہ کے بعد ہی اسے تصنیف کیا ہے کیونکہ اس قدر مواد دوسری جگہ متاد شوار ہوتا ہے۔ ۳۵؎

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں علامہ لکھنوی کی تصانیف میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اس سے پہلے نہ تھیں۔

۱۔ کتاب کی ابتداء میں مقدمہ، جس میں ماتن و شارح کے احوال اور اس موضوع پر دیگر کتب کا تذکرہ

۲۔ کتاب پر حاشیہ اور تحقیق میں اس کے مختلف نسخوں سے استفادہ ۳۶؎

تصانیف کی تعداد:

ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ان کے شاگرد شیخ محمد عبد الباقی نے ان کی تعداد ۱۱۲ ذکر کی ہے۔ ۳۷؎

جب کہ شیخ عبد الفتاح کا کہنا یہ ہے:

الف الامام الکھنوی نحو مائة و خمسة عشر مولفاً

''امام لکھنوی نے تقریباً ۱۱۵ کتب تصنیف کیں''۔ ۳۸؎

لیکن مقدمہ الرفع والتکمیل میں مصنف کی زبانی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی تعداد ۱۰۷ شمار کیں ہیں۔ ۳۹؎

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے کتب کے بارے میں یہ تفصیل دی ہے۔ جس کے مطابق

ان کی تعداد ۱۴۰ انتی ہے۔

	موضوع	تعداد
۱۔	عقائد	۴
۲۔	حدیث	۸
۳۔	اصول فقہ	۱
۴۔	فقہ	۵۰
۵۔	فرائض	۱
۶۔	رقاق	۱
۷۔	تاریخ وتراجم	۱۹
۸۔	السیرۃ	۲
۹۔	المو الید والوفیات	۳
۱۰۔	منطق وحکمت	۲۵
۱۱۔	مناظرہ	۲
۱۲۔	نحو	۲
۱۳۔	صرف	۵
	کل تعداد	۱۴۰

۴۰ع

ہم یہاں حدیث، اصول فقہ اور فقہ پر تحریر کردہ کتب کے اسماء اور ان کے مختصر تعارف پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتب ہیں:

۱۔الرفع و التکمیل فی الجرح و التعدیل:

مسائل جرح وتعدیل پر عظیم کام ہے۔ ڈاکٹر نور الدین عتر کے بقول:

هو كتاب نفيس جدا في غاية الفائده ۴۱

"بڑی قیمتی کتاب ہے اور نہایت ہی مفید ہے۔"

علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رقمطراز ہیں:

هو اول كتاب الف في موضوعه ولم يسبق اليه على تمادى العصور ووفرة

الحفاظ النقاد المؤلفین فی علوم الحدیث ۴۲

"اس موضوع پر یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثل نہیں حالانکہ علوم حدیث کے بڑے بڑے ماہرین گزرے"۔

۲۔ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد:

یہ مشہور حدیث کی کتاب موطا امام محمد کا حاشیہ ہے۔ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف اسی موطا پر تعلیق میں لکھتے ہیں:

للکھنوی تعلیق جید یسمی التعلیق الممجد ۴۳

"شیخ لکھنوی نے موطا پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے جس کا نام التعلیق الممجد ہے"۔

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کا کہنا ہے کہ کسی عالم کی لائبریری کا اس کتاب سے خالی ہونا بڑی محرومی ہے۔ ۴۴

شیخ محمد شاذلی کہتے ہیں:

هذا الشرح من احفل الشروح مشحون بعيون المسائل قدم فيه مقدمه اودع فيها فوائد عليده۔ ۴۵

"یہ شرح بڑی کامل شرح ہے، قیمتی مسائل سے مالا مال ہے اور اس میں انہوں نے مقدمہ لکھا جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے"۔

۳۔ خیر الخبر فی اذان خیر البشر:

کیا رسالت مآب ﷺ نے نماز کے لئے اذان دی یا نہیں۔ یہ رسالہ اسی موضوع پر ہے۔

۴۔ الاجوبۃ الفاضلہ للاسئلۃ العشرۃ الکاملہ:

علوم حدیث سے متعلق دس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مثلاً تعارض احادیث کے موقعہ پر۔

۱۔ کیا نسخ مقدم ہے یا جمع؟

۲۔ کیا جمع، ترجیح پر مقدم ہے یا ترجیح مقدم ہے؟ ۳۔ وجوہ ترجیح کیا ہیں؟

۴۔ جب روای اپنے سے مروی روایت کے خلاف عمل کرے تو علماء کا موقف اس بارے میں کیا ہے؟

۵۔ جب حدیث کے صحابی کا قول یا عمل معارض ہو تو کیا اس میں توقف کیا جائے گا یا نہیں؟

اسی طرح نہایت ہی اہم دس سوالات کا جواب علامہ نے اس کتاب میں دیا ہے۔

محقق کتاب شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے خوب کہا:

تضمن هذا الكتاب ابحاثا جامعة محررة لم ينهض للكتابه فيها على استكمال و اتقان غير الامام الكهنوى فيما علمت۔ ٤٦

۵۔ الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة:

اس کتاب میں حدیث موضوع سے متعلقہ مسائل و احکام کا تذکرہ ہے، وضاعین اور اسباب وضع پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔

۶۔ شرح الحصن الحصین:

امام حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن شافعی المعروف امام ابن جزری المتوفی ۸۳۳ء کی کتاب حصن الحصین کی شرح ہے۔

۷۔ ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:

سید شریف جرجانی المتوفی ۷۹۲ء نے اصول حدیث پر مختصر کتاب تصنیف کی علامہ لکھنوی نے اسے بہتر اختصار قرار دیتے ہوئے اس کی بسیط شرح لکھی۔ آپ کے شاگرد محمد عبدالباقی کا بیان ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے حافظ ابن حجر کی کتاب ''نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر'' مختصر ہے جب ظفر الامانی تیار ہو جائے گی تو ہم اسے نصاب میں شامل کریں گے۔ ۴۷

۸۔ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس:

یہ رسالہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

اصول فقہ پر کتب:

صدر شریعہ عبیدی اللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۷ ہجری نے اصول فقہ کی ''تنقیح الاصول'' تحریر کی۔ پھر اس کی خود ہی شرح لکھی جس کا نام ''التوضیح فی حل غوامض التنقیح'' رکھا علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ نے اس کی ''التلویح'' کے نام پر مبسوط شرح لکھی، یہ کتاب مدارس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے اس پر نہایت ہی مفید حاشیہ تحریر فرمایا۔

فقہ حنفی پر کتب:

فقہ خصوصاً حنفی فقہ پر علامہ نے بڑا کام کیا۔ اس موضوع پر انہوں نے پچاس کتب تصنیف کیں، ان میں سے چند کے نام اور مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ احکام القنطرہ فی احکام البسملہ

بسم اللہ، کے معنی و مفہوم اور اس کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ افادۃ الخیر فی الاستیاو بسواک لغیر

کیا آدمی کسی دوسرے کا مسواک استعمال کر سکتا ہے؟

۳۔ الافصاح عن شہادۃ المراۃ فی الارضاع

ایک خاتون سے کوئی مرد نکاح کرنا چاہتا ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے۔ لیکن اس پر گواہ نہیں کیا نکاح ہو سکتا ہے؟

۴۔ اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعدلیس ببدعۃ

اس موضوع پر کام ہے کہ بزرگوں کا کثرت سے عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت کے تحت آتا ہے۔

۵۔ امام الکلام فیما یتعلق بالقراۃ خلف الامام

کیا امام کے پیچھے مقتدی پر قرأت لازم ہے یا نہیں؟

۶۔ الانصاف فی حکم الاعتکاف

احکام اعتکاف کا بیان ہے۔

۷۔ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار

سنت کے مفہوم اور مسئلہ تراویح پر تفصیلی بحث ہے۔

۸۔ تحفۃ الطلبۃ فی تحقیق مسح الرقبہ

وضو میں گردن کا مسح جائز ہے یا منع؟

۹۔ تحفۃ کلمۃ علی حواشی تحفۃ الطلبہ

یہ سابقہ کتاب پر حاشیہ و تعلیق ہے۔

۱۰۔ تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء

کیا خواتین کی جماعت جائز ہے؟ علامہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔

اذان کے بعد تثویب، مستحسن ہے

۱۲. تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجن و الملک

انس و جن کی ایک دوسرے کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟

۱۳. ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان

تمباکو کے استعمال میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے حرام، بعض نے مطلقاً جواز کا قول ہے علامہ نے راہ اعتدال اپنانے کی بات کی ہے۔

۱۴. القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم

نکاح محارم پر سقوط حد کا بیان ہے۔

۱۵. التعلیق علی القول الجازم

سابقہ کتاب پر حاشیہ بھی تحریر کیا، یہ اصل کتاب کے ساتھ ہی مطبوع ہے۔

۱۶. حاشیہ الھدایہ

امام مرغینانی نے فقہ حنفی پر بڑے مبسوط کتاب ہدایہ کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں اس پر علامہ نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ ابتدائی دو جلدوں پر ان کا ہے اور آخری دو نوں پر ان کے والد گرامی کا حاشیہ ہے۔

۱۷. حسن الولایة بحل شرح الوقایہ

شرح وقایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس پر آپ نے حاشیہ تحریر فرمایا۔

۱۸. السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایہ

یہ بھی شرح وقایہ کی مبسوط شرح ہے اسے مکمل نہ کر پائے۔ باب القراۃ تک ہے۔

۱۹. حاشیہ علی الجامع الصغیر

امام محمد نے فقہ حنفی پر الجامع الصغیر مرتب کی ہے۔ علامہ نے اس پر نہایت ہی قیمتی حاشیہ لکھا۔

۲۰. ردع الاخوان عن محدثات اخر جمعہ رمضان

کچھ لوگ رمضان کے آخری جمعہ میں قضا عمری پڑھتے ہیں یعنی ایک نماز نفل ادا کرتے ہیں جس کے بعد یہ تصور کر لیتے ہیں کہ اس کے بعد عمر بھر کی نمازوں کی قضا کی ضرورت نہیں رہتی علامہ نے اس کے رد میں کتاب تحریر فرمائی۔

۲۱. زجر ارباب الریان عن شرب الدخان

کچھ لوگوں نے یہ رائے دی کہ دوران روزہ حقہ پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا علامہ

موصوف نے اس کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

۲۲. زجر الشبان عن ارتکاب الغیبہ

غیبت بہت بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں اس کی برائی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔ علامہ نے غیبت کے موضوع پر کتاب تحریر فرما کر اہل اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔

۲۳. سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر

ذکر میں اختلاف ہے کہ اسے بلند آواز میں کیا جانا چاہیے یا نہیں؟ علامہ نے اس موضوع پر کام کر کے راہ اعتدال اپنانے کی تلقین کی ہے۔

۲۴. عمدہ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ

یہ بھی شرح وقایہ کی شرح ہے۔

۲۵. عمدۃ النصائح فی ترک القبائح

برائیوں کی قباحت پر کام ہے۔ مثلاً حسد، قطع رحمی، بخل، تکبر، جھوٹ، غصہ وغیرہ

۲۶. غایہ المقال فیما یتعلق بالنعال

نعلین سے متعلق احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں رسالت مآب ﷺ کے نعل مبارک کے بارے میں بھی کافی مواد موجود ہے۔

۲۷. الفلک الدوار فی رویۃ الھلال بالنھار

اگر تیس شعبان کو دن میں چاند نظر آ جائے تو کیا رکھا ہوا روزہ توڑ دیا جائے یا جاری رکھا جائے۔

۲۸. الفلک المشحون فیما یتعلق بانتفاع المرتھن بالمرھون

کیا مرتھن، مرھونہ شی سے استفادہ کر سکتا ہے؟

۲۹. القول الاشرف فی الفتح من المصحف

کیا مقتدی قرآن کھول کر امام کی قرات میں لقمہ دے سکتا ہے؟

۳۰. القول المنشور علی القول المنشود

۳۱. القول المنشور فی ھلال خیر الشھور

دونوں چاند کے بارے میں ہیں۔

۳۲. الکلام الجلیل فیما یتعلق بالمندیل

وضو کے بعد تولیہ کا استعمال جائز ہے؟

۳۳۔ **مجموعہ الفتاوی**

تین حصص پر مشتمل فتاوی بھی آپ کی تصانیف میں ہے۔

۳۴۔ **نخبہ الانظار علی تحفہ الاخیار**

یہ تحفۃ الاخیار پر حاشیہ ہے۔

۳۵۔ **نزھہ الفکر فی سبحہ الذکر**

ذکر کے لیے تسبیح کے جواز کا بیان ہے۔

حواشی

۱۔ اثار الاول از محمد قیام الدین ص ۷ (۲)۔ تذکرہ علماء فرنگی محل مولوی عنایت اللہ (۳)۔ سبحۃ المرجان فی اثار ہندوستان للبلگرامی، ج ۲، ص ۳۹ (۴)۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۹ (۵)۔ علم الحدیث فی الہند، ص ۵۲ (۶)۔ تذکرہ علماء فرنگی، ص ۱۳۰ (۷)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۳۱ (۸)۔ مقدمہ التعلیق الممجد، ص ۲۸ (۹)۔ مقدمہ التعلیق الممجد، ص ۲۸ (۱۰)۔ حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم، ۸۲ (۱۱)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۳۱ (۱۲)۔ النافع الکبیر، ص ۱۵ (۱۳)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۳۱ (۱۴)۔ الرفع والتکمیل، ص ۲۷ (۱۵)۔ مقدمہ الہدایہ، ص ۱۴ (۱۶)۔ کنز البرکات از محمد حفیظ اللہ بندوی، ص ۹ (۱۷)۔ حسرۃ العالم، ص ۹۰ (۱۸)۔ مقدمہ تعلیق الممجد، ص ۱۱ (۱۹)۔ القول المنشور، ص ۱۰ (۲۰)۔ النافع الکبیر، ص ۱۵۴ (۲۱)۔ کنز البرکات، ص ۳۳ (۲۲)۔ الیاقوت والمرجان فی ذکر علی سبحان ص ۱۰ (۲۳)۔ نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۹۳ (۲۴)۔ کنز البرکات، ص ۶ (۲۵)۔ حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول، ص ۸ (۲۶)۔ فہرس الفہارس، ج ۲، ص ۲۹۹ (۲۷)۔ معجم المؤلفین، ج ۱۱، ص ۳۸ (۲۸)۔ الاعلام، ج ۷، ص ۵۹ (۲۹)۔ مقدمہ علی نصب الرایہ، ص ۳۹ (۳۰)۔ حدائق الحنفیہ، ص ۴۸۵ (۳۱)۔ نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۱۹۳ (۳۲)۔ مقدمہ الرفع التکمیل، ص ۳۹ (۳۳)۔ نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲۳۵ (۳۴)۔ مقدمہ التعلیق الممجد، ج ۱، ص ۳۱ (۳۵)۔ مقدمہ التعلیقات الحافلہ، ص ۱۴ (۳۶)۔ علم الحدیث بالہند، ص ۹۳ (۳۷)۔ تتمہ خیر العمل، ص ۳۲ (۳۸)۔ مقدمہ علی سباحۃ الفکر، ص ۵ (۳۹)۔ امام عبدالحئی اللکھنوی، ص ۱۶۵ (۴۰)۔ منہج النقد فی علوم الحدیث، ص ۱۱۵ (۴۱)۔ مقدمہ علی سباحۃ الفکر، ص ۵ (۴۲)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۲۶ (۴۳)۔ مقدمہ علی التعلیق الممجد، ص ۳۳ (۴۴)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۷۱ (۴۵)۔ مقدمہ الاجوبہ، ص ۱۹ (۴۶)۔ حسرۃ الفحول، ص ۲۹

کیا

سگِ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز



انتساب

سگانِ کوئے مدینہ کے نام

سگِ سگانِ کوئے مدینہ

محمد خان قادری

وجہ تالیف

پانچ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ سرگودھا سے محترم محمد اختر رضا قادری نے مجلہ الدعوۃ کے کچھ صفحات کا فوٹو بھیجا جس میں مبشر احمد ربانی صاحب کا ایک مضمون بعنوان "کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟" تھا۔ صاحب مضمون کا موقف یہ ہے کہ اپنے آپ کو سگ مدینہ کہنا شرف انسانیت کی توہین و تذلیل ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کو یہ کلمات نہیں کہنے چاہئیں۔

کثیر اولیا صلحاء امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ کہا ہے اور جتنے وہ کتاب و سنت سے آگاہ تھے ہم نہیں۔ اس مضمون کے مطابق تو ان سب نے غلط کہا حالانکہ ان تمام بزرگوں کو شریعت سے نابلد سمجھنا سراسر زیادتی ہے۔

ہم نے اپنے مضمون میں کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بطور تواضع و انکساری اور خوف و خشیت الٰہی کے پیش نظر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسے گمراہی و جہالت قرار دینا ہرگز مناسب نہیں ہاں جس کیفیت اور نقطۂ نظر سے اولیاء امت نے یہ طریق اپنایا اس کو سامنے رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، بحمد اللہ زیر بحث مسئلہ کے بہانے اس مقالہ میں تواضع و انکساری پیدا کرنے کے لیے بھی کافی مواد جمع ہوگیا ہے جو خود اپنی جگہ ہم سب کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

ننگ سگان مدینہ

محمد خاں قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات انبیا علیہم السلام' صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے اپنے خالق و مالک کے سامنے بطور تواضع و انکساری ہمیشہ اپنے آپ کو پست سے پست اور حقیر سے حقیر بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے رب سے خوف اور خشیت کی بنا پر کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہیں کہا اور نہ سمجھا بلکہ تمام مخلوق سے حقیر تر تصور کیا کیونکہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کی اس روح کو پا لیا تھا کہ جو اعتراف کرتے ہوئے "ربنا ظلمنا انفسنا" کہے گا اسے بلندی اور قرب خدا نصیب ہوگا اور "انا خیر منہ" سے پستی' ذلت اور لعنت کا طوق ملتا ہے۔ حضرات انبیا علیہم السلام نے معصوم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ظالم کہا۔ صحابہ یہ آرزو کرتے ہیں کاش ہم انسان نہ ہوتے' ہمارا حساب و کتاب نہ ہوتا' ہم درخت ہوتے' ہم چڑیا ہوتے بعض نے کہا کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کاش ہم چارپایوں کی مینگنی ہوتے اس کی پیروی میں بہت سے اہل معرفت اور ائمہ امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ وغیرہ کہا۔

ان کا مقصد محض یہ ہے کہ ہمارا مالک پاک ہے ہم ناپاک' وہ گھروالا ہے ہم اس کے دروازے پر دریوزہ گر' جس طرح سگ کو لوگ پہرے اور حفاظت کے لیے رکھتے ہیں کاش ہمیں بھی اللہ و رسول دین کی خدمت اور پہرے کے لیے رکھ لیں۔ کاش ہم اللہ و رسول کی عزت و ناموس پر حملہ آور ڈاکوؤں' لٹیروں اور چوروں پر کسی وفادار سگ کی طرح جان کی پرواہ کیے بغیر لپک پڑیں۔ جس طرح سگ بھوکے ننگے اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں' کاش ہمیں بھی اپنے مالک کے دروازے پر اسی انداز میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کردے صابر بھکے ننگے

جس طرح سگ اپنے مالک کے ٹکڑوں پر پلتا ہے اسی طرح ہمیں بھی اپ
آقا کے در کے ٹکڑے نصیب رہیں تو بگڑی بن سکتی ہے۔

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

پھر اہل معرفت نے قرآن و سنت میں سگ اصحاب کہف کے بارے میں پڑھا کہ وہ نیکوں کے ساتھ لگ گیا تو سگ ہونے کے باوجود وہ جنتی ہوگیا۔ قرآن نے اس کا بار بار تذکرہ کیا اس لیے وہ پکار اٹھے کاش ہمیں اپنے مالک کے ساتھ یہی نسبت حاصل ہو جائے۔

جن مخالفین نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ایسا کہنا خلاف شریعت اور انسانیت کی تذلیل و بے حرمتی ہے۔ ان کے سامنے قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو تو ہے' دوسرا نہیں ہم اس مقالہ میں دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

اللہ و رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے

ہر مسلمان کے لیے یہ لازم و ضروری ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کے ہر ہر حکم پر ایمان لائے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین
(البقرہ' ۲۰۸)

اے اہل ایمان اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو یقیناً وہ تمہارا اعلانیہ دشمن ہے۔

ان کے کسی حکم کو مان لینا اور کسی حکم کو نہ ماننا کسی مسلمان کے شایان شان نہیں بلکہ ایسا کرنے والا تو اللہ کا بندہ نہیں بلکہ خواہش کا بندہ ہوتا ہے اس نے تو خواہش نفس کو خدا بنا رکھا ہے۔ قرآن نے ایسے بندے کے بارے میں فرمایا۔

افرأیت من اتخذ الھہ ھوٰہ
(الجاثیہ' ۲۳)

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا ہے۔

اسی بات کی نشاندہی قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض
(البقرہ' ۸۵)

کیا تم کتاب کا ایک حصہ مانتے ہو اور دوسرے حصہ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟

یعنی ایسا عمل و کردار سراسر ظلم اور اپنی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ کوئی مسلمان ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ قرآن مجید کے کچھ حصہ کو مانے مگر کچھ کو قابل اعتناء تصور نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسلام سے اس کا کیا تعلق و واسطہ؟

فہم قرآن کا اہم اصول

کسی مسئلہ کے بارے میں اگر قرآن مجید نے متعدد مقامات پر گفتگو کی ہے تو اس کے بارے میں صحیح و درست رائے قائم کرنے کے لیے ان تمام مقامات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک مقام دوسرے مقام کا معنی ازخود متعین کر دیتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک مقام کو ہمیشہ پڑھا اور دہرایا جائے مگر دوسرے مقام پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ یا آیت مبارکہ کا کچھ حصہ پڑھا جائے بقیہ ترک کر دیا جائے۔ جیسے کوئی قرآنی الفاظ "لاتقربو الصلٰوۃ" (نماز کے قریب مت جاؤ) پڑھتا ہے مگر "انتم سکاری" (جب تم حالت نشہ میں ہو) کے الفاظ چھوڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے قرآن کی خدمت کی ہے تو یہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے یہ تو قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اسے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعه (النساء' ۴۶)	پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کلمات کو ان کے مقام سے اٹھاتے ہوئے ان میں تحریف کرتے ہیں۔

موجودہ دور کی چند مثالیں

ہم یہاں موجودہ دور کی چند مثالیں قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ مدعیٰ بھی واضح ہو جائے اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائے کہ تحریف کا سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

۱- عورت کی سربراہی

ہمارے دور میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت' حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے ان میں سے بعض نے اس پر قرآنی دلیل دیتے ہوئے قرآن کے یہ الفاظ تو نقل کیے

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف — اور عورتوں اور مردوں کے حقوق و فرائض آپس میں برابر ہیں۔

مگر اگلے الفاظ ترک کر دیئے

وللرجال علیهن درجة (البقرہ' ۲۲۸) — اور مردوں کو خواتین پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔

کیونکہ یہ الفاظ ان کے مدعیٰ کے خلاف تھے۔

۲- بشریت انبیا علیہم السلام

اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ تمام انبیا علیہم السلام بشر اور انسان ہیں۔ ان میں بشریت کے تمام تقاضے اور صفات موجود مگر ان کی بشریت اتنی اعلیٰ و اکمل کہ اس پر تمام نوری مخلوق فدا و قربان' یہی وجہ ہے قرآن نے جہاں بھی کسی نبی کی بشریت کا تذکرہ کیا وہاں کسی نہ کسی ایسی صفت کا اضافہ کر دیا جو اسے دیگر بشروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ کسی جگہ "بشراً رسولاً" (بنی اسرائیل۔ ۹۳) (یہ بشر اللہ کا رسول ہے) کہا' آپ جانتے ہیں اللہ کے بعد رسول ہی کا درجہ ہوتا ہے۔ اس درجہ کو عام بشر پانے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسی جگہ اگر انسان و بشر ہونے میں مثلیت کا اعلان کیا تو ساتھ "یوحی الی" (الکہف' ۱۱۰) کا اضافہ کیا (مجھ پر وحی الٰہی کی جاتی ہے) خصوصاً حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی (النجم، ۳۔۴) — آپ خواہش نفس سے نہیں بولتے آپ کا کلام سراپا وحی ہوتا ہے۔

آپ کی ہر بات کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔
آپ کے دست اقدس کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم (الفتح' ۱۰)	جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی رسول انسان ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے اللہ کی رہنمائی میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے باقی تمام مخلوق رسول کی رہنمائی میں چلتی ہے' رسول براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور باقی تمام مخلوق رسول سے لیتی ہے' لینے والا دینے والے کی برابری کا کہاں سوچ سکتا ہے؟

اسی طرح اگر عبد کہا تو "نعم العبد" (ص' ۴۴) کہا (بہت ہی خوب بندہ) خصوصاً رسالت مآب ﷺ کی عبدیت کا یہاں بھی تذکرہ کیا اسے نہایت ہی احسن و اعلیٰ انداز میں بیان کرتے ہوئے "عبدہ" فرمایا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا (بنی اسرائیل' ۱)	مقدس و پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی۔

دوسرے مقام پر مقام "اوادنیٰ" پر کیے جانے والے راز و نیاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی (النجم' ۱۰)	پس بات کی اس نے اپنے بندے کے ساتھ جو کرنا تھی۔

جن اہل علم کو یہ بات سمجھ آگئی انہوں نے کہا

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر

عارف کامل حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے آپؐ کی بشریت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا وہ جواب من و عن درج

ذیل ہے۔

حامدا ومصلیا از نیاز مند اہل اللہ احمد عو بمہر علی شاہ الی السید المکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب حفظ اللہ تعالیٰ دامت عنایتہ (ملتانی) ۰

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ الماجد عنایت نامہ مشتمل بر تنازع علمائے کرام دربار جواز اطلاق بشر بر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ وعدم آں و حاضر و ناظر بودن حضرت سید البشر و امثالئے آں ملاحظہ سے گزرا۔

میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و مداخلت کروں، مگر امتثالاً للامر السامی ماحضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آں حضرت ﷺ بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا' لہٰذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح آدم علی نبینا علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علی نبینا علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے۔ (مامنعک ان لاتسجد لما خلقت بیدی) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے بے خبر تھے۔ ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ماقالوا فرق اتنا ہے کہ ملائکہ جتلانے کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے قالوا سبحانک لاعلم لنا الاماعلمتنا اور ابلیس کو علاوہ قصور جہل کے غرور بھی تھا' لہٰذا ابی واستکبر الخ ھکذا قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاظہر بمالہ وما علیہ فی جواب سوال حکیم الترمذی

بشری کو کمال استجلاء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے' اور مظاہر اور مرایا کمالات استجلائیہ سے ازکرام انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آں حضرت اصالۃ واز جماعت اولیاء کرام وارث مصرعہ وانی علی قدم النبی بدر الکمال

سیدنا عبدالقادر وامثالہ رضی اللہ عنہ وراثۃ مظہر اکمل واتم لاسمہ الاعظم ٹھہرے۔ بشری کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئت اجتماعیہ و ترکیبات اسمائیہ و اتصالات و اوضاع انی خرت میتہ آدم سے لے کر ظہور جسد عنصری صلی اللہ علیہ وسلم واتجاہ من الکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور خدام بنائے گئے تاکہ من رانی فقد رای الحق کا آئینہ و چہرہ علی وجہ الکمال اور پورا حق نما ہو۔ قصہ مختصر بشری ہے کہ جس کو کہ

گر خواہی خدا بینی در چہرہ من بنگر
من آئینہ اویم اونیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا از قبل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسماء المعظمہ ہوا۔ بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد "یوحی الی" اور تشہد میں "عبدہ" کے بعد "رسولہ" اور کلام اہل فضیلت و عرفان میں ہے۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر
و انہ خیر خلق اللہ کلھم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت و الجماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت کا بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں' لہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں' البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تحقیر لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان

کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہئے کہ بوجہ شیوع عرف و قصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہتے ہیں ایہام امر ناجائز کا ہے۔

(فتاوی مصریہ' ۱۰' ج ۱۲)

لیکن ہمارے معاشرہ میں کچھ ایسے افراد ہیں جو حضرات انبیا علیہم السلام کی بشریت کو ایک عام سطح کی بشریت تصور کرتے ہیں' پھر اس کی تشہیر میں قرآنی الفاظ "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" کو "مثلکم" تک ہی پڑھتے ہیں۔ "یوحی الی" کو سامنے لانا مناسب نہیں سمجھتے یعنی ان کی نظر صرف نبی کی اس شان و حال پر رہتی ہے جس کے اعتبار سے وہ مخلوق میں شامل ہے۔ نبی کے اس حال کی طرف توجہ نہیں جاتی جس کے اعتبار میں وہ اپنے اللہ سے واصل رہتا ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ کو ہے حرف مشدد کا

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیت مبارکہ

قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین	یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ گئی۔

(المائدہ' ۱۵)

کبھی بھی ان کی تقریر و خطاب کا موضوع نہیں بنتی حالانکہ جس ذات اقدس کا فرمان "قل انما انا بشر مثلکم" ہے یہ فرمان بھی اسی ذات کریم کا ہے' یہ دونوں قرآنی آیات ہیں اور دونوں کو ہی بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔

اسی طرح جو لوگ حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں وہ آیات بشریت کے تذکرہ میں جھجک محسوس کرتے ہیں حالانکہ ان کا عقیدہ بشریت کے خلاف نہیں انہیں چاہیے یہاں وہ "قدجاء کم من اللہ نور" کو موضوع خطاب بناتے ہیں وہاں "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" کی تفصیل سے بھی لوگوں کو آگاہ کریں الغرض جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں۔ تو ان میں

سے کسی ایک پر زور دینے کے بجائے دونوں کو ہی کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔

۳- مسئلہ علم غیب

غیب اس علم کو کہتے ہیں جسے حواس و عقل کے ذریعہ حاصل نہ کیا جاسکے یعنی اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ شخص جسے وہ عطا فرما دے' جنت' دوزخ' پل صراط' میزان اور حشر و نشر کے تمام معاملات غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بھی انہیں اپنے عقل و حواس سے نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کے ذریعہ ان تمام حقائق سے آگاہ فرما دیا تاکہ وہ تمام لوگوں کو ان سے آگاہ کر سکیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء فامنوا بالله ورسله وان تومنوا وتتقوا فلكم اجر عظيم

(آل عمران' ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ تمہیں غیب سے مطلع نہیں کرتا لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ کی زندگی بسر کی تو تمہارے لیے اجر عظیم ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

علم الغيب فلايظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول فانه يسلک من بين يديه ومن خلفه رصدا

(الجن' ۲۷)

(اللہ) غیب داں ہے وہ کسی کو اپنے غیب سے خبردار نہیں فرماتا مگر رسولوں میں سے جسے پسند فرمائے اور اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر فرماتا ہے۔

ان دونوں آیات میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان

لائیں کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرما دیتا ہے۔ غیب پر کسی کو مطلع نہ کرنے کی پابندی نہ خود اس نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے اور نہ کوئی اس پر عائد کرسکتا ہے۔ ان آیات کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے بتانے سے بھی کوئی غیب نہیں جانتا سراسر زیادتی ہے۔ فقط انہی آیات کو سامنے لانا جن میں علم الٰہی کا بیان ہے مثلاً

وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو (الانعام' ۵۹)	غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
قل لا يعلم من في السموٰت والارض الغيب الا الله وما يشعرون ايان يبعثون (النمل' ۲۶)	اے نبی آگاہ کر دیجئے آسمانوں اور زمین کے غیب' اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہیں جانتے کہ انہیں کس وقت اٹھایا جائے گا۔

حالانکہ ان آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے اور کوئی کسی طریقہ سے حاصل بھی نہیں کرسکتا رہا یہ معاملہ کہ اللہ تعالیٰ خود اس پر کسی کو آگاہ بھی فرماتا ہے؟ تو سابقہ آیات میں خود باری تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں اپنے رسولوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں' اس کے بعد انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی گویا مسئلہ غیب میں اگر قرآن مجید کی تعلیم کے دونوں پہلو سامنے رہیں تو کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

زیر بحث مسئلہ میں

زیر بحث مسئلہ کا معاملہ بھی یہی ہے اگر قرآنی تعلیمات کے دونوں پہلو سامنے آجائیں تو معاملہ ازخود حل ہو جاتا ہے آیئے ہم ان دونوں پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو

۱۔ انسان مسجود ملائکہ ہے

اگر انسان اپنے رب کریم کا فرمانبردار اور صحیح بندہ بن جائے تو وہ مسجود ملائکہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے کئی مقامات پر تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کے لیے فرشتوں کو حکم دیا۔

و اذ قلنا للملئکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکفرین (البقرہ' ۳۴)	یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تم آدم کو سجدہ کرو تو تمام نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافر ٹھہرا

۲۔ انسان کی دیگر مخلوق پر فضیلت

سورۂ بنی اسرائیل میں انسانی شرافت و تکریم کو یوں بیان کیا گیا۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر و رزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل' ۷۰)	اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بستیوں پر جنہیں ہم نے پیدا فرمایا بڑی فضیلت دی ہے۔

۳۔ انسان کی کامل حالت پر تخلیق

ایک مقام پر بگڑے ہوئے انسان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

یایها الانسان ماغرک بربک الکریم الذی خلقک فسوک فعدلک (الانفطار' ۶-۷)	اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے مغرور کر دیا' اس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے حکمت

سے بنایا پھر اعتدال و کمال کی حالت
پر پیدا کیا۔

۴۔ انسان کی تخلیق بہترین صورت پر

سورۃ التین میں خالق و مالک کائنات نے متعدد قسمیں اٹھانے کے بعد فرمایا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ (التین'۴)	یقیناً ہم نے انسان کو سب سے بہتر صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

یہ شرافت و بزرگی مشروط ہے

یہ قرآنی تعلیمات کا وہ پہلو ہے جس میں انسان کا مقام' شرافت' بزرگی اور اس کی تکریم کو بیان کیا گیا ہے لیکن یہ بات ہر ذی شعور پر عیاں و واضح ہے کہ یہ تمام صفات و مقامات اسی وقت ہیں جب وہ اپنے رب کریم کا بن کر رہے۔ ظاہر و باطن میں اس کا شوق و خوف رکھے' اپنے تن من پر اللہ کا رنگ چڑھا لے' اسی کی رضا اس کا مقصود و مطلوب ہو جائے۔ اس کے حبیب ﷺ اور آپ کی لائی ہوئیں تعلیمات کو حرز جاں بنا لے' بارگاہ خداوندی اور بارگاہ نبوی کے ادب و احترام کو اپنے ایمان کی بنیاد بنا لے اور اگر انسان اپنے رب اور رسول کو بھول کر خواہش نفس اور دنیا داری کو منزل و مقصود بنا لیتا ہے تو پھر اس نے اپنی انسانیت خود ختم کر دی بقول علامہ اقبال مرحوم۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

بلکہ اس صورت میں وہ انسان تو کجا وہ تو چوپائے' کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے آیئے اب ہم قرآنی تعلیمات کے حوالے سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس پہلو کو بھی متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے ان میں چند کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قران نے کتے کی مثل قرار دیا

سورۂ اعراف کی ان آیات کو پڑھئے ان میں توحید کو چھوڑنے والے کے بارے میں خود باری تعالٰی نے فرمایا۔

واتل علیہم نبأ الذی اتیتہ ایتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطن فکان من الغوین ولو شئنا لرفعنہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث اوتترکہ یلہث ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایتنا

(الاعراف، ۱۷۵، ۱۷۶)

اے نبی ﷺ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے بھاگ نکلا آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا' یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس کے ہی پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہوائے نفس کی اتباع کرنے والے کو کتے کی مثل قرار دیا ہے۔

رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے

قرآن حکیم کی اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ بدکردار آدمی کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علامہ محمود الوسی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

نعم ھواحسن من الرجل السوء
(روح المعانی پ ۹' ۱۱۵)

ہاں کتا' بدکردار آدمی سے افضل ہوتا ہے۔

آگے چل کر شیخ طیبی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ قرآن میں بیان کردہ امثلہ میں جو غور کرے گا کہ کفار و مشرکین اور ان کے بتوں کی مثال' بیت عنکبوت اور مکھی وغیرہ سے دی گئی ہیں۔

تحقق له ان علماء السوء اسوا واقبح من ذلک فما الغاه من مثل علیهم وما لهم فیه من تتهالک فی الدنیا مالها وجاهها والرکون الی لذاتها وشهواتها من متابعة النفس الامارة وارخاء زمامها فی مراها
(روح المعانی' پ ۹- ۱۱۶)

اس کو معلوم ہو جائے گا کہ علما سوء ان سے بڑھ کر ہلاکت میں ڈوبے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے دنیاوی لذتوں' خواہشوں اور نفسانی شہوتوں کے حصول کے لیے اپنے نفس کی بھاگ اور لگام کو کھلا چھوڑ رکھا ہوتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہرودی کا قول

علامہ الوسی نے اس مقام پر وہ خط نقل کیا ہے جو شیخ شہاب الدین سہرودی نے امام فخرالدین رازی کے نام تحریر فرمایا تھا' اس کی ایک سطر آپ بھی پڑھ لیجئے۔

قطرة من الهوی تکدر بحرا من العلم (روح المعانی پ ۹' ۱۱۷)

خواہش نفس کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو گدلا کر دیتا ہے۔

کتے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

امام فخر الدین رازی نے کتے کے ساتھ تمثیل بیان کرنے کی چار وجوہ تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت ہی اہم ہے۔

ان الرجل العالم اذا توسل بعلمه الی طلب الدنیا فذاک انما یکون لاجل انه یورد علیهم انواع علومه ویظهر عندهم نفسه ومنا قبها ولا شک انه عند ذکر تلک الکلمات وتقریر تلک العبارات یدلع لسانه ویخرجه لاجل ماتمکن فی قلبه من مرارة الحرص و شدة العطش الی الفوز بالدنیا فکانت حالته بحالة ذلک الکلب الذی اخرج لسانه ابدا من غیر حاجة ولا من ضرورة بل بمجرد الطبیعة الخسیسة

(تفسیر کبیر۔ ۱۵' ص ۵۷)

عالم مرد جب اپنے علم کو طلب دنیا کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ پھر اسی کی خاطر لوگوں پر اپنے علوم اور اپنے مناقب و فضائل کی رٹ لگاتا ہے' جب وہ یہ کلمات و عبارات زباں سے نکالتا ہے تو وہ بار بار اپنی زباں کو نکالتا ہے تاکہ اس کے دل میں جو دنیا کو پانے کی حرص اور پیاس ہے وہ ٹھنڈی ہو جائے' تو اس کی حالت کتے کی طرح ہو جاتی ہے جو اپنی زباں ہر وقت خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ اپنی خسیس طبیعت کے پیش نظر نکالے رکھتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن کا اہم نوٹ

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے۔ آیات الٰہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس رویہ سے بچتا۔ جس کو وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح

ہے۔ اسی عمل مطابقِ علم کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو انسانیت کے بلند مراتب پر ترقی عطا کرتا' لیکن وہ دنیا کے فائدوں اور لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے ان کے آگے سپر ڈال دی۔ مادی امور کی طلب میں دنیا کی حرص و طمع سے بالاتر ہونے کی بجائے وہ اس حرص و طمع سے ایسا مغلوب ہوا کہ اپنے سب اونچے ارادوں اور اپنی عقلی و اخلاقی ترقی کے سارے امکانات کو طلاق دے بیٹھا اور ان تمام حدود کو توڑ کر نکل بھاگا۔ جن کی نگہداشت کا تقاضا خود اس کا علم کر رہا تھا' پھر جب وہ محض اپنی اخلاقی کمزوری کی بنا پر جانتے بوجھتے حق سے منہ موڑ کر بھاگا تو شیطان جو قریب ہی اس کی گھات میں لگا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے لگ گیا اور برابر اسے ایک پستی سے دوسری پستی کی طرف لے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ظالم نے اسے ان لوگوں کے زمرے میں پہنچا کر ہی دم لیا جو اس کے دام میں پھنس کر پوری طرح اپنی متاع عقل و ہوش گم کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کی حالت کو کتے سے تشبیہ دیتا ہے۔ جس کی ہر وقت لٹکی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی رال ایک نہ بجھنے والی آتش حرص اور کبھی نہ سیر ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے۔ بنائے تشبیہ وہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اردو زبان میں ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو۔ دنیا کا کتا کہتے ہیں۔ کتے کی جبلت کیا ہے؟ حرص و آز۔ چلتے پھرتے اس کی ناک سونگھنے ہی میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے۔ اسے پتھر مارے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید یہ چیز جو پھینکی گئی ہے۔ کوئی ہڈی یا روٹی کا ٹکڑا ہو۔ پیٹ کا بندہ ایک دفعہ تو لپک کر اس کو بھی دانتوں سے پکڑ ہی لیتا ہے۔ اس سے بے التفاتی کیجئے۔ تب بھی وہ لالچ کا مارا توقعات کی ایک دنیا دل میں لیے' زبان لٹکائے' ہانپتا کانپتا کھڑا ہی رہے گا۔ ساری دنیا کو وہ بس پیٹ ہی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہیں کوئی بڑی سی لاش پڑی ہو۔ جو کئی کتوں کے کھانے کو کافی ہو۔ تو ایک کتا اس میں سے صرف اپنا حصہ لینے پر اکتفا نہ

کرے گا' بلکہ اسے صرف اپنے لیے مخصوص رکھنا چاہے گا اور کسی دوسرے کو اس کے پاس نہ پھٹکنے دے گا۔ اس شہوت شکم کے بعد اگر کوئی چیز اس پر غالب ہے تو وہ ہے شہوت فرج۔ اپنے سارے جسم میں سے صرف ایک شرمگاہ ہی وہ چیز ہے جس سے وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اسی کو سونگھنے اور چاٹنے میں مشغول رہتا ہے۔ پس تشبیہ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم اور ایمان کی رسی چھڑا کر بھاگتا ہے اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی باگیں دے دیتا ہے تو پھر کتے کی حالت کو پہنچے بغیر نہیں رہتا' ہمہ تن پیٹ اور ہمہ تن شرمگاہ۔

۲۔ بلکہ کتے سے بھی بدتر

اس سے اگلی آیات میں ایسے انسان کو چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے پڑھیے قرآنی الفاظ۔

ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون (الاعراف' ۱۷۹)	اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں' ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

سورہ الفرقان میں خواہش نفس کے مطیع کے بارے میں فرمایا۔

ارأیت من اتخذ الھہ ھوہ افانت تکون علیہ وکیلا ○ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون اویعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ○

(الفرقان' ۴۳' ۴۴)

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

سورہ انفال میں ہے۔

ان شرالدواب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون

(الانفال' ۲۲)

بلاشبہ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں سے وہ بدتر ہیں جو بہرے گونگے بن کر نہیں سمجھتے۔

ان آیات قرآنیہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے بھاگنے والے انسان کی انسانیت ازخود ختم ہو جاتی ہے اور وہ چوپایوں سے بھی بدتر اور گیا گزرا ہو جاتا ہے' کیا چوپایوں میں یہاں بھینس' گائے' بکری اور شیر شامل ہیں وہاں کتا و خنزیر شامل نہیں؟ ضرور شامل ہیں اس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے۔

دنیا کا طالب کتا ہے

اللہ تعالٰی کے حبیب ﷺ نے بھی اسی بات کی نشاندہی اپنے ان الفاظ میں فرمائی۔

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب

دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں

۳۔ بگڑا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق

سورۃ التین کے حوالے سے پہلے آپ نے پڑھا کہ انسان کو (ظاہرا و باطنا") سب سے اعلٰی صورت عطا کی گئی ہے مگر ساتھ ہی دوسرا پہلو بھی بیان فرما

ثم رددنه اسفل سافلین ○ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون
(التین ۵-۶)

پھر ہم نے اسے پستی والوں میں سب سے زیادہ پستی کی طرف لوٹا دیا ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

یہاں "اسفل سافلین" کے الفاظ قابل توجہ ہیں' اسفل اسم تفضیل کا صیغہ ہے (سب سے پست) یعنی جس سے بڑھ کر پستی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' دیگر الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ رب کا نافرمان بندہ تمام مخلوق سے پست اور حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

۴- ناشکرا انسان ظالم ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان گنت اور انمول نعمتوں سے نواز رکھا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

واتکم من کل ماسألتموه وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوها ان الانسان لظلوم کفار
(ابراہیم ۳۴)

اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے بے شک آدمی بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

۵- انسان ظالم و جاہل ہے

(خلافت ارضی کی) امانت جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمائی تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔

وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا
(الاحزاب ۷۲)

مگر اسے انسان نے اٹھا لیا اور وہ ظالم و جاہل ہے۔

شاہ عبدالقادر رقم طراز ہیں

"اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کی امانت' زمین' آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کرلیں انہوں نے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس کا حق ادا نہ کر سکیں گے اور اس بار عظیم کی ذمہ داری لینے سے ڈر گئے اور حضرت انسان نے جسے جوہر عقل اور ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی گئی ہے اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی واقعی انسان نے اتنا بڑا ذمہ سر لے کر اپنے اوپر ظلم کیا بڑا ہی ناداں ہے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ لگا سکا۔

(تسہیل موضح القرآن' ۵۱۲)

یاد رہے یہاں یہ بات بطور درد و سوز کہی گئی ہے۔

۶۔ بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں

اللہ تعالیٰ نے بے عمل علماء کو گدھے کی مثل قرار دیا ہے۔ سورہ جمعہ میں ارشاد گرامی ہے۔

مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایت اللہ واللہ لایھدی القوم الظالمین

(الجمعۃ' ۵۷)

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات دی گئی پھر انہوں نے اسے اس گدھے کی طرح اٹھایا جس پر کتابیں لادی گئیں' بری ہے مثال ایسے لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو کامیاب نہیں فرماتا۔

قرآن اور سگ اصحاب کہف

آیئے ایک ایسے کتے کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہم جیسے انسانوں سے کئی درجے افضل ہے۔ قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس کا نام "الکہف" ہے۔ اس کا

مضمون اصحاب کہف اور ان کے سگ کے بیان پر مشتمل ہے۔ جب اصحاب کہف نے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے علاقے سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ایک کتا بھی شامل ہو گیا۔ جب وہ غار میں جا کر بیٹھے تو کتا غار کے دہانے پر کس طرح بیٹھا قرآن کی زبان سے سنئے۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (الکہف' ۱۸)	ان کا کتا غار کے دہانے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا

قرآن نے یہاں ان اصحاب کہف کی کیفیات کا تذکرہ کیا وہاں ان کے سگ کی بھی کیفیات کو بیان فرمایا۔

یہ کتا کیسے شامل ہوا؟ اس بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ چرواہے کے کتے نے اصحاب کہف کا دین اختیار کر لیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ لوگ رات کو نکلے۔

فمروا براع معہ کلب فاتبعھم علی دینھم (الجامع لاحکام القرآن' ۱۰-۲۲۱)	وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ کتا تھا۔ اس کتے نے اصحاب کہف کی دین میں ان کی اتباع کر لی۔

حضرت عبداللہ کے یہ کلمات نہایت قابل غور ہیں کہ "اس نے اصحاب کہف کے دین میں اتباع کی۔" اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کتے بھی دین دار ہوتے ہیں اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو اس صحابی رسول سے پوچھئے جو امت میں قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں

۲۔ میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اصحاب کہف ایک کتے کے پاس سے گزرے وہ ان کے ساتھ چل پڑا انہوں نے اسے بار بار بھگانے کی کوشش کی مگر

بھاگنے کے بجائے

فقام الکلب علی رجلیہ ورفع یدیہ الی السماء کھیئۃ الداعی فنطق فقال لاتخافوامنی انا احب احباء اللہ تعالیٰ

اپنے پچھلے قدموں پر کھڑا ہوگیا اور ہاتھ آسمان کی طرف کرکے داعی کی طرح بول پڑا اور کہنے لگا مجھ سے نہ ڈرو میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے محبت کرنے والا ہوں۔

تم سو جانا میں تمہارا پہرہ دوں گا

بات بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

فنامو احتی احرسکم
(القرطبی، ۱۰-۲۲۱)

تم سو جانا میں چوکیداری کا فریضہ ادا کروں گا

میں یہاں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو انسانیت کے باوجود اپنے مولیٰ کے باغی بنے بیٹھے ہیں کاش ہم ایسا کتا ہی بن جائیں۔

قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر

یہاں سے اہل اللہ کے مقام سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ جو ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسے برکت نصیب ہوتی ہے خواہ وہ سگ ہی کیوں نہ ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

لایشقی جلیسھم

اہل اللہ کا ساتھی کبھی بدبخت نہیں ہوتا

مفسر قرآن شیخ ابن عطیہ کا بیان ہے والد گرامی نے بتایا کہ میں نے ۴۶۹ کو جامع مصر میں شیخ ابوالفضل الجوہری کو منبر پر دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔

ان من احب اھل الخیر نال من برکتھم کلب احب اھل فضل

جو نیک لوگوں سے محبت کرے وہ ان کی برکت ضرور حاصل کرتا ہے،

وجهم فذكره الله تعالىٰ فى محكم تنزيله

(القرطبی' ۱۰-۲۴۲)

ایک کتے نے بزرگوں سے محبت کی' ان کی سنگت اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ اپنی مقدس کتاب میں فرمایا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

وشملت كلبهم بركتهم فاصابه ما اصابهم من النوم على تلك الحال وهذه فائدة صحبة اخبار الاخيار فانه صار لهذا الكلب ذكر خير و شان

(تفسیر ابن کثیر)

اصحاب کہف کے کتے کو بھی ان کی برکت حاصل ہوئی جو ان کو نیند والا انعام ملا وہ ان کے کتے کو بھی عطا ہوا اور یہ نیک لوگوں کی صحبت کا فائدہ ہے کہ اس کتے کا بھی قرآن میں ذکر خیر اور شان بیان ہوئی۔

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں۔

وكانوا اذا انقلب وهومثلهم فى النوم واليقظة

(جلالین)

اصحاب کہف کی جب کروٹیں بدلی جاتیں تو ان کے ساتھ ان کے کتے کی بھی کروٹیں بدل جاتیں اور کتا نیند اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل رہا۔

علامہ محمود الوسی "ثلثة رابعهم كلبهم" کے تحت لکھتے ہیں کہ "هم ثلثة وكلب" کے بجائے یہ کلمات کہے تاکہ اصحاب کہف کی فضیلت و امتیاز اجاگر ہو۔

ومن ثم قرن الله تعالىٰ فى كتابه العزيز اخس الحيوانات ببركة صحبتهم مع زمرة المتبقلين اليه المتعكفين فى جواره سبحانه

(روح المعانی' پ ۱۵: ۲۴۰)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں سب سے گھٹیا حیوان کو اصحاب کہف کے ساتھ متصل فرمایا بسبب اس برکت کے جو اسے ان لوگوں کی وجہ سے حاصل ہوئی جنہوں

نے اپنے آپ کو سب سے منقطع
کرکے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بٹھا
دیا تھا۔

قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کہف

واقعتاً قرآن نے جہاں جہاں اصحاب کہف کا تذکرہ کیا وہاں وہاں ان کے ساتھ دینے والے سگ کا بھی تذکرہ کیا مثلاً جب غار میں ان کے لیٹنے کا ذکر آیا تو وہاں کتے کے بارے میں فرمایا۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید
(الکہف' ۱۸)

اور ان کا کتا بازو پھیلا کر چوکھٹ پر بیٹھ گیا۔

آگے چل کر جب ان کی تعداد کا ذکر آیا تو فقط اصحاب کہف کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ان کے کتے کا ذکر بھی کیا' پڑھیئے۔

سیقولون ثلثة رابعھم کلبھم ویقولون خمسة سادسھم کلبھم رجمابالغیب ویقولون سبعة وثامنھم کلبھم قل ربی اعلم بعدتھم مایعلمھم الاقلیل فلا تمار فیھم الامراء ظاھرا ولا تستفت فیھم منھم احدا
(الکہف ۲۲)

اب کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بے دیکھے الاوتکا (تیر تکا) بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

سگ اصحاب کہف جنتی ہے

اصحاب کہف کے سگ کا یہ مقام ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے ہے۔

لیس فی الجنة من الدواب الاکلب اصحاب الکھف و حمار بلعم

جنت میں اصحاب کہف کے سگ اور بلعم کے حمار کوئی چارپایہ داخل نہ ہوگا۔

(روح المعانی پ ۱۵' ۲۲۶)

علامہ الوسی رقم طراز ہیں۔

وجاء فی شان کلبھم انه یدخل الجنة یوم القیامة (ایضا)

سگ اصحاب کہف کے بارے میں ہے کہ وہ روز قیامت جنت میں داخل ہوگا۔

شیخ اسماعیل حقی رقم طراز ہیں۔

بامردمان داخل جنت شود در صورت کبش

اصحاب کہف کا کتا بھی ان کے ساتھ مینڈھے کی صورت میں جنت میں جائیگا۔

(روح البیان' سورہ کہف جلد ۵)

علامہ الوسی کا اہم نوٹ

علامہ الوسی لکھتے ہیں سگ اصحاب کہف کا جنتی ہونا خوب مشہور ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہوئے کہتے ہیں جب سگ اصحاب کہف جنتی ہے تو کلب علی جنتی کیوں نہ ہوگا' (فرمایا) ہم مانتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ حضرت علی اسے قبول فرمالیں مگر وہ کاٹنے والے کو کیسے قبول کریں گے۔ ان کے الفاظ یہ ہے۔

وقد اشتھر القول بدخول ھذا الکلب الجنة حتی ان ابعض الشیعة یسمون ابناء ھم

سگ اصحاب کہف کا جنتی ہونا مشہور ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں

بکلب علی ویومل من سمی
بذلک للنجاۃ بالقیاس الاولوی
علی ما ذکر و ینشد
فتیۃ الکہف نجاکلبھم
کیف لاینجو غدا کلب علی
ولعمری ان قبلہ علی کرم اللہ
وجھہ کلباله نجا ولکن لااظن
یقبله لانه عقور
(روح المعانی' پ ۱۵- ۲۲۶)

جب اصحاب کہف کا سگ جنتی ہے تو
علی کا سگ جنتی بطریق اولیٰ ہو گا
شعر- اصحاب کہف کا کتا نجات پا گیا تو
کل علی کا کتا نجات کیوں نہیں پائے
گا؟ اللہ کی قسم اگر حضرت علی کرم
اللہ وجہہ اسے قبول فرما لیں تو وہ
نجات پا جائے گا لیکن میرا گمان ہے
کہ وہ کاٹنے والے کو قبول نہیں
فرمائیں گے-

امام محمد بن احمد القرطبی کا اہم نوٹ

پہلے آپ نے امام الوسی کا نوٹ پڑھا ہے اب مشہور مفسر قرآن امام محمد
بن احمد قرطبی کا نوٹ بھی ملاحظہ کیجئے-

قلت اذکان بعض الکلاب قد نال
ھذہ الدرجة العلیابصحبته و
مخالطة الصلحاء والاولیا حتی
اخبر اللہ تعالیٰ بذلک فی کتابه
جل وعلا فماظنک بالمؤمنین
الموحدین المخالطین المحبین
للاولیاء والصالحین بل فی ھذا
تسلیة وانس للمومنین
المقصرین عن درجات الکمال
المحبین للنبی ﷺ واله

میں کہتا ہوں جب صلحا کی صحبت اور
سنگت سے ایک کتے کو یہ درجہ
حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا
تذکرہ اپنی کتاب میں فرما دیا' کیا مقام
ہو گا ان اہل ایمان کا جو اولیاء صلحا
سے محبت رکھنے والے ہیں بلکہ اس
میں ان اہل ایمان کے لیے تسلی و دلاسہ
ہے جو درجات کاملہ سے قاصر ہیں مگر
نبی گرامی ﷺ اور آپ کی آل
اطہار سے محبت رکھتے ہیں- حدیث

خبر ل روی الصحیح عن انس
بن مالک قال بینا انا ورسول الله
صلی الله علیه سلم خارجان من
المسجد فلقینا رجل عند سدة
المسجد فقال یارسول الله متی
الساعة ؟ قال رسول الله ﷺ
ما اعددت لها قال : ولاصدقة ولکنی
احب الله ورسوله قال: فانت مع من
احببت فی روایة قال انس بن مالک فما فرحنا
بعد الاسلام فرحاً اشد من قول النبی ﷺ
(فانت مع من احببت) قال انس ,
فانا احب الله ورسوله وابابکر و
عمر فارجوان اکون معهم وان لم
اعمل باعمالهم
قلت وهذا الذی تمسک به انس
یشمل من المسلمین کل ذی
نفس فکذلک تعلقت اطماعنا
بذلک وان کنا مقصرین' ورجونا
رحمة الرحمٰن وان کنا غیر
مستاهلین کلب احب قوماً
فذکره الله معهم فکیف بنا
عندنا عقد الایمان وکلمة الاسلام
وحب النبی ﷺ ولقد کرمنا

صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے
ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
مسجد سے نکل رہے تھے ایک شخص
مسجد کے دروازے پر عرض کرنے لگا
یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟
فرمایا تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی
ہے؟ عرض کرنے لگا کوئی صدقات تو
نہیں کیے ہاں اللہ و رسول سے محبت
رکھتا ہوں فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا
جس سے تیری محبت ہے۔ حضرت
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ
ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر جو
ہمیں خوشی ہوئی ایسی خوشی اسلام
لانے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔
اس کے بعد وجد میں آکر کہنے لگے۔
میں اللہ' رسول' ابوبکر اور عمر سے
محبت رکھتا ہوں امیدوار ہوں مجھے
ان کی سنگت نصیب ہوگی ؟ اگرچہ
میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ میں
کہتا ہوں جو کچھ حضرت انس نے
سمجھا اور کہا یہ تمام مسلمانوں کو
حاصل ہے ہم آرزو مند ہیں اگرچہ
ہمارے پلے کچھ نہیں۔ رحمت رحمٰن

بنی آدم وحملنا هم فی البرو البحر ورزقنا هم من الطیبات وفضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا

(القرطبی' ۱۰۔ ۲۴۲)

کے ہم بھی امیدوار ہیں اگرچہ اہل نہیں۔ کتا جس نے اصحاب کہف سے محبت کی۔ اللہ نے اس کا ذکر ان کے ساتھ فرمایا۔ ہمارے ساتھ اس کے کرم کا عالم کیا ہوگا؟ جبکہ ہمارے پاس ایمان' کلمہ اسلام اور محبت نبی ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے بارے میں فرمان ہے ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں اٹھایا ہم نے انہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور انہیں بہت سی اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔

شیخ سعدی اور سگ اصحاب کہف

حضرت شیخ سعدی جو مسلمانوں کے نہایت دانشور و دانا شخص ہیں وہ اس چیز کو واضح کر رہے ہیں کہ اچھے عقائد و اعمال کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔ فرماتے ہیں۔

پسر نوح بابدان بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پیے نیکان گرفت مردم شد

(حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدوں کے ساتھ لگ گیا نبوت کے خاندان سے اس کا تعلق ختم ہوگیا' اصحاب کہف کا کتا چند دن نیکوں کے ساتھ لگ گیا انسان جیسا مقام پالیا) (گلستان باب ۱: ۴۴)

واقعہ پسر نوح کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے نہ رہا اگرچہ وہ نسبی

بیٹا تھا مگر جب اس نے اپنے رب اور نبی سے بغاوت کر دی تو ارشاد فرمایا اے نوح ۔

انہ لیس من اھلک — یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے

مولوی حافظ حسین لکھوی احوال الاخرت میں لکھتے ہیں۔

ھک دنبہ اسماعیل دا ڈاچی صالح والی
سگ اصحاب کہف دا نر بجاجنت جاسن عالی

اسی طرح انسان اگر اپنے رب کا بنا رہے تو وہ انسان معظم و مکرم ہے لیکن جیسے ہی یہ رشتہ ٹوٹے یہ انسان تو کجا وہ کتے و خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے کتاب و سنت کے حوالے سے گزرا۔

اپنے منہ سے اپنی طہارت و بزرگی جائز نہیں

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بھی آگاہی حاصل کر لیجئے کہ کوئی بھی اپنے منہ سے اپنی طہارت و پاکیزگی مت بیان کرے۔ سورۃ النجم میں ارشاد ہے۔

فلا تزکوا انفسکم ھواعلم بمن اتقی — اپنی ذات کی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو، اللہ اسے سب سے بہتر جانتا ہے جو صاحب تقویٰ ہے۔

(النجم، ۳۲)

دوسرے مقام پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا پاکیزگی اللہ عطا کرتا ہے۔

الم ترالی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء ولایظلمون فتیلا — آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو اپنی ذاتوں کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا فرماتا۔

(النساء، ۴۹)

یعنی تکبر اور ریا کے طور پر اپنی ذاتوں کی پاکیزگی مت بیان کرو اگر کسی جگہ ضرورت ہے تو بطور تحدیث نعمت بیان کرو۔

خود فیصلہ کیجئے

ہم نے کتاب و سنت کی تعلیمات کے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب فیصلہ کیجئے کہ خوف و خشیت الٰہی سے لبریز انسان اپنے منہ سے اپنی پاکیزگی و طہارت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہوا اچھا لگے گا یا بطور تواضع و انکساری اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے ہوئے اچھا لگتا ہے' اپنے رب کے فیصلہ سے پہلے پہلے انسان کا اپنے آپ کو اشرف المخلوقات میں شامل کرنا بہتر ہو گا یا اپنے آپ کو ظالم و ناشکرا سمجھنا' کیا صاحب تقویٰ آدمی اپنے اعمال پر ناز و فخر کرتا ہوا اپنے آپ کو اعلیٰ و افضل قرار دے گا یا اپنے نیک اعمال پر بھی نادم و شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو سب سے پست تصور کرے گا؟ اگر اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اعلیٰ کہلوانے کا ہی شوق ہے تو آیئے ہم آپ کو ان لوگوں کے پاس لے کر چلتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی شفاعت سے مخلوق کو جنت نصیب ہو گی وہ اپنے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

خوف الٰہی کا ایک احسن و عجیب منظر

حضرات انبیا علیہم السلام کے بارے میں ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ گناہوں کے نام سے بھی پاک ہیں۔ ان کے اعمال پر اللہ رب العزت فخر فرماتا ہے بلکہ ان کی سیرت و کردار' توحید الٰہی اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی سچائی پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب وہ اپنے مقام عبدیت کا اظہار کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان سے بڑھ کر کوئی گنہگار ہی نہیں۔

۱۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور طلب معافی

سیدنا آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے جد ہیں' ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے باہر آئے۔ اس لغزش کے بارے میں خالق کائنات نے خود اعلان فرمایا

کہ ان کا مقصد اپنے رب کی نافرمانی نہ تھا۔

ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجد له عزما

(طہ - ۱۱۵)

آدم بھول گئے ہم نے ان کا ارادہ (نافرمانی) نہ پایا۔

مگر دیکھیے وہ معافی کس طرح مانگتے ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخسرين

(الاعراف، ۲۳)

اے ہمارے پالنہار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر آپ ہمیں معاف نہیں فرمائیں گے اور رحم نہیں فرمائیں گے تو ہم نہایت ہی گھاٹے والے ہو جائیں گے۔

سوچیے تو سہی یہ کون اپنے آپ کو ظالم کہہ رہا ہے؟

۲- سیدنا کلیم اللہ کی دعاء مغفرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و منصب سے کون آگاہ نہیں؟ انبیا میں یہ کلیم اللہ کے درجہ پر فائز ہیں ان سے رب کریم نے بلاواسطہ کلام فرمایا ان کی دعا پڑھئے۔

قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرله انه هو الغفور الرحيم

(القصص' ۱۶)

انہوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کر لیا ہے پس مجھے معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا یقیناً اللہ معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظالم کہنا "تواضعاً" ہی ہے کیا انبیا علیہم السلام یہ بات نہیں جانتے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے؟

۳- سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہو کر اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ سمندر میں مچھلی نے آپ کو نگل لیا وہاں آپ نے جو اپنے رب کریم کی تسبیح پڑھی اس کے الفاظ تھے۔

وذا النون اذ ذھب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ فنادی فی الظلمت ان لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین

(الانبیاء' ۸۷)

مچھلی والے جب ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے تو انہوں نے تاریکیوں میں یہ کہا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے یقیناً میں ہی ظالم ہوں۔

دوسرے مقام پر قرآن نے بیان کیا۔

لولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون

اگر مچھلی کے پیٹ میں آپ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا

بار بار آپ نے پڑھا اللہ کے نبی اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اگر اس طرح تواضع کا اظہار کرنا خلاف شرع ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتا کہ میں نے تمہیں اشرف و اعلیٰ بنایا ہے اور گناہوں سے تمہیں معصوم رکھا ہے تم اپنے آپ کو ظالم کیوں کہتے ہو لیکن وہ تو خوش ہو کر ان کلمات پر انہیں اپنے انعامات سے نواز رہا ہے۔

کیا حیوانات سے بدتر کہلوانا اس سے کم تر ہے

پہلے گزرا انبیا علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' ہم سراپا گناہ ہو سکتے ہیں وہ سراپا اللہ کے فرمانبردار اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے

ہوتے ہیں، ممکن ہے ہم اس کے باغی، سرکش اور شیطان و خواہش کے بندے ہوں، آپ ذرا سوچئے ان کا معصوم ہو کر اپنے آپ کو ظالم کہنا کیا اس سے کم تر ہے کہ ہم سراپا خواہش نفس کے بندے اور گناہ گار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حیوانات سے بدتر کہیں یقیناً انبیا علیہم السلام کی اس میں زیادہ عاجزی و انکساری ہے۔

تواضع و انکساری کی معراج

وہ مبارک ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے مغفرت و بخشش کی ضمانت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا۔

لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر
(الفتح، ۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام معاملات کو معاف فرما دیا ہے۔

ان کے سر اقدس پر شفاعت کبریٰ کا تاج سجایا گیا۔ ان کی شفاعت سے ان گنت گنہگار جنتی بنیں گے۔

آپ کے فرمانے سے صحابہ عشرہ مبشرہ کے درجہ پر فائز ہوں گے، تواضع و انکساری کی معراج دیکھیے اور سوچئے ہمیں اپنے آپ کو کس سطح پر رکھنا چاہیے۔

قل ماکنت بدعاً من الرسل وما ادری مایفعل بی ولابکم ان اتبع الاما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین
(الاحقاف، ۹)

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اس کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم میں سے کسی کا عمل نجات نہیں دلا سکتا صحابہ نے عرض کیا۔

ولا انت یا رسول اللّٰہ	یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی

آپ نے فرمایا۔

ولا انا الا ان یتغمد نی اللہ منہ برحمۃ	میرا عمل بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتا اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نہ ڈھانپ لے۔
(بخاری و مسلم)	

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ میں مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایدخل احدا منکم عملہ الجنۃ لایجیرہ من النار ولا انا الابرحمۃ اللّٰہ	تم میں سے کسی کے اعمال اسے جنت نہیں لے جاسکتے اور نہ ہی اسے دوزخ سے بچاسکتے ہیں یہاں تک کہ میرا حال بھی یہی ہے ہاں اگر اللہ کی رحمت ڈھانپ لے تو پھر کام بن سکتا ہے۔
(مشکوۃ المصابیح باب سعۃ رحمۃ اللہ)	

اب اس کے بعد کون ہے جو عمل پر گھمنڈ کرکے اپنے آپ کو اشرف و اعلیٰ تصور کرتا پھرے گا اس بارگاہ میں تو سوائے تواضع اور اعتراف کے بندہ کچھ عرض نہیں کرسکتا اسی لیے اہل معرفت نے یہی سبق سیکھا ہے اور خود کو نہایت ہی پست سطح پر رکھ کر پیش کیا ہے۔

ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے

کچھ لوگ ان محبوبان بارگاہ الٰہی کی اس اظہار تواضع و انکساری کو غلط پیرایہ میں لے کر ان کی حقارت کا پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں ان

کا تو بارگاہ خداوندی میں کوئی مقام ہی نہیں حالانکہ یہ ان کا مقام عبدیت و تواضع ہے جس کا اظہار ان کا حق ہی نہیں بلکہ ان کا فریضہ ہے ہم امتی ہیں' ہمیں تو ان کا مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے کیونکہ اصولی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی خالق ہے اسے حق حاصل ہے وہ انہیں جو چاہے فرمائے' یہ اس کی مخلوق ہیں' اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنے آپ کو جتنی عاجزی کے ساتھ پیش کرنا چاہیں کریں' مگر ہم تو غلام ہیں۔ ہمیں ہمیشہ ان کے ادب و احترام کو قائم رکھنا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اللہ تعالی اور اس کے محبوب بندوں کے تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے یہی نصیحت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

اینجا ادبیت کہ لازم است رعایت آں و آں اینست کہ اگر از جانب حضرت ببعض انبیا کہ مقربان درگا اند عتابے و خطابے رود یا از جانب ایشاں کہ بندگاں خاص او یند تواضعے و ذلتے و انکسارے صادر گردو کہ موہم نقص بود مارا نباید کہ دراں دخل کینم وبداں تکلم نمائیمم (اشعۃ اللمعات' ۱:۴۰)	اس مقام پر ایک ادب ہے جس کی رعایت کرنا اور اسے پیش نظر رکھنا نہایت ضروری و لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی کی بارگاہ سے اپنے مقربین انبیا کو کوئی عتاب و خطاب ہو یا خود یہ اپنے آپ کو ایسی تواضع و انکساری سے اس کی بارگاہ میں پیش کریں جو بظاہر نقص و عیب کا سبب بنے تو ہمارے لیے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ اس معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس میں کلام کریں۔

یعنی ہم یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کریں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے ہمیں اس میں نہیں پڑنا چاہیے اس میں بھی ہزارہا حکمتیں اور راز ہوں گے یہاں تک ہماری رسائی نہیں۔

صحابہ کرام اور خوف و خشیت الٰہی

حضرات انبیا علیہم السلام کی تواضع و انکساری خوف و خشیت الٰہی اور بارگاہ خداوندی میں ان کا اپنے آپ کو ایک عاجز بندے کی حیثیت پیش کرنا آپ نے پڑھا مسئلہ تو اس سے حل ہو جاتا ہے مگر اس کی مزید وضاحت کے لیے صحابہ کرام کی خشیت و خوف الٰہی کے واقعات درج کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ سے پوچھیے تو جواب ملے گا وہ ایمان کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ ان کے ایمان کو کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (البقرہ' ۱۳۷)

اگر وہ ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

آیئے دیکھیں وہ اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں؟

۱۔ کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا

اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا امین فرمایا' اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔

وددت انی کبش فذبحنی اهلی فاکلوا لحمی وحسوا مرقی (الطبقات الکبریٰ' ۳ : ۴۱۳)

کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا' میرے گھر والے مجھے ذبح کر لیتے میرا گوشت کھا لیتے اور شوربہ پی لیتے۔

۲۔ کاش میں راکھ ہوتا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے آ کر ملاقات کرتے اور ان پر سلام بھیجتے ان کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے۔

وددت انی رماد تذورنی الریاح — کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا لے جاتیں
(الطبقات '۴: ۲۸۷)

۳- کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین صحابہ میں سے ہیں خوف و خشیت الہی کے غلبہ کی بنا پر کہتے ہیں۔

وددت انی اذا مامت لم ابعث — کاش مرنے کے بعد مجھے دوبارہ نہ اٹھایا جائے۔
(الطبقات '۳-۱۵۸)

امام ابو نعیم نے عامر بن مسروق سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اصحاب یمین میں سے ہونا پسند نہیں بلکہ مجھے اصحاب مقربین میں سے ہونا پسند ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا۔

لکن ھھنا رجل ودلوانہ مات لم یبعث — ایک بندہ ایسا ہے جو چاہتا ہے کہ اسے موت کے بعد اٹھایا ہی نہ جائے۔

۴- میں راکھ ہونا پسند کروں

امام حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے کہ ہم تجھے اختیار دیتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے یا راکھ ہونا پسند کرے تو

لاحببت ان اکون رمادا — میں راکھ ہونا پسند کروں گا۔
(الحلیۃ ۱- ۱۳۳)

۵- عبداللہ بن روشہ کہا جائے

حضرت ابراہیم التیمی اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے ابن مسعود کے بجائے

لوددت انی دعیت عبداللہ بن روثہ وان اللہ غفرلی ذنبا" من ذنوبی

(المستدرک' ۳ - ۳۱۶)

کاش مجھے روثہ کا بیٹا کہا جائے کاش اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما دے۔

۶- تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو

آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔

لو تعلمون ذنوبی ماتبعنی منکم رجلان

(شعب الایمان' بیہقی ۳-۱۴۴)

اگر تم میرے گناہوں سے آگاہ ہو جاؤ تو تم میں سے دو بھی میرے پیچھے نہ لگو۔

۷- کاش میں پتھر ہوتی

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی برأت میں سورۃ نور نازل ہوئی' دنیا و آخرت دونوں مقامات پر انہیں حضور ﷺ کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن کے حجرہ میں فرشتے اجازت لے کر آئیں۔ ان سے پوچھیے آدمی اپنے آپ کو کس سطح پر رکھے' کیا اعلیٰ و اشرف ہونے کا اظہار کرے یا ادنیٰ و پست ہونے کا؟ حضرت عیسیٰ بن دینار سے مروی ہے کہ آپ نے کہا:

یالیتنی کنت حجرا

کاش میں پتھر ہوتی۔

(الطبقات' ۸ = ۷۴)

۸- کاش میں درخت ہوتی

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

واللہ لوددت انی کنت شجرۃ

اللہ کی قسم کاش میں درخت ہوتی۔

۹- کاش میں مٹی ہوتی

انہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا

والله لوددت انی کنت مدرة — اللہ کی قسم کاش میں مٹی ہوتی۔

(الطبقات' ۸-۷۴)

۱۰- کاش میں درخت کا پتہ ہوتی

امام ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ام المومنین نے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

یالیتنی کنت ورقة من هذه الشجرة — کاش میں اس درخت کا پتہ ہوتی۔

(الطبقات' ۸ - ۷۵)

۱۱- کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصال کے موقعہ پر فرمایا۔

والله لودوت ان الله لم یکن خلقنی شیئا قط — اللہ کی قسم کاش اللہ تعالیٰ مجھے کوئی شے ہی نہ بناتا۔

(الطبقات' ۸- ۷۴)

۱۲- کاش میں گھاس ہوتی

حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یالیتنی کنت نباتا من نبات الارض ولم اکن شیئا مذکورا — کاش میں زمین کا گھاس ہوتی اور میں قابل ذکر شے نہ ہوتی۔

(الطبقات' ۸-۷۶)

۱۳- کاش میں درخت ہوتا

امام ابونعیم نے حضرت حزام بن حکیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم وہ جان لو جو موت کے بعد ہوتا ہے تو تم پُرلذت کھانے نہ کھاؤ، گھروں میں نہ رہو بلکہ ویرانوں کا رخ کر جاؤ اور تمام عمر آہ و زاری میں بسر کرو اس کے بعد کہنے لگے۔

ولوددت انی شجرة تعضد
(الحلیہ، ۱- ۲۱۶)

کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

۱۴- کاش مجھے ذبح کر دیا جاتا

ابن عساکر نے آپ سے یہ کلمات نقل کیے ہیں

لوددت انی کبش لاھلی فمر علیھم ضیف فامروا علی لوداجی فاکلوا واطعموا
(کنزالعمال، ۲-۱۳۵)

کاش میں دنبہ ہوتا مجھے کسی مہمان کے لیے ذبح کر دیا جاتا مجھے کھاتے اور کھلا دیتے۔

۱۵- کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے بڑھ کر کائنات میں سچا کوئی نہیں، ساری زندگی جہاد میں گزاری نہ رہائش بنائی اور نہ کسی طرح کی دنیا جمع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی کامل تصویر تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ آپ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

واللہ لوددت ان اللہ عزوجل یوم خلقنی خلقنی شجرة تعضد ویوکل ثمرھا
(مصنف لابن ابی شیبہ، ۱۳-۳۲۱)

اللہ کی قسم کاش اللہ عزوجل نے جس دن مجھے پیدا فرمایا تھا اس دن وہ مجھے ایسا درخت بنا دیتا جس کو کاٹ دیا جاتا اور اس کا پھل کھایا جاتا۔

۱۶- کاش میں یہ ستون ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں صحابہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو ہم سب سے بڑھ کر آپ ؐ کے نقش قدم پر رہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے آپ نے اپنے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

لوددت انی ھذہ الساریۃ — کاش میں یہ ستون ہوتا

(حیات الصحابۃ ۲-۶۲۱)

۱۷- کاش میں یہ تنکا ہوتا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت اور ان کے تقویٰ و زہد کو کون نہیں جانتا؟ جن کے سایہ سے شیطان بھاگ جائے' جس کی زبان سے حق جاری ہو' جس کی رائے پر قرآن نازل ہو' جسے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہونے کی شہادت عطا فرمائیں ذرا ان کی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ اقدس میں عاجزی و انکساری ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا۔

لیتنی کنت ھذہ التبنۃ — کاش میں یہ تنکا ہوتا

۱۸- کاش میں پیدا نہ کیا جاتا

لیتنی لم اخلق — کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

۱۹- کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی

لیت امی لم تلدنی — کاش مجھے ماں نہ جنتی۔

(الطبقات' ۳ - ۳۶۰)

۲۰- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور خشیت الٰہیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کا لقب ذوالنورین' تمام کائنات میں ایسی شخصیت جس کے عقد میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں تھیں' جنہیں دنیا میں بھی جنتی ہونے کی بشارت مل چکی' جن سے آسمانی فرشتے بھی حیا کرتے ہیں' ان کا خوف و خشیت الٰہیہ ملاحظہ کیجئے۔

لواني بين الجنة والنار لا ادري الى ايهما يؤمر بي لاخترت ان اكون رمادا قبل ان اعلم الى ايهما اصير	اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان لایا جائے اور ابھی مجھے علم نہ ہو کہ ان میں سے کس میں جاؤں گا تو میں وہاں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

(الحلیۃ لابی نعیم' ۱-۶۰)

۲۱- کاش میں ایک بال ہوتا

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس حضرات انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے بلند درجہ پر فائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی' یہ بھی فرمایا میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دنیا میں چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات کا بدلہ روز محشر اپنے رب کریم سے لے کر دوں گا۔ ذرا ان کی خوف و خشیت کی کیفیات پر نظر ڈالیے اس کے بعد اپنے من پر بھی توجہ دیجئے امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے۔

وددت اني شعرة في جنب عبد مومن (منتخب الکنز' ۴-۳۶۱)	کاش میں کسی مسلمان کے پہلو کا بال ہوتا

۲۲- کاش میں اونٹ کی مینگنی ہوتا

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے امام ضحاک سے نقل کیا ہے۔

راى ابوبكر الصديق رضى الله
عنه طيرا" واقفا" على شجرة
فقال طوبٰى لک یاطیر! والله
لوددت انى كنت مثلك تقع
على الشجر وتاكل من الثمر ثم
تطير وليس عليک حساب ولا
عذاب' والله لوددت انى كنت
شجرة الى جانب الطريق مر
على جمل فاخذنى فادخلنى فاه
فلاكنى ثم ازدردنى ثم
اخرجنى بعرا ولم ار بشرا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک
پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا
تو فرمایا اے پرندے تو خوش بخت
ہے۔ اللہ کی قسم کاش میں تیری طرح
ہوتا درخت پر بیٹھتا' پھل کھاتا پھر اڑ
جاتا تجھ پر کوئی حساب و عذاب
نہیں' اللہ کی قسم کاش میں کسی راستہ
کے کنارے درخت ہوتا وہاں سے
کسی اونٹ کا گزر ہوتا وہ مجھے منہ
میں ڈالتا پھر مجھے چباتا پھر نگل لیتا پھر
وہ مجھے مینگنی کی صورت میں نکالتا اور
کاش میں انسان نہ ہوتا۔

۲۳۔ کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا

ابن تحویہ الوجل میں ضحاک بن مزاحم سے نقل کرتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ ایک جگہ سے گزرے۔

نظر الى عصفور فقال طوبى لک
یا عصفور تاكل من الثمار
وتطير فى الاشجار لاحساب
عليک ولاعذاب والله لوددت انى
كبش يسمننى اهلى فاذا كنت
اعظم ماكنت واسمنه يذبحونى
فيجعلون بعضى شواء' بعضى

آپ نے چڑیا دیکھی فرمانے لگے تو
خوش بخت ہے پھل کھاتی ہے اور
درختوں پر اڑتی ہے تیرا کوئی حساب
وکتاب نہیں۔ اللہ کی قسم میں چاہتا
ہوں میں دنبہ ہوتا مجھے گھر والے
خوب پالتے' جب میں خوب بڑا ہو
جاتا تو مجھے وہ ذبح کرتے کچھ حصہ

...دیدا" ثم اکلونی ثم القونی عذرة ...ی الحش وانی لم اکن خلقت ...بشرا (حیات صحابہ' ۲-۱۰۹)	بھون لیتے اور کچھ کو خشک کر لیتے یا تمام کو کھا لیتے پھر مجھے بصورت گندگی خارج کر کے گندگی میں ڈال دیا جاتا کاش میں بطور انسان پیدا نہ کیا جاتا۔

۲۴- میں نے کثیر ظلم کیے

یہاں ایک دعا کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس کی تعلیم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ اے ابوبکر اپنی نماز میں یہ دعا مانگا کرو۔

اللھم انی ظلمت نفسی ظلما" کثیرا" ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (البخاری' باب الدعا قبل السلام)	اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیے تیرے سوا کوئی گناہ معاف فرمانے والا نہیں' مجھے اپنی خصوصی بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم فرما بلاشبہ توہی پردہ ڈالنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۲۵- اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔

یالیتنی کنت کبش لھلی یسمنونی مابدلھم حتی اذاکنت اسمن ماکون زارھم بعض من یحبون' فجعلوا بعضی شواء وبعضی قدیرا" ثم اکلونی فاخر جونی عذرة ولم اکن بشرا (الحلیہ ۱ - ۵۲)	کہ کاش میں دنبہ ہوتا مجھے گھر والے خوب فربہ کرتے مجھے ذبح کرتے کچھ بھون لیتے اور کچھ خشک کر لیتے پھر مجھے کھا جاتے اور مجھے بصورت گندگی نکالتے کاش میں انسان نہ ہوتا۔

حنظلہ منافق ہوگیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ ہیں

یہ آپؐ کے کاتب بھی تھے۔ ان کا بیان ہے ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے آپ نے مجھے پوچھا

کیف انت یا حنظلہ — اے حنظلہ تم کیسے ہو؟

میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلة — حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے

آپ نے فرمایا سبحان اللہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

نکون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالنار والجنة کانا رای عین — جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ کا گویا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔

مگر جب آپ ﷺ کی صحبت سے گھر جاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہو جاتی ہے۔

عافسنا الازواج والاولاد و الضیعات نسینا کثیرا" — بیویوں' اولاد اور کاروبار میں مشغول ہو کر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہماری حالت بھی یہی ہے

سیدنا صدیق اکبرؓ نے میری بات سنی تو کہنے لگے۔

فواللہ انا لنلقی مثل ھذا — اللہ کی قسم ہماری حالت بھی یہی ہے۔

دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنا چاہیے ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلة یا رسول اللہ — اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق ہو گیا

آپ ﷺ نے فرمایا حنظلہ ہوا کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ

ن عندک تذکرنا بالنار | جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔
نۃ کانا رای عین | آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گویا ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

آپ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں تو

سنا الازواج والاولاد | بیویوں' اولاد اور کاروبار میں مشغول
ضیعات نسینا کثیرا | ہو جانے کی وجہ سے غافل ہو جاتے ہیں

پ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بات سن کر فرمایا

لذی نفسی بیدہ لو تدومون | مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس
ی ما تکونون عندی وفی | کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم
ذکر لصافحتکم الملائکۃ علی | ہمیشہ اسی حالت پر رہو جیسے میرے
رشکم و فی طرقکم و لکن یا | پاس اور ذکر میں ہوتے ہو تو فرشتے
حنظلہ ساعۃ و ساعۃ ثلث مرات | تمہارے ساتھ بستروں اور راستوں
(المسلم) | میں مصافحہ کریں مگر اے حنظلہ یہ مختلف احوال ہیں

اس سے بھی آگے بڑھو اور سنو

حضرت عمر فاروقؓ کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کا علم سب سے زیادہ عطا فرمایا تھا' یہی وجہ ہے صحابہ منافقین کے بارے میں ان سے اکثر پوچھا کرتے تھے' امام شمس الدین ذہبی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

وقدنا شده عمرا انا من المنافقين وفقال لا ولا لزكى احدا بعدک (سیر اعلام النبلاء ۲-۳۶۴)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں منافقین میں شامل تو نہیں؟ انہوں نے کہا ہرگز نہیں لیکن آج کے بعد کسی کا تزکیہ بیان نہیں کروں گا۔

کیا میں ان میں سے ہوں؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرے پاس مال و دولت سب سے زیادہ ہے' میں ڈرتا ہوں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں انہوں نے فرمایا بیٹے اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ان من اصحابی لمن لا یرانی بعد ان اموت ابدا

کچھ لوگ میرے وصال کے بعد میری زیارت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں گے۔

میں یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو وہ ام المومنین کے پاس آئے اور عرض کیا۔

انشدك باللہ امنهم انا؟

تمہیں اللہ کی قسم میرے بارے میں بتاؤ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟

انہوں نے فرمایا

اللهم لا ولن ابری بعدک احد (مسند احمد' ۲۲۱' ۳۴۷)

آپ ان میں سے نہیں اور میں آپ کے بعد کسی کی برائت بیان نہیں کروں گی۔

یہاں چند باتیں نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا حضرت حنظلہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واقعتاً منافق ہو گئے تھے
ہرگز نہیں۔

۲۔ جب وہ منافق نہیں یقیناً نہیں تو پھر کیا وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

۳۔ غلط بیانی بھی نہیں ورنہ سیدنا ابوبکر ان کی تائید نہ کرتے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تائید نہ کرتے۔

۴۔ نفاق بھی نہیں' غلط بیانی بھی نہیں آخر کیا ہے؟

۵۔ ہر ذی شعور و فہم یہی کہے گا کہ یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خوف و خشیت اور تواضع و انکساری کا اظہار ہے۔

۶۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی بھی کہہ رہا ہے کہ ہماری بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کیا معنی ہے اس بات کا؟

۷۔ آخری سوال یہ ہے کہ کیا اپنے آپ کو سگ کہنا برا ہے یا منافق کہنا بدتر ہے؟

یقیناً منافق کہنا بدتر ہے' جب ایسے کلمات بھی بطور خوف و خشیت کے جا سکتے ہیں جو سگ کہنے سے بھی بدترین ہیں اور پھر یہ کلمات سیدنا صدیق اکبر اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہے جا رہے ہیں ان دونوں نے اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی بلکہ ایسی کیفیت کی تائید کی اور دلاسہ دیا فکر نہ کرو ایسی کیفیت دنیا میں ہوتی رہتی ہے۔

جب اپنے آپ کو سگ کہنے والوں پر آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ انہوں نے

انسانیت کی تذلیل کی ہے تو ان صحابہ کرام کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں توبہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں اطمینان دلایا' ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

غور تو کیجئے

دیکھا سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا بننے کی آرزو کر رہے ہیں؟ کیا یہ انسانیت کی تذلیل ہے ہرگز نہیں بلکہ اپنے رب کا خوف ہے یہ کسی انسان میں جتنا ہو گا وہ اتنا ہی اعلیٰ انسان قرار پاتا ہے' اگر یہ حضرات اپنے آپ کو مینگنیاں اور گندگی قرار دیتے ہیں تو ہم اگر اپنے آپ کو سگ قرار دیتے ہیں تو کیوں حق بجانب نہ ہوں گے۔

تواضعاً" سگ بننا اور بات ہے

یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ حقیقتاً سگ ہونا اور بات ہے اور تواضعاً" سگ بننا اور کہلوانا اور بات ہے۔ ان دونوں کو یکساں قرار دینا محض جہالت و حماقت ہے مثلاً زید کو اگر شیر کہا جائے تو اس سے اس کا جنگلی شیر بن جانا کہاں لازم آجاتا ہے ہر ذی شعور یہی سمجھے گا کہ اس سے مراد زید کا بہادر و نڈر ہونا مراد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے آپ کو سگ کہتا ہے تو اس سے مراد تواضع و انکساری ہی ہو گا۔

۱۔ اللہ و رسول کا شیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ و رسول کا شیر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے انہوں نے بتایا۔

ان حمزة بن عبدالمطلب مکتوب فی اهل السموات السبع اسد الله واسد رسوله	سات آسمانوں پر یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت حمزہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ۸۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ حنین کے موقع پر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا چچا حمزہ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان عطا فرما دیا۔

يقال لابى سفيان بعد ذلك اسد الله واسد الرسول

اس کے بعد حضرت ابو سفیان کو اللہ و رسول کا شیر کہا جاتا رہا۔

(الطبقات الکبری' ۴-۵۲)

۲- اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے

اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام امت اسد اللہ (اللہ کا شیر) کہتی ہے' خطبات میں آپ کا یہی لقب خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں کسی کو کیا قرار دینا ہے' کیا اس سے یہ لوگ انسان نہیں رہے کیا حقیقتاً وہ جنگلی شیر بن گئے' مقصد تو ان کی بہادری کا بیان ہے جو واقعتاً ان میں کاملاً" موجود تھی بلکہ تمام دنیا کے شیر ان سے بہادری کی خیرات مانگتے ہیں۔

۳- اللہ کی تلوار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار قرار دیا۔

سيف من سيوف الله — اللہ کی تلواروں میں سے تلوار ہیں۔

۴- اے مٹی کے باپ اٹھ

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت علی کو وہاں موجود نہ پایا تو پوچھا بیٹی علی کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ مسجد میں ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے دیکھا علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر پشت سے نیچے گری ہوئی ہے۔

فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح عن ظهره يقول اجلس ابا تراب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پشت سے مٹی جھاڑنا شروع فرمائی اور فرمایا اے مٹی کے باپ اٹھو۔

اس کنیت کی پسندیدگی

صحابہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت نہایت ہی محبوب و پسندیدہ تھی۔

والله ماکان اسم احب الی علی منه لان ماسماہ ایاہ الارسول الله صلی الله (بخاری و مسلم)

اللہ کی قسم علی کو اس کنیت سے بڑھ کر کوئی نام پسند نہ تھا کیونکہ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

۵۔ اے بلیوں کے باپ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کی کنیت ابوہریرہ ہے ان کا نام عبدالرحمٰن ہے مگر کنیت کے نام سے معروف ہیں یہ کنیت بھی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

تو کشتی ہی ہے

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مہران اور آپ کا لقب سفینہ ہے اس سے آپ مشہور و معروف ہیں۔

سعید بن جمعان کہتے ہیں میں نے آپ سے نام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا

سمانی رسول الله صلی الله علیه وسلم سفینة

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی نام عطا فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا

لم سماک

کشتی نام رکھنے کی وجہ کیا تھی؟

آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک سفر پر نکلے، کچھ صحابہ پر سامان اٹھانا مشکل ہوگیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔

ابسط کساک

اپنی چادر بچھاؤ۔

میں نے چادر بچھا دی۔ تمام صحابہ نے اپنا اپنا سامان اس میں ڈال دیا'
رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

احمل انما انت سفینة	سامان اٹھاؤ تم تو کشتی ہی ہو۔

اس دن سے میں سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ (المعارف' ۱۴۶)

یہاں آپ نے "انما انت" کے الفاظ استعمال فرمائے جو حصر کا فائدہ دیتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ تم کشتی کے علاوہ کچھ نہیں ہو اس کے باوجود کیا ان کی انسانیت ختم ہوگئی' کیا ان کی یہ تذلیل تھی؟ کیا حبیب خدا ﷺ سے ایسی چیز ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو

ابو طیبہ عبداللہ بن مسلم' ابن بریدہ سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ بعض ساتھیوں کے لیے اپنا سامان اٹھانا دشوار ہوگیا۔

فجعلوا یطرحونه علی فمر بی النبی صلی الله علیه وسلم انت زاملة	تو انہوں نے مجھ پر سامان ڈالنا شروع کر دیا۔ حضور سرور عالم ﷺ میرے پاس سے گزرے تو فرمایا تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو۔

(تاریخ الاسلام للذہبی' ۱-۲۸۴)

۸۔ تم تو سراپا گلاب ہو

حضرت ابو الورد رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو خوب سرخ پایا آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

انت ابو الورد	تو سراپا گلاب ہے۔

(شرح السنة' ۱۳-۱۸۳)

۹- ایک صحابی کا لقب حمار ہے۔

احادیث صحیحہ میں ایک ایسے صحابی کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا اسم گرامی عبداللہ اور لقب حمار ہے یہ مضحک النبی (حضورؐ کو ہنسانے والے) ہیں۔ ان روایات کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رجلا على عهد النبي عليه السلام كان اسمه عبدالله وكان يلقب حمارا وكان يضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان النبي صلى الله عليه قد جلده في الشراب فاوتي به يوما فقال رجل من القوم اللهم العنه ماأكثر مايؤتي به فقال النبي صلى الله عليه وسلم لاتلعنوه فوالله ماعلمت الا انه يحب الله ورسوله

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ایک شخص تھا اس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا وہ آپؐ کو ہنساتا آپ نے اسے شراب پینے پر حد لگائی۔ ایک دن اسے آپ کی خدمت میں لایا گیا تو ایک آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت فرما اسے اتنی دفعہ حد کے لیے لایا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

(البخاری، باب یکرہ من لعن الشارب)

یہ روایت مسند ابویعلی میں بھی حضرت عمرؓ سے ہی یوں مروی ہے۔

ان رجلا كان يلقب حمارا" وكان يهدى لرسول الله صلى الله عليه العكة من السمن والعكة من العسل فاذا جاء صاحبها يتقاضاه جاء به الى رسول ﷺ فيقول يا رسول الله هذا ثمن متاعه

ایک شخص جس کا لقب حمار تھا وہ آپؐ کے لیے گھی اور شہد کی کپی لایا کرتا جب دوکاندار اس سے رقم کا مطالبہ کرتا تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتا اور عرض کرتا یارسول.... اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس گھی وغیرہ کی

فمایزید رسول اللہ ﷺ علی ان یتبسم — قیمت ادا کر دیجئے۔ آپ تبسم فرماتے اور قیمت ادا کر دیتے۔

(مسند ابو یعلی، ۱-۱۶۱)

بزرگان دین نے بھی اپنے آپ کو ہمیشہ کم سے کم اور پست سے پست سطح پر رکھا، کبھی بھی انہوں نے اپنی اشرفیت و تکریم کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا کیونکہ عاجزی تعلیماتِ شریعت کا نچوڑ اور اس کی روح ہے ہم یہاں صرف وہی پہلو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو سگ قرار دیا یا اسے بہتر کہا۔

کاش جامی تیرے کتے کا نام ہوتا

امام عبدالرحمٰن جامی جو کہ نامور عاشق رسول اور علوم دینیہ کے عظیم فاضل تھے' نفحات الانس اور فوائد ضیائیہ جیسے علمی شہ پاروں کے مصنف ہیں' علمی اور روحانی دنیا میں ان کی شخصیت مسلمہ ہے' سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام کی نعت لکھنے میں اپنی مثل نہیں رکھتے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

جیسی مقبول زمانہ نعت انہی کی ہے' وہ اپنی خواہش و آرزو کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں۔

سگ را کاش جامی نام بودے
کہ آمد بر زبانت گاہے گاہے

(کاش تیرے کتے کا نام جامی ہوتا تاکہ کبھی نہ کبھی آپ کی زبان پر ہی آ جاتا)

دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

پارہ ہائے دل صد بارو ہم مے آرم
تاشنیدم کہ سگ کوئے تو مہمان شد نیست

ایک اور مقام پر کہا۔

سگ تو دوش بحالی فغاں کناں فی گفت
خموش باش کہ از نالہ ات بلرد سریم

مگو جامی سگ این آستانہ نیست
مکن زیں دائرہ بیرونم اے دوست

(یہ نہ کہو جامی اس بارگاہ کا سگ نہیں' اے دوست مجھے اس دائرہ سے باہر نہ نکالو)۔

کمترین صید توام' بیش سگاں خود فگن

(جامی کم تر شکار ہے اسے اپنے سگوں کے سامنے ہی ڈال دو)۔

حافظ شیرازی کی سنئے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کناں ہیں۔

شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ مے بندی
چرا بہ گردن حافظ نمے نہی رسنے

(میں نے سنا ہے آپ نے اپنے سگوں کے گلے میں پٹہ ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال رہے)

امام اہل محبت اور سگ بے ہنر

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری جنہیں اہل علم مجدد مائۃ حاضرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اسلام کے بارے میں جتنا مطالعہ اس شخصیت کا ہے شاید ہی ان کے دور میں ان کے کوئی ہم پلہ ہو' مخالفین تو ان کے علمی مقام کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور اولیا کی خدمت میں کس طرح پیش کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی کے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں' پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے
(حدائق بخشش' ۱۷۸)

ایک اور نعت میں عرض کرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
(حدائق بخشش' ۷۷)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہا کی منقبت و شان میں لکھتے ہیں۔
تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا!
(حدائق بخشش' ۲۳۵)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو

برصغیر کے عظیم عارف کامل حضرت سلطان باہو' شہنشاہ بغداد کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سگ درگاہ میراں شوچوں خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

(اے انسان اگر تو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے در کا سگ بن جا کیونکہ ان کے در کا سگ شیروں سے بھی زیادہ مقام رکھتا ہے)
فاضل بریلوی نے بھی ایک مقام پر یہی بات کہی ہے۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
(حدائق بخشش، ۲۳۳)

حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک منقبت لکھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

بکن کارم گہ بنوائی غریبم در پریشانی
جہان راہبر و پیرانی محی الدین جیلانی
سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی
لقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی
(خم خانہ تصوف' ۶۵)

یعنی بہاء الدین ذکریا' شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک سگ ہے۔

تینڈے در دے کتیاں نال ادب

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ جن کے کلام سے لوگ ایمان کی جلا حاصل کرتے ہیں' اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں۔

میں سگ آستاں رسالت مآب کا
ابن قحافہ کا اور ابن خطاب کا
عثماں کا علی کا حسن اور حسین کا
اور خواجگان چشت عالی جناب کا

دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

توڑیں دھوڑے دھکڑے کھانڈری ہاں
تینڈے نام توں مفت وکاندری ہاں
تینڈے باندیاں دی میں باندری ہاں
تینڈے در دے کتیں نال ادب

رومی کشمیر عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں۔

جنھاں عشق قبول نہ کیتا ایویں آ گئے
عشق باجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کر دے صابر بھکھے ننگے

آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے

مشہور نعت گو جان محمد قدسی کہتے ہیں۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

(آپ کے سگ کے ساتھ نسبت کر کے شرمندہ ہوں کیونکہ آپ کے سگِ کوچہ کے ساتھ نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے)۔

بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

لگے ہے سگ کو تیرے میرے نام سے گو عیب
پر تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عز و وقار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہوا اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

بیدم وارثی کہتے ہیں۔

سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

الغرض ان گنت اولیا صلحا اور اہل علم و معرفت نے خوف و خشیت الٰہی کے پیش نظر اور تواضع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سگ کہا ہے' یہ تمام لوگ شریعت سے ہم سے کہیں زیادہ آگاہ و واقف تھے' کیا ان لوگوں نے انسانیت کی تذلیل کی ہے' ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور دیگر اہل علم اس پہ اعتراض اٹھاتے' امام جامی سے لے کر میاں محمد بخش رحمہما اللہ تعالیٰ تک کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جو اسے انسانیت کی تذلیل تصور کرتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھاتا کیا ساری امت شریعت سے جاہل چلی آ رہی ہے؟ اور آج کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہیں شریعت کا وہ فہم نصیب ہوا ہے جو آج تک کسی مسلمان کو نصیب نہیں ہوا' اگر بات یہی ہے تو اپنے فہم کو پھیلائے مت اپنے تک ہی محدود رکھیے کیونکہ تمام مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں جو اسلام کی معرفت ہمارے اسلاف کو حاصل تھی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھ رکھی ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا
(النساء - ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت

ہم اپنی بات حضور ﷺ کے مقبول ترین صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس مبارک ارشاد پر ختم کر رہے ہیں' زر بن حبیش سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لقد احببت عمر حبا ,حتی لقد خفت اللہ ولوانی اعلم ان کلبا" یحبہ عمر لاحببتہ ولوددت انی کنت خادما" لعمر حتی اموت

(فضائل الصحابہ للامام احمد'۱'۲۴۷)

میں عمر فاروق سے اتنی شدید محبت رکھتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتا ہوں اگر مجھے علم ہو جائے کہ فاروق اعظم کسی کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے بھی محبت کروں گا۔ میں اپنی موت تک ان کا خادم ہوں۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے محبوب سگ سے صحابہ کی محبت کا یہ عالم ہے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے سگ کے ساتھ محبت کا عالم کیا ہوگا۔

اگر ان دلائل کے بعد بھی بات سمجھ نہیں آتی تو نہ آئے بقول محترم بشیر حسین ناظم ہم تو یہی کہیں گے۔

میں سگ کوچہ پیغمبر ہوں　　　آپ جو کچھ بھی ہیں ہوا کیجئے

چوتھی صدی ہجری کے نامور بزرگ امام ابوبکر محمد بن خلف المرزبان (المتوفی ۳۰۹ ھ) نے "فضل الکلاب" کے نام سے مستقل کتاب تصنیف کی جو الدکتور محمد عبدالرحمن وسکی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ کتاب کے کل صفحات ۱۱۱ ہیں۔ جو بیروت کے اشاعتی ادارے الیمامہ نے شائع کی ہے۔ اس کے سرورق کا عکس سامنے کے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فضل الكلاب

على كثير ممن لبس الثياب

تأليف

الإمام العلامة أبي بكر محمد بن خلف المرزبان

(المتوفى سنة ٣٠٩ هـ = ٩٢١ م)

تقديم وتحقيق وتعليق

الدكتور محمد عبد الرحمن ويسي

اليمامة

للطباعة والنشر والتوزيع

دمشق - بيروت

المقالة المرضية فی الرد علی
من ینکر الزیارة المحمدیة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کی حاضری پر اُمت کا اجماع ہے۔

پہلا شخص جس نے زیارت نبوی ﷺ کے لیے سفر حرام قرار دیا وہ ابن تیمیہ ہے اس کی تردید تمام اُمت نے کی۔

اس دور کے قاضی القضاۃ امام ابو عبداللہ محمد سعدی مصری اخنائی مالکی (ت:۷۵۰) نے اس کے رد میں مختصر جامع مقالہ لکھا، علامہ محمد زاہد کوثری نے اسے تلاش کیا اور شیخ علامہ عزامی نے اسے "براهین الساطعة" کے آخر میں اسے شائع کیا۔

ہم عظیم محقق عبدالحق انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اسے تلاش کیا اور ہمیں اس کے ترجمہ کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ عزیزم ہیثم عباس رضوی کو سلامت رکھے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے املا کیا خطبہ کے علاوہ ایک ہی نشست میں اس کا ترجمہ مکمل ہوگیا۔

قارئین دعا کریں اس دور کی باقی چیزیں بھی دستیاب ہو جائیں تاکہ انہیں بھی شائع کر دیا جائے۔

محمد خان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریف اللہ کی جس نے حق کی مدد فرمائی، اس کے میناروں کو قائم رکھا۔ باطل کو ذلیل اور اس کے معاونین کو پست کیا اور اپنی مخلوق میں سے سیدنا ومولانا محمد ﷺ کو چنا اور منتخب کیا اور آپ ﷺ کے وجود سے ہر وجود کو شرف بخشا اور ہر موجود پر آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلندی عطا کی اور آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اپنے اذن سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا اور آپ ﷺ کو تمام بندوں کی طرف رحمت اور اہل کفر اور عناد کے لیے عذاب بنایا۔

میں حمد کرتا ہوں اللہ کی ان نعمتوں پر جو ان گنت ہیں اور میں شکر کرتا ہوں ان نعمتوں پر جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ شہادت حق اور یقین کی ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے برگزیدہ بندے اور رسول سید المرسلین، امام المتقین خاتم النبین، قائد الغر المحجلین (بروز قیامت چمکدار پیشانیوں والوں کے قائد) اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور صحابہ پر ایسے صلوٰۃ کا نزول فرمائے جو قیامت تک دائمی ہے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد

بندہ جب ابن تیمیہ سے منقول کلام وفتویٰ کے نسخہ سے آگاہ ہوا تو مجھ پر اس کے کلام سے صراحتاً اس کا بڑا مقصد واضح ہو گیا وہ یہ ہے کہ قبور انبیاء علیہم السلام، دیگر قبور کی زیارت اور اس کی طرف سفر حرام ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ متفقہ طور پر معصیت اور حرام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اس منقولہ قول کے جواب کے لیے شرح صدر عطا فرمایا اور میں نے اس کی بدعت اور گمراہی کو مٹانے کے لیے فی الفور لکھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر آسانی عطا فرمائے۔

اس بات کا لکھنے والا شخص خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کر رہا ہے اور وہ خود جہالت کے طریقہ پر چل رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حق سے ہٹا ہوا اور وہ صحیح راہ پر نہیں رہا، وہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اعلانیہ عداوت اور عناد ظاہر کر رہا ہے ان کی قبور اور دیگر قبور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دے رہا ہے اور وہ اس منقول صحیح روایت کا مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی غلط بات نہ کرو'' (مسلم: ۲۲۶۰)

تو آپ نے مکلفین سے ممانعت کے بعد اس تنگی کو اٹھا لیا۔

اُصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نہی کے بعد حکم لزوم کا تقاضا کرتا ہے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس حکم کو مباح اور مستحب قرار دیا جائے آپ ﷺ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ شہدائے اُحد اور بقیع غرقد میں تشریف لے گئے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا آئمہ نقل میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو آپ کو اجازت دی گئی اور جب آپ نے اس بارے میں عرض کیا تو قبول کیا گیا۔ (مسلم: ۲۲۵۸)

قائل (ابن تیمیہ) آپ ﷺ کے والدہ کی قبر اور دیگر کی زیارت اور آپ کے اس طرف سفر کو کیا کہے گا؟ اگر وہ اسے تحریم پر محمول کرتا ہے تو یہ خود گمراہ اور کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جواز یا استحباب پر محمول کرتا ہے تو اس پر حجت لازم آئے گی اور وہ پتھر کو لقمہ بنا رہا ہے۔

اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک نہیں پہنچتی مگر شرعی احکام پر ان سے استدلال جائز ہے اور ان سے ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنھم کی جماعت سے نقول مسلسل، اسی طرح کبار علماء مجتہدین سے بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس پر شوق دلاتیں ہیں اور اسے مستحب قرار دیتیں ہیں اور اس سفر پر جلدی جانے والے کو قابل رشک بناتیں ہیں حتی کہ بعض نے اسے واجب قرار دیتے ہوئے اور مباح اور مستحب سے اس کے درجہ کو بلند رکھا اور اس پر لوگ قولاً اور عملاً ہمیشہ سے متفق ہیں انہیں اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس راستے کوئی ہٹا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو آئمہ ہدی میں سے ایک ہیں جن کی سیرت اور علوم کی اقتدا کی جاتی ہے ان کے بارے میں ہے کہ وہ نبی مصطفیٰ ﷺ کی طرف قاصد کے ذریعے سلام بھیجتے اور اس چیز کو وفا اور حسن سلوک قرار دیتے۔

اور اس میں مقصود پر دلیل بھی ہے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ سے ہے "جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے"

(مسند ابن ابی شیبہ ۶: ۳۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح (مسلم) میں اس آدمی کے بارے میں روایت کیا جو اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے سفر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے راستے میں کھڑا ہوتا ہے اور اس زیارت کرنے والے کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بھائی کی زیارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ''ایک آدمی جب دوسرے دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو کھڑا کرتا ہے جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس قریہ میں میرا بھائی ہے میں وہاں جا رہا ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ تو بتایا کہ نہیں میں صرف اسے اللہ کی خاطر چاہتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح پیار کرتا ہے جس طرح تو اس بھائی کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے''

(مسلم:۶۵۴۹)

مؤطا امام مالک بن انس رحمہ اللہ ورضی عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے، میری خاطر بیٹھنے والوں کے لیے میری خاطر ملاقات کرنے، اسی طرح میری خاطر خرچ کرنے والے کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی''

(باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ)

امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں میمون بن سیاہ سے نقل کیا، اس میمون سے بخاری نے روایت لی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ''کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کے لیے آتا ہے

تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو کہ تیرے لیے جنت کی خوشخبری ہو کیونکہ اللہ عزوجل اپنے عرش کی ملکوت میں فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر زیارت کی اور مجھ پر اس کی مہمان نوازی ہے اور ہرگز اللہ تعالیٰ جنت سے کم مہمان نوازی پر راضی نہیں ہوتا" (حلیۃ الاولیاء، ۳: ۱۲۷)

میرے بھائی! تم نے اپنے بھائیوں کی زیارت کی فضیلت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے فضل اور احسان کی صورت میں زیارت کرنے والوں کے لیے تیار رکھی ہے جان لی تو کیا مقام ہوگا اس ذات کی زیارت کا جو ثقلین کے امام اور دارین میں زندہ ہیں جن کی حرمت اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد بھی اسی طرح رکھی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اور آپ ﷺ کے شرف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اوصاف جمیل عطا کیے ہیں اور آپ ﷺ کی ہدایت کی برکت سے ہی صراط مستقیم کی راہ ملتی ہے اور شیطان رجیم سے ہم محفوظ ہیں۔

اس قائل (ابن تیمیہ) نے یہ ذکر کیا ہے کہ زیارت نبی مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر معصیت ہے اور اس میں نماز کا قصر کرنا حرام ہے یہ امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے جس میں اس نے آئمہ وقت اور کبار علماء کی مخالفت کی ہے اس کی گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اس سفر زیارت اور قتل نفوس کے لیے سفر کے درمیان مساوات پیدا کر دی ہیں اور اس پر اسے برانگیختہ کرنے والی چیز اس کا بُرا عقیدہ اور اُلٹا ذہن ہے یہ اس شخص کی طرح ہے جسے اللہ نے اس کے علم پر اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگائی اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا کہ اس کا دل حق کو دل پر اُترنے والی ظلمت اور قساوت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔

واضح رہے زیارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے بغیر متصور نہیں ہوتی اگر چہ یہ چیز زمین پر چلنے سے ہو یا اڑان سے ہو اس کے بغیر اس کے حصول کو اذہان قبول نہیں کرتے اور اس کا ماننا سوائے بکواس کے کچھ نہیں کیونکہ زائر پر زائر کا اطلاق اس کی حرکت اور انتقال اور اس کی جگہ سے نکلنے اور کوچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے تو قربت کی طرف سفر حرام اور معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مقصد اور مطلوب عظیم طاعت ہے تو زیارت کی طرف سفر کا تعلق طاعات کے باب ذرائع سے ہے جیسے مساجد اور جماعت کے لیے چلنا کاش یہ قائل جان لیتا جو اس کی گفتگو میں خطا اور پھسلنا ہے اور اس کی گفتگو تضاد اور خلل پر مشتمل ہے تو علماء کے سامنے اپنی بری بات ظاہر نہ کرتا اور اپنے پر پردہ ڈالے رکھتا کیونکہ اس نے متعدد آئمہ سے جواز زیارت نقل کیا جن کی طرف علوم دین میں رجوع کیا جاتا ہے، وہ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہیں اور ان کے مخالف کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اور اس نے عدم جواز نقل (بشرطیکہ اس کی نقل صحیح ہو) یا اس سے نقل کیا ہے جن پر نہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ اسے قابل التفات (توجہ) سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی اس غلطی اور سرکشی میں اسی قائل کے ساتھ متصل ہو گا اور یہ جرأت ہے انبیاء کے مرتبے پر جو سراسر گھاٹے کا موجب ہے اور آخر کلام میں جو اس نے حرام ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے یہ اس کی سابقہ گفتگو سے متضاد ہے جو اس نے پہلے بات کہی تو یہ اللہ کی قسم اس کی دیوانگی یا اللہ کی طرف سے اس پر کوئی سزا ہے جب اس نے پہلے کبار آئمہ سے خلاف کی تصریح کی تو اس کے بعد امت کے اجماع کا دعویٰ کیا۔

قاضی امام عیاض (جن کے علوم کے سمندر سے فیض پایا جارہا ہے) نے لکھا کہ

''زیارت نبوی ﷺ ایسی سنت ہے جس پر اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی طرف جلدی جانے والے کے لیے رغبت ہے'' (الشفا، ۲:۸۷)

پھر اس کے دعوی سے یہ لازم آیا کہ اس کی حرمت وحرام ہونے پر اجماع ہو، صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء مجتہدین اس اجماع کو توڑنے والے ہوں اور حرام کو پختہ کرنے پر مصر اور وہ ایسے فتاویٰ کے مرتکب ہوں جن پہ اقدام جائز نہیں اور وہ گمراہی پر جمع ہو کر اندھے پن اور جہالت کا شکار ہو جائیں۔

اس قائل کے بہت سے مسائل ہیں جس میں اس نے اجماع کو توڑا ہے ایسے فتاویٰ ہیں جن کے ذریعے اس نے ان چیزوں کو مباح کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (یہ مسئلہ طلاق کی طرف اشارہ ہے) اور یہ تنقیص انبیاء اور مقامات صحابہ اور اولیاء کو کم کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس نے اپنے دعویٰ اور قول میں یقینی طور پر تنقیص انبیاء کی ہے لہذا اس کے خلاف کھڑا ہونا اور شریعت اسلامیہ کی تلوار کا قصد کرنا اور اس کی گفتگو کی وجہ سے جو اس کے جرم پر سزا ہوئی ہے اس پر قائم کرنا انبیاء اور مرسلین کی نصرت ہے تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنے اور دیگر سرکشوں کے لیے زجر وتوبیخ بن جائے۔ الحمد للہ رب العالمین

8.12.2010 کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

مسجد رحمانیہ شادمان بوقت رات ۱۰:۰۰

یہ ترجمہ مکمل ہوا

فہرست

مقالہ۱: نور سے ذات مصطفی ﷺ مراد لینا

مقالہ ۲: رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۹

مقالہ۳: درود و سلام کی فضیلت

مقالہ۴: تحفہ درود و سلام

مقالہ ۶: ارضِ خدا ملکیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۳

مقالہ ۷: مسئلہ ترک

مقالہ، ۹: اسلام اور خدمت خلق

مقالہ ۱۰: مولانا عبدالحیؒ لکھنوی کی حیات وخدمات

امیر کاروانِ اسلام

مفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- حضور ﷺ کے آباء کی شان میں
- علم نبوی ﷺ کی خوشبو
- خواب کی شرعی حیثیت
- معراج حبیب ﷺ خدا
- معارف الاحکام
- اسلام اور تصورِ رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترامِ والدین
- والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں
- شانِ نبوت ﷺ
- شبِ قدر اور اس کی فضیلت

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikahs?